مکتوباتِ عالیہ

حضرت مولوی جعفر علی فریدی قدس سرہٗ

بنام

حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری

ثم البدایونی مدظلہٗ تعالےٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ

یقیناً اس میں نصیحت ہے اُس کے لئے جس کے پاس قلب سلیم ہے یا جنے اس کو توجہ سے سُنا

مکتوباتِ عالیہ

عارف باللہ حضرت مولوی جعفر علی فریدیؒ گورکھپوری قطبِ سربیلہ

بسلسلہ تربیت سلوک تعلیم تصوّف

بنام

مرشدی و مولائی حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری مدظلہ تعالےٰ

ناشر

محمّد رضا فریدی عفی عنہٗ خادم دربار عالیہ قادریہ فریدیہ
"رضا محل" سی ۷ ۲۹ بلاک ۶ فیڈرل بی ایریا کراچی پاکستان

بار ______ اوّل

تعداد ______ ایک ہزار

سنہ اشاعت ______ سنہ ۱۹۸۵ء

خوشنویس ______ م۔ا۔ فریدی نیّر رقم

ملنے کے پتے۔ پاکستان میں ۔ سی ۲۹۷ ۔ بلاک ۶

ایف 'بی' ایریا۔ کراچی، پاکستان

بھارت میں:۔ محلہ کمگران بدایوں (یوپی) بھارت

فہرست مضامین مکتوبات عالیہ

فہرست مضامین حواشی مکتوبات عالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی و نسلّم علٰی رسولہ الکریم

تعارف

تزکیہ نفس، عقاید کی اصلاح اور اعمال حسنہ کی تربیت دینے میں اگرچہ زبانی ہدایتیں نصیحتیں اور تقریریں بھی وقتی طور پر کافی موثر ہوا کرتی ہیں لیکن موجودہ لوگوں کے علاوہ غیر موجود لوگوں یا بالعد میں آنے والی نسلوں کی ہدایت تربیت اور تزکیہ کے لئے تحریرات ہی کارآمد ہوا کرتی ہیں۔ تحریریں خواہ کتاب و مقالہ کی صورت میں ہوں یا مکاتیب کی، اپنے اندر صرف وقتی نہیں بلکہ دیرپا اثرات رکھتی ہیں اور پڑھنے والوں کو ہمیشہ اور ہر زمانے میں متاثر کرتی رہتی ہیں۔ یہ مکاتیب جو والد صاحب علیہ الرحمۃ نے وقتاً فوقتاً احقر کے نام روانہ فرمائے، رشد و ہدایت کے ایسے سدا جاری رہنے والے چشمے ہیں جن کے آب حیات سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔ طالب سلوک کی راہیں متعین ہوتی ہیں اور خراب خیالات اور عقاید کی گندگی دور ہو کر قوتِ تمیز اور نیت میں پاکیزگی اور ستھرائی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اِن مکاتیب میں شریعت اور طریقت دونوں کا نہایت ماہرانہ امتزاج سامنے آتا ہے۔ جہاں دل بادہ طریقت سے پُرجوش ہو کر مستی کی طرف مائل ہوتا

ہے وہیں عنانِ شریعت اُس کی مستی میں توازن پیدا کر کے معرفتِ الٰہی کے سلامتی والے راستہ پہ گامزن کر دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ بیزانِ عشق کو جامِ شریعت سے ٹکرا کر شکستگی کے بجائے طرب انگیز اور سحر آفریں نغمات پیدا کر دینا ہر ایک کا کام نہیں۔ صاحبِ مکاتیب رحمۃ اللہ علیہ کی اِس انفرادیت سے خود صاحبِ مکاتیب کا مقام معلوم ہو جاتا ہے کہ شریعت اور طریقت دونوں میں ان کا پایہ کتنا بلند ہے۔

عرصۂ دراز تک اِن مکاتیب کی طباعت کا خیال ہی نہ تھا۔ کیونکہ یہ مکاتیب ذاتی تھے۔ مگر کئی ایک اہلِ نظر احباب نے جب اِن کو یکجا دیکھا تو بہ قطعی رائے دی کہ یہ تو نہ صرف رہروانِ سلوک کی رہبری کے لئے بے مثال مرشدِ غیر فانی ہیں بلکہ طالبانِ حق کے قلوب میں صحیح مرشد تک پہنچنے کی تڑپ پیدا کرتے ہیں۔ اِن کی ذاتی حیثیت قائم رکھنا اور امتداد زمانہ سے ضائع ہونے کا موقع دینا ان عامۃ المسلمین پر ظلم ہوگا جن کی راہیں ان سے روشن ہوں گی اور جن کو گم گشتگی کے خطرے سے بچانا عظیم دینی خدمت ہے اس لئے جس طرح بھی ہو اِن کو طبع کرا کر عوام کی دسترس تک پہنچا دینا چاہیئے۔ بہر حال ۱۳۸۰ھ میں اِن کی تدوین مکمل ہو سکی۔ "مکتوبات؎ عالیۃ" سے اِس کی تاریخ تدوین حاصل ہوتی ہے۔ تدوین کے بعد بھی کافی عرصہ گزر گیا اور چند در چند وجوہ سے طباعت کا مرحلہ پورا نہ ہو سکا۔ اب یہ ذمّہ داری عزیزِ قلبی و روحانی حاجی محمد رضا فریدی سلّمہ اللہ [۶/۲۹۷ سی گلستانِ مصطفےٰ کراچی] نے خالصاً لِلّٰہ لے لی ہے اور یہ فیضِ عام پہنچانا انھیں کی قسمت میں تھا بارک اللّٰہ لہٗ فی الدّنیا والاٰخرۃ ولنبلہٖ

میرے لئے ضروری ہے کہ صاحبِ مکاتیب کے مختصر حالاتِ زندگی ناظرین تک پہنچا دوں تاکہ مکاتیب سے استفادہ کرتے وقت آپؒ کی مجاہدانہ طرزِ حیات سے بھی یک گونہ سبق حاصل ہو۔

نام و نسب شریعت اور طریقت کے اِن جامع بزرگ کا اسمِ شریف "محمد جعفر علی فریدی سربیلوی" ہے۔ آپ کی پیدائش گورکھپور (یوپی) ہے لیکن مدفن سے نسبت کی بناء پر سربیلوی کہے جاتے ہیں۔ سربیلہ ضلع سہرسہ صوبہ

بہار میں واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد اکبر علی ولد فیض علی چشتی ہے جو گورکھپور (یوپی انڈیا) کے رہنے والے تھے۔ فریدی نسبت دو طرح پر ہے۔ اوّل نسبت طریقت جو سلطان المشائخ حافظ شاہ محمد فرید الدین آروی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ دوئم نسبت پدری اس طرح کہ سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین گنج علم رحمۃ اللہ علیہ ابن شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

ولادت اور وطن آپ کی ولادت غدر ۱۸۵۷ء سے قبل ہوئی افسوس کہ صحیح تاریخ ولادت اب تک کسی طرح حاصل نہ ہو سکی نہ حضرت کی زندگی میں اس کے دریافت کرنے کا موقع ملا۔ وفات کے بعد فاتحہ دہم کے موقع پر حاجی عبدالرؤف صاحب اور سر بیلہ کے دیگر معززین و معمر حضرات نے بالاتفاق کہا کہ حضرت کی عمر ایک سو پندرہ سال کی تھی کیونکہ ہم نے بچپن میں فارسی کی کتابیں آپ سے لے کر پڑھی ہیں۔ نیز دیگر مواضعات کے لوگوں نے بھی اسی بات کی شہادت دی۔ اس طرح آپ کی ولادت غالباً ۴۳-۱۸۴۲ء میں ہوئی ہوگی۔

تعلیم و تربیت آپ کی ابتدائی تعلیم گورکھپور کی جامع مسجد کے مدرسہ میں پھر مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں اور اس کے بعد مدرسہ احمدیہ محلہ ملکی آرہ میں ہوئی۔ پھر آپ نے مسجد محمدی جان پٹنہ میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔

مذہب و مشرب مذہباً آپ اہل سنت والجماعت حنفی تھے اور بہ لحاظ مشرب سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کے ہمیشہ پیرو رہے۔

تقویٰ اور طہارت بچپن سے وفات تک آپ کا عمل تقویٰ و طہارت اور اتباع سنت رسول ہی پر رہا۔ بچپن ہی سے آپ کے اندر فلاح و خیر کی علامتیں پائی جاتی تھیں۔ حضرت شاہ اشرف حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے

نوٹ:۔ انکے آباؤ اجداد پنڈی بابا پنجاب سے ہجرت کر کے گورکھپور محلہ الٰہی باغ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

(جو حضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد تھے) آپ کو بچپن ہی میں دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا کہ "یہ لڑکا جعفر علی قطبِ وقت ہوگا"

تعلیم و تربیتِ سلوک آپ نے گورکھپور ہی کے قیام میں حضرت شاہ عبداللہ نقشبندی کی صحبت اٹھائی۔ اور اس کے بعد حضرت مولوی تصدق حسین صاحب آروی کی صحبت میں رہے۔ مولوی تصدق حسین صاحب آروی سے فیض صحبت پاکر آپ آرہ تشریف لائے۔ اس کے بعد مولوی صاحب موصوف ہی نے آپ کو اپنے پیر مرشد حضرت سلطان المشائخ حافظ محمد فریدالدینؒ جونپوری کی خدمت میں پیش کیا۔ چنانچہ آپ نے حضرت سلطان المشائخ حافظ محمد فریدالدین صاحبؒ سے بیعت حاصل کر کے موصوف ہی سے سلسلہ قادریہ اور نقشبندیہ کی پوری تعلیم و تربیت سلوک حاصل کی۔

عملی اور تبلیغی زندگی تکمیل سلوک کے بعد آپ بحکم پیر و مرشد سمستی پور آکر قیام پذیر ہوئے۔ ابتداً چند جگہ مدرسی کی۔ پینٹری کا کام کیا۔ پھر تجارت کی اور تجارت ہی کے سلسلہ میں آپ کچھ سامانِ تجارت لے کر ایسے دیہات اور قصبات میں پہنچے جہاں لوگ اپنے آپ کو مسلمان تو کہتے تھے مگر نہ ان کا نام اسلامی تھا اور نہ اُن کا رہن سہن۔ اسلامی تعلیم سے بالکل ناواقف۔ ایسی جگہوں پر پہنچ کر آپ نے ان کو اسلام کی تعلیم دی۔ نام بدلا۔ کلمہ پڑھایا۔ وضو اور نماز کا طریقہ بتایا۔ روزے رکھوائے زکوٰۃ اور حج کے احکام بتائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے آگاہ کیا۔ شادی بیاہ کے ناجائز رسوم ختم کرائیں۔ قادریہ اور نقشبندیہ کے اوراد اور اذکار سے آشنا کیا اور نہ معلوم کتنوں کو اپنی زندگی میں مسلمان کیا۔ اشاعت اور تبلیغ اسلام کے لئے میلوں اور کوسوں پا پیادہ چلے۔ زادِ راہ میں ستو پر مل اپنے ساتھ رکھ کر تبلیغی گشت کی دھن میں منہمک رہے۔ سفر میں سختیاں اور صعوبتیں اٹھانے کے باوجود جاہلوں کی جھڑکیاں بھی سہیں۔ مگر تبلیغ اسلام کا رنگ آپ پر اتنا گہرا چڑھ چکا تھا کہ ہر تکلیف پر اُن کا شوقِ تبلیغ یہی سمجھتا تھا کہ "آں قدر زخمے کہ دل می خواست در پیکاں نہ بود" اور آپ کا

اذیت کوشش دل ہر مصیبت اور آزار پر "ھل من مزید" کی صدا لگاتا تھا کہ

"لذت ہنوز مائدہ عشق میں نہیں
بڑھتی ہے اور جرأت دل یاں سزا کے بعد"

نیز آپ اپنی تکلیف کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی جد وجہد اور حضورؐ کے سفر طائف کو پیش نظر رکھتے ہوئے تکلیف ہی نہیں سمجھتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ

"طفلانِ شہر بے خبر انداز جنونِ ما
یا ایں جنون ہنوز سزاوار سنگ نیست"

بہر حال اپنے جادۂ تبلیغ و تعلّم پر استقلال کے ساتھ قائم رہتے ہوئے راہ شریعت وطریقت پر خود بھی گامزن رہے اور دوسروں کو بھی اسی راستہ پر چلانے کی کوشش کرتے رہے۔ آپ کی دعاؤں سے مخلوقِ خدا کا بھلا ہوا۔ کشف وکرامات کے ظہور سے فائدہ پہنچا۔ کتنوں کو جنات کے شر سے نجات ملی۔ موضع ہلدی قریب مولانگر ضلع مونگیر کی آبادی میں جنات کے اثرات زیادہ ہیں۔ جناب نورالحسن صاحب ساکن ہلدی کی لڑکی پر کسی سخت جن کا اثر تھا۔ بیٹھے بیٹھے اس کی چوٹیاں جل جاتیں۔ کپڑا آگ پکڑ لیتا۔ چوڑیاں خود بخود ٹوٹ جاتیں۔ چیختی چلاتی برہنہ ہو جاتی اور پھر بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا۔ آپ کو اس کی خبر دی گئی۔ آپ نے جا کر دیکھا۔ مراقبہ کیا۔ کشف سے معلوم ہوا کہ اس پر جو جن ہے وہ اور اس کا سردار حضرت پیر نافہؒ مونگیری کا معتقد ہے۔ آپ نے اس لڑکی کو پیر نافہؒ صاحب مونگیر لانے کا حکم دیا اور خود بھی مونگیر روانہ ہو گئے۔ ادھر آپ پیر نافہ صاحبؒ کے مزار پر پہنچے ادھر وہ مریضہ لائی گئی۔ آپ نے اسی وقت اس کی صحت کے لئے بڑی توجہ سے دعا کی۔ بس اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ دعا کرتے ہی وہ مریضہ اسی وقت درست ہو گئی۔ اب تک وہ زندہ اچھی اور صاحب اولاد ہے۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے بہت سے لوگ اب بھی موجود ہیں۔ اس طرح کے متعدد واقعات ظہور میں آئے۔ جن کی تفصیل اس وقت غیر ضروری ہے۔ چشتیہ نظامیہ کے ایک بزرگ حضرت مخدوم علاءالحق پنڈویؒ اور

حضرت مخدوم محمد اشرف کچھوچھوی ؒ سے آپ نے فیضِ اُویسیّت پایا اور براہ راست عالم روحانیت سے فیضیاب ہوئے۔ کئی مرتبہ اِن دونوں بزرگوں سے عالم رویا اور مراقبہ میں مصافحہ اور معانقہ سے سرفراز ہوئے۔ حضرت خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی روحانیت سے بھی مستفیض ہوئے اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ آپ موضع حسینا ضلع مونگیر کی مسجد میں رونق افروز تھے کہ ایک مجذوب جو حضرت مولانا شاہ محمد بدرالدین صاحب پھلواروی ؒ کا مرید تھا آیا اور مسجد میں سب سے پوچھنے لگا کہ کیا یہاں کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں میں اُن سے ملنے آیا ہوں۔ لوگوں نے رہنمائی کرکے اسے آپ کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے آکر سلام کیا اور مصافحہ کرکے کہا کہ آپ کو مخدوم الملک (حضرت شیخ شرف الدین صاحب) بہاری قدس سرّہ نے سلام کہا ہے اور مجھ سے فرمایا ہے کہ جو ہمارے ہمشکل ملیں ان کو ہمارا سلام پہنچا دینا چونکہ آپ مخدوم الملک کے ہم شکل ہیں اس لئے میں آپ کو ان کا سلام پہنچاتا ہوں۔

آپ کا روزانہ حلقہ کرنے کا معمول تھا جس میں سب موجود مریدین و معتقدین شرکت کرتے اور جو موجود لوگوں میں سے حلقہ ذکر میں نہ آتا وہ موردِ عتاب ہوتا۔ کلام پاک کی آیتہ " والتّٰلِیاتِ ذکراً " کے معنی بوضاحت صوفیائے کرام اور بعض مفسرین کے نزدیک حلقہ ذکر ہے کیونکہ اس میں ہر فرد ذکر خدا میں مشغول ہو جاتا ہے اور کثرت سے ذکر کرتا ہے اس حلقہ میں رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے اور اولیاء واصلین بھی رونق افروز ہوتے ہیں۔ کئی بار موضع جبنا (اسٹیشن لکھمیاں ضلع مونگیر صوبہ بہار) کے حلقہ ذکر میں فرمایا کہ حضرت شاہ سلطان احمد لکھمینوی ؒ (جو حضرت خواجہ سید آدم بنوری قدس سرّہ کے خلیفہ اور نہایت باکمال نقشبندی بزرگ ہیں) اس وقت حلقہ میں تشریف لائے تھے۔ مالی بابو کیا آپ نے ان کو دیکھا؟ اسی طرح موضع ہلدی متصل مولانگر اسٹیٹ ضلع مونگیر کے حلقہ ذکر میں فرمایا کہ حضرت شاہ نجم الدین رحمتہ اللہ علیہ مولانگری اس حلقہ میں تشریف لائے تھے۔ ابھی ابھی تشریف لے گئے ہیں۔ غرض کئی واصلین بزرگ صاحب نسبت و فیض کی تشریف آوری کے بارہ میں متعدد مرتبہ ارشاد

فرمایا۔ کشف قبور کے احوال بھی آپ کے ظہور میں آتے تھے۔ متعدد کرامتوں کا بھی آپ سے ظہور ہوا۔ غرض کہ آپ کی ساری زندگی راہ سلوک میں گزری۔

وصال آپ اپنی پوری زندگی تبلیغ اسلام کی خاطر سفر ہی میں گزار کر وصال سے ایک ماہ قبل آخری سفر سے واپس آکر بابو منظور الحسن صاحب سے خانقاہ قادریہ سہریلہ اسٹیشن سمری بختیار پور ضلع سہرسہ صوبہ بہار میں فرمایا کہ "اب مرنے آیا ہوں"۔ روز بروز ضعف اور نقاہت میں اضافہ ہوتا گیا۔ انتقال سے دو ہفتہ پیشتر یہ معمول سا ہو گیا تھا کہ جو صاحب مزاج پرسی کو آتے آپ مصافحہ کے بعد کلمہ طیبہ اور استغفار پڑھ کر ان کو سناتے۔ اور فرماتے کہ گواہ رہیئے۔ وصال سے چار دن پیشتر دو شنبہ کے دن عبدالرزاق صاحب ساکن بختیار پور سے جو اپنے گھر جانے کی اجازت لینے آئے تھے فرمایا کہ جاؤ مگر جمعرات کو نماز مغرب سے قبل آجانا۔ بظاہر کوئی بیماری نہیں تھی مگر جو دن آتا گیا ضعف و نقاہت اور تنفس میں اضافہ ہوتا گیا۔ مگر اس پر بھی ہمت سے چلتے پھرتے تھے۔ وصال سے دو دن پیشتر حکیم سید مجیب اشرف صاحبؒ قبل مغرب دیکھنے آئے اس وقت ناطاقتی کی شدت تھی آنکھیں بند تھیں اور تنفس کا زور تھا۔ انھوں نے قریب آکر خاموشی سے دیکھا اور خادمین سے فرمایا کہ ہوشیار مت کرو۔ اسی حال میں رہنے دو۔ اب کچھ ہی دیر کے مہمان معلوم ہوتے ہیں۔ مگر مغرب کی آذان سنتے ہی خود آنکھ کھولی اور تیزی سے پلنگ سے اٹھنا چاہا۔ مگر ناطاقتی کے باعث سنبھل نہ سکے گر پڑے۔ پھر سنبھلے۔ تیمم کیا اور مغرب کی جماعت میں شریک ہوئے۔ نماز با جماعت ادا کی پھر سنتیں پڑھیں اور واپس تشریف لاکر پلنگ پر لیٹ گئے اور آنکھیں بند کر کے اسم ذات کا ذکر خفی شروع کر دیا۔ حکیم صاحب نے کہا کہ میں یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گیا اور دل میں کہنے لگا کہ "یہ روحانی طاقت اور پاکیزگی کا کمال ہے"۔ اس کے بعد دو دن اور زندہ رہے۔ تیسرے دن جمعرات کو چلنے پھرنے کی طاقت بالکل نہ رہی مگر معمولات میں اس دن بھی کوئی فرق نہیں آیا۔ عصر کی نماز پڑھ کر لیٹ گئے اور مغرب کی اذان سن کر اٹھے۔ چونکہ چلنے یا کھڑے ہونے کی طاقت

نہ تھی کھسکتے کھسکتے صفوف جماعت تک پہنچے۔ جماعت سے مغرب کی نماز ادا کی۔ پھر سنتیں پڑھیں اور پھر اسی طرح کھسکتے کھسکتے واپس آ کر پلنگ پر لیٹ گئے۔ آنکھیں بند کر کے اسم ذات کا ذکر خفی کرتے رہے اور اسی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" نہ بے ہوشی۔ نہ سکرات۔ نہ بے چینی نہ گھبراہٹ۔ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ اللہ اللہ کہتے ہوئے اللہ پاک سے واصل ہو گئے۔ جمعرات کے دن ۱۳ رجمادی الآخر ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو بعد مغرب فوراً روح پرواز ہوئی اور دوسرے دن جمعہ کو تجہیز و تکفین ہوئی۔ گیارہ صالحین نے مل کر غسل دیا اور تکفین کی۔ شرکاء جنازہ کی کثرت کے باعث جنازہ خانقاہ سے مدرسہ قادریہ بیلہ کے وسیع میدان میں لے جایا گیا جہاں سات صفوں میں سات سو آدمی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد حسب ہدایت خانقاہ کے کھجور کے درخت کے نیچے دفن کیا گیا۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام ٥

مادہ ہائے تاریخ وصال ہے۔

شیخ عابد العصر ہجری میں اور "غریق رحمت" عیسوی میں

۱۳۷۸ھ ۱۹۵۸ء

مزار مبارک کا تاریخی مادہ

"تربت پاک جعفر"

۱۳۷۸ھ

نکالا گیا۔ علاوہ ازیں وصال کی بابت اردو اور فارسی میں متعدد تاریخیں لکھ کر روانہ کیں۔ جو "گوہرستان تواریخ" مرتبہ محمد رضا فریدی سلمہٗ میں چھپ چکی ہیں۔

حضرت صاحب مکاتیب کی ترجیحات پر ایک بار پھر طائرانہ نگاہ ڈالئے صاف نظر آتا ہے کہ تمام شعوری زندگی ہدایت و تبلیغ اور تزکیہ و تصفیہ ہی میں گزری۔ دریں حالانکہ خود اپنی اصلاح نفس سے غافل نہ رہے۔ اور ہمیشہ راہ سلوک میں آگے

بڑھتے رہے۔ اہلِ تفسیر کا قول ہے کہ جو اصحاب اپنے ذاتی علم و عمل کے ساتھ دوسروں کے رشد و ہدایت و تربیت پر توجہ کرتے ہیں اور جن کے قلوب تجلیات ربانی سے منور اور انوار الٰہی سے درخشاں ہوتے ہیں۔ وہی قرآن پاک کی اس آیت کے مصداق ہیں کہ "سابقوا بالخیرات باذن اللہ" اور ان پر اللہ کا بڑا فضل ہوتا ہے۔ صاحب مکاتیب بھی یقیناً ایسے ہی بزرگوں میں ہیں۔ بس ہے نام اللہ کا

"خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را"

احقر العباد

محمد ابراہیم فریدی

کان اللہ لہ ولمحبیہ

سابق صدر مسند حدیث و دار الافتاء

جامعہ شمس العلوم و مفتی بدایوں ساکن محلہ کمانگران۔ بدایوں (یوپی)

حال مقام "رضا محل" ۶/۹۷ ب ۲ گلستان مصطفےٰ کراچی پاکستان

ٹیلیفون نمبر ۶۷۴۹۱۵

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ مطابق ۴ جنوری ۱۹۸۵ء

مکتوب ۔ ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ وَفِی الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰی اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۔

رَبَّنَا ھَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ۔

نورِ چشم فوادِ قلبی مولانا مولوی محمد ابراہیم فریدی

سَلَّمَکُمۡ رَبُّکُمۡ وَعَلَیۡکُمُ السَّلَامُ وَرَحۡمَتُہٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَّقَالٍ[۱] خط ملا جواباً تحریر ہو رہا ہے کہ تبع تابعین قدس سرہم، کے آخر عہد شریف میں اسلام کا نور ہندوستان میں آیا۔ اہل ہند کے رشد و ہدایت کے واسطے اور ہندوستان میں اخلاص و عشق الٰہی کی دعوت و تبلیغ کے لئے جو اہل اللہ آئے انھیں "صوفیائے کرام" کہا گیا۔ ان مقدس حضرات نے اپنی روحانی اور قدوسی فہم و ادراک سے ہندوستان میں مختلف عنوان و پیرایہ سے تبلیغ کی اور سرزمین ہندوستان کو حقانیت و اخلاص، سوز و عشق ۔

---

[۱] اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر اور ہر اچھی بات پر حمد ہے۔

محبت الٰہی ۔ انوار سنن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تابناک کیا۔ لامحالہ ان مقدس نفوس کے تزکیہ اصلاح اور فیوض رسانی کا طریقہ کسی نہ کسی خانوادہ وسلاسل سے وابستہ رہا لیکن عموماً ان قدسی صفات بزرگوں کا تعلق دو سلسلہ عالیہ (۱۔ چشتیہ ۲۔ سہروردیہ) سے رہا۔ ان ہی دونوں سلاسل کے بیشتر مشائخ ہندوستان کے قدیم مصلح ہیں۔ مشائخ چشت کو اولیت حاصل ہے۔ حضرات چشتیہ کے فیوض سہروردیہ کے برکات سے پہلے آئے اس لئے کہ ہندوستان کی اصلاح اور اس کے کفر وظلمت اور ضلالت مٹانے کے لئے بایمائے سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان ولایت کے بدر کامل خواجہ غریب نواز نے بنفس نفیس خود رونق افروز ہو کر مخلوق کی اصلاح فرمائی۔ اور شریعت وطریقت دونوں کی تعلیم و تلقین فرمائی۔ اس نورانی مساعی سے جو سرزمین ہند میں اسلام کی تابانی ہوئی وہ اہل علم پر عیاں ہے۔ حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہٗ کا سال ورود ہندوستان میں ۵۶۱ ہجری ہے

خانوادہ سہروردیہ کے پیشوا حضرت ابو نجیب عبد القاہر ضیاء الدین سہروردی اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہما ہیں جو ہندوستان میں قدم رنجہ نہیں ہوئے بغداد شریف میں رہے اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرت شیخ الشیوخ کا مزار بغداد شریف میں "شیخ عمر" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت شیخ الشیوخ کے خلیفہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ہندوستان آئے۔ اور دہلی میں رہے وہیں رشد وہدایت کی خدمات عالیہ انجام دیں۔ یہ زمانہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کا تھا۔ قاضی صاحب، قطب صاحب کے احاطہ میں مدفون ہیں۔ شیخ الشیوخ کے دوسرے خلیفہ حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جو بعد حج وزیارت بغداد شریف گئے۔ شیخ الشیوخ قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر اکتساب فیض کیا اور منازل سلوک طے کر کے بحیثیت صاحب الارشاد ملتان آئے اور یہیں اقامت گزیں ہوئے اور ملتان میں ظاہری داد ودہش کے ساتھ باطنی رشد وہدایت اور فیض رسانی کا دروازہ کھولا۔ جن سے ہزاروں کی اصلاح نفس ہوئی۔ سیکڑوں کو "ولایت" ملی، متعدد خلفاء ہوئے۔ شیخ ابراہیم عراقی علیہ الرحمۃ آپ ہی کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ بزرگ

ہیں جن کی غزلوں میں وہ سوز گداز ہے۔ جس سے اہلِ سماع کو وجد اور حال آتا ہے اور آتشِ عشق الٰہی تیز ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ ملتانی ہمارے قبلہ عالم شیخ الاسلام شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے ہمزمانہ تھے۔ حضرت بابا گنج شکرؒ کا وصال حضرت خواجہ ملتانی کے انتقال سے تین سال بعد ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما[۵]

حضرت خواجہ بہاء الدین ملتانی قدس سرہٗ کے پوتے شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانیؒ ہیں جن کا مزار مبارک ملتان شہر میں ہے۔ آپ سے فیوض سہروردیہ عام ہوا ہے اور آپ کے فیوض و برکات سے مشائخ ہند فیض یاب ہوئے۔ آپ کے خلیفہ حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری قدس سرہٗ ہیں جن کو مخدوم جہانیاں جہاں گشت کہا جاتا ہے۔ آپ نے سارے ہندوستان میں سفر فرما کر سہروردیہ فیوض کو جاری کیا۔

نیز حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے "خانوادہ سہروردیہ قادریہ" کا اجراء ہوا۔ جس میں حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ کے آگے حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم شریف پھر حضرت ابو سعید مبارک مخزومی قدس سرہٗ کا نام والا ہے۔

مخدوم حافظ محمد اشرف سمنانی مدفون کچھوچھہ ضلع فیض آباد نے (جو چشتی ہیں اور مخدوم علاء الحق چشتی پنڈوی قدس سرہٗ کے خلیفہ و مرید ہیں) حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کی خدمت میں رہ کر بہت سی نعمتیں حاصل کیں اور مقام کمال پر فائز ہو کر خلیفہ ہوئے۔ بایمائے باطن مخدوم کچھوچھہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر احقر کئی بار حاضر ہوا اور گھنٹوں مراقب رہا اور دیدار سے شرفیاب ہوا۔ ایک بار خاص کرم فرمایا۔ معانقہ میں خاص نعمت عطا فرمائی جس سے خاص کشش اور کیفیت رونما ہوئی۔ لہٰذا اس تاریخ سے معمول ہو گیا ہے کہ حلقہ ذکر کے فاتحہ میں مشائخ کرام کے ساتھ مخدوم کچھوچھوی کا بھی نام لے لیتا ہوں۔ دوبار پنڈوہ بھی حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم علاء الحق نے لطیفہ قلب پر خاص توجہ فرمائی۔ خانوادہ سہروردیہ بہائیہ کی اجازت امام مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو

۵۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں پر رحمت نازل کریں۔

اپنے پدر بزرگوار مولانا شیخ عبدالاحد قدس سرہٗ سے حاصل ہے حضرت شیخ کو حضرت شاہ رکن الدین گنگوہی سے حضرت گنگوہی کو شیخ درویش محمد اودھی سے حضرت شیخ درویش محمد کو حضرت شیخ بڈھن بہرائچی سے۔ حضرت شیخ بڈھن بہرائچی کو شیخ اجمل بہرائچی سے حضرت شیخ اجمل بہرائچی کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری سے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے فیوضات عام ہیں جو کالامطار ہیں چونکہ آپ کو رشد و ہدایت اور عموم فیضان میں حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پوری نیابت حاصل ہے اور حضرت غوث اعظم کو یہ منزلت بوجہ جانشینی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام حاصل ہے اور یہ عہدہ جلیلہ تاظہور سیدنا امام مہدی علیہ السلام حضرت غوث اعظم کے سپرد رہے گا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ اعظم اور اجلّ حضرت خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہٗ ہیں جو جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں نزد مرقد پاک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔

حضرت خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہٗ سے اجازت خانوادہ سہروردیہ بہائیہ کی احقر غفرلہٗ تک باین تفصیل آئی ہے۔ مجھ گنہگار کفش بردار اہل اللہ جعفر علی فریدی غفرلہٗ کو حضرت سلطان المشائخ حافظ محمد فریدالدین جونپوری مدفون آرہ محلہ میر گنج ۱۳۲۴ھ سے۔ حضرت سلطان المشائخ کو میاں صاحب حضرت حاجی دیدار علی خاں غازی پوری مدفون محلہ بربرینہ غازی پور ۱۲۹۵ھ سے۔ حضرت میاں صاحب کو قدوۃ العرفا حضرت شاہ عبدالعلیم علوی لوہاری مدفون جہانگیر آباد بھوپال ۱۲۶۲ھ سے۔ حضرت قدوۃ العرفا کو امام الزاہدین حضرت حافظ شاہ احسان علی فریدی مدفون انبالہ ۱۲۴۳ھ سے حضرت امام الزاہدین کو عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ آبادانی صدیقی سیالکوٹی مدفون ۱۲۲۰ھ دہلی قریب سرائے توپخانہ سے۔ حضرت عاشق الٰہی کو مولانا میر محمد زکریا بغدادی جیلانی مدفون باحاطہ سنگین شمال مسجد حضرت خواجہ باقی باللہ دہلی سے۔ حضرت مولانا صاحب کو حضرت شیخ محمد سندھی مدفون رہتاس گڑھ ضلع جہلم سے۔ حضرت شیخ سندھی کو حضرت شیخ محمد قریشی عباسی مدفون باحاطہ حضرت شیخ سعدی بخاری مزنگ لاہور سے۔ حضرت عباسی کو حضرت شاہ محمد خاں لودی مدفون بشنوٹیں علاقہ بونیر سے۔ حضرت شاہ محمد خاں لودی کو حضرت پیر محمد خاں لودی مدفون سوات قریب

مزار حضرت اخوند صاحب سے حضرت پیر محمد خاں کو حضرت خواجہ سید آدم بنوری حسنی ہے۔
حضرت خواجہ سید آدم بنوری کے خلفاء کی تعداد مثل خلفاء شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ
کے کثیر ہیں۔ حضرت خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہٗ کے خلفاء جنوں میں بھی ہیں۔

خانوادہ سہروردیہ بہائیہ کا فیضان ہندوستان میں حضرت شاہ قطب الدین بینا دل
سے بھی ہے۔ حضرت بینا دل جونپوری کو اس خانوادہ سہروردیہ بہائیہ کی نعمت اور اجازت
بطور ہدیہ اور ہبہ حضرت شمس الدین شیخ بڈھن ظفر آبادی (ظفر آباد ضلع جونپور یوپی) رحمۃ اللہ علیہ
سے پہنچا۔ اور حضرت شیخ بڈھن کو حضرت رکن الدین ابوالفتح مسکین ظفر آبادی متوفی ۷۹۶ھ
سے ان کو اپنے والد حضرت شیخ صدر الدین حاجی ظفر آبادی متوفی ۷۷۴ھ سے۔ حضرت
صدر الدین حاجی کو حضرت مخدوم رکن الدین سہروردی ملتانی سے جو حضرت مخدوم بہاء الدین
زکریا ملتانی کے پوتے اور مرید و فرزند خلیفہ حضرت شیخ صدر الدین عارف ملتانی کے
ہیں۔ حضرت صدر الدین حاجی ظفر آبادی پیشوائے صوفیاء خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ کی
نسل پاک سے ہیں اور مخدوم رکن الدین ملتانی کے ماموں زاد بھائی اور خلیفہ ہیں۔ حضرت
حاجی ظفر آبادی نے سات حج پا پیادہ کئے۔ آپ کے مزار پر یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ)
کو میلہ لگا کرتا ہے۔ احقر خادم اولیاء اللہ نے ۱۳۰۳ھ میں ان سہروردی اکابر حضرت
شیخ بڈھن۔ حضرت شیخ ابوالفتح مسکین۔ حضرت صدر الدین حاجی کے مزارات پر
حاضری دی جو ظفر آباد میں واقع ہیں۔ ان تینوں بزرگوں کے مزار قریب ہیں
اور زیر گنبد ہیں۔ حضرت شیخ بڈھن قدس سرہٗ کے مزار پر دیر تک مراقب رہا جس میں
عجیب لطف آیا اور یہ کشف میں آیا کہ آپ کو اکابر سہروردیہ سے اویسی فیض کا حصول
بھی ہے۔

خانوادہ سہروردیہ کا اجراء ہندوستان میں حضرت شیخ بدر الدین سمرقندی نور
اللہ مرقدہٗ سے بھی ہے۔ یہ بزرگ دہلی آئے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب
الٰہی قدس سرہٗ کے ہم صحبت رہے اور محبوب الٰہی کی مجلس سماع میں شریک ہوتے رہے۔
حضرت شیخ بدر الدین سمرقندی حضرت شیخ سیف الدین باخرزی کے (جو بخارا میں قطب

الارشاد تھے، خلیفہ ہیں اور حضرت شیخ سیف الدین حضرت مولانا نجم الدین کبریٰ کے مرید و مجاز، حضرت مولانا نجم الدین کبریٰ حضرت مولانا ضیاء الدین، ابونجیب شیخ عبدالقاہر سہروردی کے خلیفہ۔ حضرت ابونجیب سہروردی شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر صدیقی سہروردی کے پیر مرشد اور عم بزرگوار ہیں۔ حضرت شیخ بدرالدین سمرقندی کا خانوادہ "سہروردیہ فردوسیہ" کہلاتا ہے۔

فردوس حلب کے پاس گاؤں ہے جہاں حضرت مولانا نجم الدین کبریٰ قیام فرماتے تھے حضرت ابونجیب سہروردی نے بوقت عطائے خلافت مولانا نجم الدین کبریٰ سے فرمایا، "شمامتاع فردوسیانید" اس ارشاد پر خانوادہ فردوسیہ وجود میں آیا اور مولانا نجم الدین کبریٰ سے جو سلسلہ سہروردیہ پھیلا وہ فردوسیہ کہلایا۔ اس خانوادہ فردوسیہ کے ماہ نمایاں مخدوم الملک حضرت شاہ شرف الدین ولد حضرت احمد یحییٰ منیری مدفون بہار شریف ضلع پٹنہ متوفی ۷۸۲ھ ہیں جن کا مزار پر انوار رحمت الٰہی کا خزانہ اور راج گیر کا چلّہ گاہ فیضان فردوسیہ کا چشمہ ہے۔ حضرت مخدوم الملک کا ایک چلّہ گاہ قصبہ بلیا قریب اسٹیشن لکھمینیا ضلع مونگیر میں بھی ہے جو مسجد کے عقب میں ہے۔ مخدوم الملک کے پیر مرشد کا اسم شریف شیخ ابونجیب الدین ہے جن کا مزار دہلی حوض شمسی پر ہے۔ حضرت شیخ ابونجیب الدین کے پیر شیخ رکن الدین فردوسی ہیں حضرت فردوسی مرید و خلیفہ حضرت شیخ بدرالدین سمرقندی کے اور یہ مولانا نجم الدین کبریٰ کے۔ حضرت مولانا کبریٰ حضرت ضیاء الدین ابونجیب سہروردی کے۔ حضرت ابونجیب حضرت شیخ وجیہ الدین ابوحفص کے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

تعلیمات خانوادہ سہروردیہ کی تعلیم و تربیت میں خلوت نشینی اور چلّہ کشی بہت اہم ہے۔ نفی اثبات کا ذکر جہری ہے نفی کا کلمہ مَا فِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہِ[1] اور اثبات کا حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہ ہے۔ ان دونوں کلموں کا ضرب ہے اور انھیں کا تصور کرنا اور قلب پر مشاہدہ کرنا ہے۔ مَا فِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہِ کا

---

[1] میرے دل میں غیر اللہ کی محبت نہیں۔

مراقبہ فنا ہے اور حَسْبِی رَبِّی جَلَّ اللّٰہ[ل] کا مراقبہ مراقبہ توکل اور بقا ہے۔ ضرب و ذکر میں دونوں کلموں میں اللّٰہ کے ہ کو جزم کہنا ہوگا حرکت زیرا ور پیش کی ظاہر نہیں کرنا ہوگا۔ سہروردیہ میں سماع بدرقہ راہ اور ممداون ترقی سلوک سمجھا گیا ہے۔

اس خانوادے نے ہندوستان میں شریعت اور طریقت کی نہریں جاری کیں جن کے فیضان سے اہل ہند کی ظاہری اور باطنی طہارت ہوئی۔ ان ہی مشائخ نے وہ آب یاری کی جس سے شجر اسلام میں پھل اور پھول آئے۔ یہ خدمتِ دین ہے یہی جماعت صوفیاء صافیہ کا مطمح نظر ہے۔ ان حضرات سے سُوء ظن رکھنا تنگ ظرفی ہے اور ان حضرات کے اسلامی کارنامے اور خدمات دینیہ کو نظر انداز کرنا بے انصافی ہے جو ظلم کے مترادف ہے۔ جو بدنصیب ان اہل اللہ سے بدگمان ہیں وہ خود اپنا زیاں کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی صحبت کے اثرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہیے۔

میری دعا ہے کہ رب تعالےٰ بزرگان طریقت کے توسُّل سے آنعزیز کو بدعقیدوں کی بداعتقادی سے حفاظت فرمائے۔ میں ۲۳ شعبان کو بچھونتہ (کھگریا) حضرت میاں صاحب حاجی دیدار علی غازیپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں حاضر ہوں گا۔ پھر سمستی پور جانا ہوگا۔ موضع حبیبنا میں رمضان المبارک کا اعتکاف مسنون کرنے کا ارادہ ہے

والدّعا

جعفر علی فریدی غفرلہٗ۔ ۱۷ شعبان ۱۳۶۲ ہجری

[ل] مراد رب ساری مشکلات میں کفایت کرنے والا ہے جس کی شان بڑی ہے۔

مکتوب ۔ ۲

بسمہٖ تعالیٰ

عزیزم! عافاکم ربکم اللہ تعالیٰ [1]

بخیریت ہوگے ۔ احقر بسلسلہ تجارت و ہدایت حسن پور اتر کر بیتھان بازار ہوتا ہوا
ٹیلو ٹینا سلہا ، منور وا وغیرہ مواضعات میں تبلیغ و اصلاح رسوم و عقائد کرتا ہوا موضع جوگیا
پہنچا ۔ جوگیا میں دینی خدمات کرتا ہوا اور تجارتی سامان فروخت کرتا ہوا کٹھیار گیا ۔ کٹھیار
کے علاقہ میں دینی اور طریقتی خدمات کرتا ہوا کل سمستی پور واپس ہوا ۔ آلعزیز کے خط نہ
آنے سے سب پریشان ہیں ۔ امید ہے کہ خیریت و حالت سے جلد آگاہ کروگے ۔

سلسلہ فردوسیہ دراصل سلسلہ سُہروردیہ کی شاخ ہے ۔ سُہروردی سلسلہ حضرت
ضیاءالدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی سے جاری ہے ۔ مولانا نجم الدّین کُبریٰ رحمت
اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ابونجیب سُہروردی کے خلیفہ اور خانوادہ فردوسیہ کے پیشوا ہیں ۔
حضرت مولانا نجم الدین کُبریٰ اور حضرت علاءالدین طوسی قُدّس سرّہما پاس پاس زاویہ
نشین ہو کے جہادِ نفس میں مشغول تھے ۔ اور ریاضتِ شاقّہ میں لگے تھے ۔ اگر روزہ رکھنے
کی باری آئی تو شبانہ یوم لگاتار روزہ رکھ رہے ہیں ۔ نہ سحری کرتے نہ افطار کرتے ۔ ہفتوں
بلا افطار و سحری صائم رہتے ۔ جَو کی روٹی ساگ پات کی غذا پر قناعت کرتے ۔ ان روزوں
کو صومِ وصال اور "طے" کا روزہ بھی کہتے ہیں ۔ اگلے صوفیا ان روزوں کو جہادِ نفس میں

---

[1] آپ کا پروردگار اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت نصیب کرے ۔

روا رکھتے تھے۔ بعض فقہائے کرام[1] نے بھی بلا کراہت جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

جب اس طرح کی نفس کشی میں ان حضرات نے برسوں گزار دی اور کشود کار نہ ہوا تو گھبرا کے یہ دونوں بزرگ حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب عبد القاہر نور اللہ مرقدہٗ کے پاس آئے اور عرض کی کہ حضور انتہائی ریاضت و مجاہدہ پر بھی منزلِ مقصود سے دوری ہے۔

اس پر حضرت ابوالنجیب نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی اسی پہ پڑا ہوں چلو سب کے سب مُرید ہو جائیں۔ یہ تینوں بزرگ حضرت وجیہہ الدین ابو حفص بن عمر عَمُّوْیہ قدس سرہٗ کی خدمت میں آئے اور حضرت سے مرید ہو کر مطابق حکم جہادِ نفس میں لگ گئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت ابو حفص نے اپنی توجہ باطنی سے ان دونوں بزرگوں کی تکمیل کی اور خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کر رخصت کیا اور مولانا نجم الدین کُبریٰ کی بقیہ تربیت حضرت ابوالنجیب قدس سرہٗ کے ذمہ کی۔ حضرت ابوالنجیب نے مولانا کو سات مہینے اپنے پاس رکھ کر خلافت بخشی اور بوقت رخصت فرمایا۔

"شما مشائخ فردوسیانید"[2] اس ارشاد سے خانوادہ فردوسیہ کا وجود ہوا۔ فردوس نامی گاؤں حلب کے قرب و جوار میں ہے جہاں مولانا نجم الدین کُبریٰ رہا کرتے تھے۔ حضرت وجیہہ الدین ابو حفص بن عمر عمویہ کا سلسلہ ارادت حضرت ممشاد دینوری سے وصل ہوتا ہے۔ حضرت ممشاد دینوری کو حضرت ہُبَیرہ بصری اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہما سے فیض صحبت و اجازت ہے۔ حضرت وجیہہ الدین ابو حفص کا سلسلۂ طریقت یہ ہے۔ حضرت ابو حفص مرید حضرت شیخ عمویہ کے حضرت عمویہ مرید حضرت شیخ احمد دینوری کے حضرت احمد دینوری مرید حضرت ممشاد دینوری کے۔ حضرت ممشاد دینوری مرید حضرت ہُبیرہ بصری کے۔ حضرت ہُبیرہ بصری مرید حضرت حُذیفہ مرعشی کے۔ حضرت حذیفہ مرعشی مرید حضرت ابراہیم بن ادہم کے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم مرید حضرت فُضیل بن عیاض کے حضرت فضیل بن

---

[1] یعنی فقہائے شافعیہ [2] ترجمہ۔ آپ فردوس والوں کے پیر ہیں۔

عیاض مرید حضرت عبدالواحد بن زید کے ۔ حضرت عبدالواحد بن زید مرید حضرت خواجہ حسن بصری کے ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔

حضرت ابوالنجیب سہروردی قدس سرہٗ کو حضرت وجیہہ الدین ابوحفص رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ دو اکابر بزرگ سے مزید اجازت ہے ۔

۱۔ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

۲۔ حضرت احمد غزالی قدس سرہٗ سے جو حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمت کے حقیقی بھائی ہیں ۔ حضرت احمد غزالی کا سلسلۂ طریقت یہ ہے ۔

۱۔ حضرت احمد غزالی ۔ ۲۔ حضرت ابوبکر نسّاج

۳۔ حضرت ابوالقاسم گرگانی ۴۔ حضرت ابوعثمان مغربی

۵۔ حضرت ابوعلی کاتب ۶۔ حضرت ابوعلی رودباری

۷۔ سید الطائفہ حضرت جُنید بغدادی ۔ قُدِّسَتْ اسرارہم

نفحات الانس (فارسی مؤلفہ مولانا عبدالرحمٰن جامی صاحب شرح جامی) میں حضرت خواجہ احمد غزالی کی وفات ۵۱۷ھ ہجری درج ہے ۔ "بلبل جنّت" مادہ تاریخ ہے ۔ حضرت ابوحفص کا وصال ۵۶۶ھ میں اور حضرت ابوالنجیب کا ۵۶۳ھ میں ہوا ۔ دونوں بزرگوں کے مزار بغداد شریف میں ہیں ۔ حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ حافظ محمد فریدالدین آروی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت ابوحفص حضرت ابوالنجیب کے عم بزرگوار ہیں ۔ فقط

جعفر علی فریدی غفر لہ و لجمیع المسلمین والمسلمات
از سمستی پور[1]

---

[1] ۔ صوبہ بہار میں مشہور سب ڈویژن ہے اور ریلوے جنکشن جہاں سے ہر چہار سمت ریل جاتی ہے اور مخدوم جلال پیر چشتی رح کا مزار زیارت گاہ ہے ۔

مکتوب ۔ ۳

قرۃ العین مُدعمرکم وعلیکم السّلام

بفضلہ تعالےٰ بخیر ہو گے اور متعلقین بعافیت ہوں گے۔ اچھے میاں ۔ جیّا میاں کی تعلیم وتربیت کی پوری نگرانی کرو اس میں کاہلی ہوگی تو خدا تعالیٰ کے یہاں بازپرسی ہوگی۔ کیونکہ یہ حقوق العباد ہیں ۔ اور حقوق العباد کی نگرانی کی اہمیت قرآن مجید اور حدیث شریف کے اوراق میں ہیں ۔ ماشاءاللہ عالم دین اور مدرس عربی دینیات ومفتی ہو۔

جونپور کے قیام میں صوفیائے جونپور میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے ایک مقولہ کا بڑا چرچا تھا ۔ اس مقولہ نے صوفیائے کے قلوب میں خاص مقام حاصل کر لیا تھا اس مقولہ کا ترجمہ یہ ہے۔

"جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس کو وہ افضل سمجھتا ہے۔"

چونکہ میرے مطالعہ میں اہلِ سنّت والجماعت کی کتب عقائد تھیں اس لئے اس فقرہ کا مطلب سمجھنے میں سخت الجھن ہوئی ۔ کتب عقائد میں باہمی فضیلت صحابہ ۔ مہاجرین وانصار عشرہ مبشرہ ۔ اہلِ بدر ۔ اہلِ احد کی تفصیل مذکور ہے صحابہ کے بعد تابعین اور تابعین کے بعد تبع تابعین کے درجہ ہیں ۔ اس خلش کے دور کرنے کے لئے کئی بزرگوں سے رجوع کیا ۔ لیکن تسکین خاطر نہیں ہوئی ۔ الجھاڑ میں پھنسا رہا ۔ برسہا برس کے بعد حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ حافظ محمد فریدالدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حضوری میں عرض کیا اس دم برادرانِ طریقت میں حضرت حافظ محمد عبدالصمد صاحب حافظ عبدالکریم صاحب مولوی تصدق حسین صاحب مولوی حاجی محمد مبارک حسین صاحب

حضرت مولوی شاہ محمد مصلح الدین صاحب موجود تھے۔ حضرت سلطان المشائخ اکردی سنے ارشاد فرمایا کہ شیخ الشیوخ قدس سرہٗ کا قول مبارک صحیح اور عقائد اہل سنّت کے بالکل موافق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ تابعین تبع تابعین کے بعد جو شخص جس بزرگ کا مرید ہے وہ اپنی ارادت میں اپنے پیر کو مشائخ زمانہ سے افضل سمجھتا ہے چونکہ مرید کے دل میں اپنے پیر کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں مجتہدین عظام بھی داخل نہیں کیونکہ مجتہد کی تقلید کے بغیر شریعت پر چلنا محال ہے۔ سنو! افضلیت دو طرح کی ہوتی ہے ایک افضلیت فی المرتبہ یعنی قرب الٰہی میں زیادہ مرتبہ والا ہونا اس افضلیت اور صحابہ کرام کی باہمی فضیلت کی پوری تصریح کتب عقائد میں مذکور ہے یہی عقیدہ حق ہے اور یہی عقیدہ ہمارے مشائخ سلسلہ مجددیہ آباد انیہ کے ہیں۔

دوم افضلیت فی المحبت۔ یعنی محبت والنس میں وارفتہ ہونا۔ یہ بمقتضائے احسان واکرام ہے۔ انسان بندہ احسان ہے۔ لہٰذا احسان مند محسن کی محبت میں زیادہ گرویدہ ہوتا ہے۔ یہ گرویدگی غیر اختیاری ہوتی ہے۔ پیر مرشد محسن ہے اور مرید احسان مند۔ لہٰذا اس احسان مندی کے سبب محبت میں زیادتی و فریفتگی ہوتی ہے بلکہ وارفتگی۔ اس وارفتگی کے سبب افضلیت کا ظہور سمجھا جاتا ہے خصوصاً فنا فی الشیخ کی منزل میں۔

اس طرح محبت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک فطری جو غیر اختیاری ہے جیسے باپ کی محبت فرزند سے خواہ نیک ہو یا بد۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے فرزند بد سے فطری محبت تھی کہ تقاضائے محبت میں فرمایا۔ یَا بُنَیَّ ارْکَبْ مَعَنَا۔ اے مرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی میں بیٹھو۔ اسی طرح بیٹے کو باپ سے ہوتی ہے اگرچہ باپ کافر گمراہ ہو جیسا کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ٥ پارہ ۱۹ رکوع ۵۔ اے مرے رب مرے باپ کو بخش دیجئے۔ کیونکہ وہ گمراہ ہے۔

دوسری محبت اختیاری محبت ہے۔ یہ وہ محبت ہے جس پر ترقی درجات اور

ثواب مرتب ہوتے ہیں ۔ یہ ذہنی محبت ہے ۔ یہی محبت اللہ ۔ رسول ۔ صحابہ ائمہ دین ۔ پیران طریقت اور پیر مرشد سے ہوتی ہے اس محبت کا ازدیاد عشق ہو جاتا ہے ۔ پھر وفور عشق میں یہ محبت غیر اختیاری ہو جاتی ہے اور فطری بن جاتی ہے چونکہ اس محبت کے حصول میں کسب و اختیار کو دخل ہے اور اس کا آغاز اختیار سے ہوتا ہے اس لئے یہ محبت پہلی قسم سے جداگانہ ہے فقط والدعا ۔ والسّلام علی المصطفیٰ والہ المجتبیٰ

جعفر علی فریدی غفرلہ ولائمۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

مکتوب ۔ ۴

فرزند ارجمند طال اللہ عمرکم واسعدکم فی الدارین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تعالیٰ عَلیٰ کُلِّ حَال ۔ وَالصَّلوٰۃ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مُرْشِدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ [۱]

امّا بعد ۔ خط سے العزیز کی خیریت اور بچوں کی حالت معلوم ہوئیں جس سے تسکین خاطر ہوئی بچوں کی تعلیم و تربیت کی پوری نگہداشت کرنا العزیز کا فرض ہے ۔ اس ذمہ داری کا پورا احساس کرو تاکہ ان کو دینی اور دنیوی سعادت حاصل ہو حدیث شریف میں ہے ۔ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ [۲]

سلسلہ قادریہ کے شجرات [۳] کی تفصیل علم میں آگئی ہوگی اب احقر غبار کوئے عارفاں شجرہ نقشبندیہ کی وضاحت کرتا ہے تاکہ العزیز کی آئندہ زندگی میں مشعل راہ طریقت ہو ۔ خانوادہ نقشبندیہ کے امام طریقت حضرت خواجہ خواجگاں خواجہ بہاؤالدین نقشبند

---

[۱] ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور ہمارے مرشد حضرت محمد ﷺ اور آپ کے حکم پر چلنے والوں پر درود سلام ہو۔

[۲] تم میں کا ہر شخص پاسبان ہے اس کی پاسبانی کی بابت روز قیامت پرسش ہوگی ۔

[۳] شجرات قادریہ کی تفصیل مکتوب نمبر ۷ میں آئے گی ۔

بخاری قدس سرہٗ ہیں۔ آپ کا اسم شریف محمد بن احمد ہے۔ بماہ محرم ۷۱۸ھ میں بمقام بخارا پیدا ہوئے اور ۷۹۱ھ میں بخارا کے موضع قصرِ عارفاں میں دفن ہوئے۔ قصرِ عرفاں مادہ سال وصال ہے۔ تہتر سال کی عمر پائی۔ آدابِ طریقت حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس سرہٗ سے اور فیض اُویسیت حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی روح پاک سے حاصل ہوئے۔ خانوادہ نقشبندیہ میں آپ کو خواجہ بزرگ اور خواجہ خواجگاں کہتے ہیں جس طرح سے خانوادہ چشتیہ میں حضرت خواجہ مُعین الدین سیجزی مدفون اجمیر شریف کو خواجہ بزرگ اور خواجہ خواجگان کہا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت امام حسن عسکری کی نسل پاک سے ہیں۔ حنفی مذہب رکھتے تھے۔ ذکر جلی سے اجتناب تھا ذکر خفی میں انہماک۔ حضرت نقشبند نے ذکر خفی کی ترویج کی اگرچہ آپ کے مشائخ ذکر جلی اور خفی دونوں کیا کرتے تھے۔ مشائخ کرام سے نقلاً مسموع ہوا ہے کہ حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ منجانب اللہ ذکر خفی کرنے اور کرانے پر مامور ہوئے تھے واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت نقشبند نے بوقت وفات وصیت فرمائی تھی کہ مرے جنازہ پر نہ کلمۂ شہادت پڑھا جائے اور نہ قرآن خوانی کی جائے بلکہ کسی خوش آواز سے یہ رباعی پڑھائی جائے۔

۵ مفلسانیم آمدہ در کوئے تو	شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما	آفریں بر دست و بر بازوئے تو

۲۔ ربیع الاول ۷۹۱ھ دوشنبہ کی رات میں موضع قصرِ عارفاں میں واصل بحق ہوئے قصرِ عرفاں مادہ وصال ہے۔

حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ طریقت کے اسناد کئی طُرق پر ہیں۔

دو طُرق وہ ہیں جن میں اسناد بواسطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔

---

۵ ترجمہ۔ آپ کے بارگاہ میں بھیگ مانگنے آیا ہوں۔ اللہ کے واسطے کچھ اپنے جمال کے صدقہ میں ہمارے جھولے کی طرف دستِ کرم بڑھائے۔ آپ کے دست و بازو پر آفریں ہوئے۔

تیسرا طریقہ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے سے سرور عالم صلے اللہ علیہ والہ وسلم تک منتہی ہوتا ہے۔

چوتھا طریقہ:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وصل ہوتا ہے جو اسناد حضرت صدیق اکبر کے ذریعہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں۔ وہ دو ہیں۔ ان میں باہم نسبت کا فرق ہے۔ ایک میں اتصال صحبت و ملاقات نہیں بلکہ اتصال نسبت و روحانیت ہے جس کو نسبت اویسی یا فیض اویسی کہتے ہیں۔ اس میں تربیت روح سے ہوتی ہے۔ صحبت میں رہنے سے نہیں۔ جیسا کہ حضرت خواجہ ابو علی فارمدی کو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کی روح پاک سے۔ اور حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کو حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ کی روح مقدس سے اور خواجہ بایزید بسطامی کو سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام کی روح بزرگ سے اس فیض اویسی کا ذکر حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری قدس سرہٗ نے رسالہ قدسیہ میں کیا ہے۔

اور شفاء العلیل مطبوعہ مجیدی کانپور ص ۱۵۳ کے "ف" میں مولوی خرم علی مرحوم نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد پارسا حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اس فیض اویسیت کا شجرہ یہ ہے۔

۱۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ
۳۔ حضرت سلمان فارسی
۴۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر
۵۔ حضرت امام جعفر
۶۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامی

۷۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی

۸۔ حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی

۹۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی۔

۱۰۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی

۱۱۔ حضرت، خواجہ عارف ریوگری

۱۲۔ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی

۱۳۔ حضرت خواجہ علی رامیتنی عرف خواجہ عزیزاں

۱۴۔ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی

۱۵۔ حضرت خواجہ سید امیر کلال

۱۶۔ حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے جو دوسرا طریقہ ہے اس کے ہر بزرگ کی ملاقات اور حصولِ تربیت دوسرے بزرگ سے ثابت ہے اس کو اتصال صحبت کہتے ہیں۔ اس کا شجرہ یہ ہے۔

۱۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق

۳۔ حضرت سلمان فارسی۔

۴۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر

۵۔ حضرت امام جعفر صادق

۶۔ حضرت امام موسیٰ کاظم

۷۔ حضرت امام علی رضا

۸۔ حضرت معروف کرخی

۹۔ حضرت سری سقطی

۱۰۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی

۱۱۔ حضرت ابوبکر شبلی

۱۲۔ حضرت شیخ ابوالقاسم نصرآبادی

۱۳۔ حضرت ابوعلی دقاق

۱۴۔ حضرت ابوالقاسم امام قشیری

۱۵۔ حضرت ابوعلی فارمدی

۱۶۔ خواجہ یوسف ہمدانی

۱۷۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی

۱۸۔ خواجہ عارف ریوگری

۱۹۔ خواجہ محمود الخیر فغنوی

۲۰۔ خواجہ علی رامیتنی عرف خواجہ عزیزاں ۔

۲۱۔ خواجہ محمد بابا سماسی

۲۲۔ خواجہ سید امیر کُلال

۲۳۔ خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہم ۔

شجرۂ مذکورہ میں کسی بزرگ سے انقطاعِ صحبت نہیں بلکہ ہر ایک میں اتصالِ صحبت اور ملاقات و تربیت ہے۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم، حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کے نانا ہیں۔ قسطلانی شرح بخاری میں ہے کہ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر تابعی اور مدینہ طیبہ کے فقہائے سبعہ کے ایک فرد ہیں۔ حافظ ابن حجر محدث نے سالِ وفات ۱۰۶ھ بتائی ہے۔ حضرت سلمان فارسی مشہور صحابی ہیں۔ سالِ وفات ۳۵ھ ہے۔ حضرت سلمان فارسی کو باوجود شرفِ صحابیت انتسابِ تربیت حضرت ابوبکر صدیق خلیفتہ الرسول سے ہے۔ حضرت سری سقطی سید الطائفہ جنید بغدادی کے ماموں ہیں۔ حضرت سری سقطی اور حضرت جنید بغدادی کے مزار بغداد شریف میں ہیں۔ حضرت سری سقطی کا وصال ۲۵۰ھ اور حضرت جنید کا ۲۹۷ھ میں ہے۔ حضرت ابوالقاسم نصر آبادی شیخ خراسان سے مشہور ہیں جن کے خلیفہ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی مشائخ قادریہ سے ہیں۔

تیسرا طریقہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے حضرت فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وصل ہوتا ہے۔ اس میں بھی اتصالِ صحبت و تربیت ہے۔ اس کا شجرہ یہ ہے۔

۱۔ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

۳۔ حضرت امام حسین

۴۔ حضرت امام زین العابدین

۵۔ حضرت امام باقر

۶۔ حضرت امام جعفر صادق	۱۵۔ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی
۷۔ حضرت امام موسیٰ کاظم	۱۶۔ حضرت ابوعلی فارمدی طوسی
۸۔ حضرت امام علی رضا	۱۷۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی
۹۔ حضرت شیخ معروف کرخی	۱۸۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی
۱۰۔ حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی	۱۹۔ حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری
۱۱۔ حضرت شیخ جنید بغدادی	۲۰۔ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی
۱۲۔ حضرت شیخ ابوعلی رودباری	۲۱۔ حضرت خواجہ علی رامیتنی
۱۳۔ حضرت شیخ ابوعلی کاتب	۲۲۔ حضرت خواجہ محمد باباسماسی
۱۴۔ حضرت شیخ ابوعثمان مغربی	۲۳۔ حضرت خواجہ سید امیر کلال

۲۴۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضرت ابوعلی فارمدی قدس سرہٗ (وفات ۴۷۵ھ) دو بزرگ کی صحبت میں بیٹھے اور تربیت حاصل کی۔ ایک حضرت امام ابوالقاسم قشیری (مولف رسالہ قشیریہ عربی) کی جن کا شجرہ شجرہ صدیقیہ متصلہ میں گزرا۔ دوئم حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کی جن کا شجرہ، شجرہ علویہ میں مذکور ہوا۔

چوتھا طریقہ ۔ جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے واسطہ سے منتہی ہوتا ہے۔ اس میں بھی اتصال تربیت ہے۔

حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت خواجہ حسن بصری	حضرت خواجہ حبیب عجمی
حضرت خواجہ داؤد طائی	حضرت شیخ معروف کرخی
حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی	حضرت جنید بغدادی

تا حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمہم اللہ تعالیٰ بتفصیل بالا شجرہ نمبر ۲، اور ۳

حضرت خواجہ حسن بصری مشہور تابعی، فقیہہ، راوی حدیث ہیں۔ آپ نے جن اکابر صحابہ کرام کی صحبت اٹھائی منجملہ ان کے حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوبکر

ہیں۔ حضرت خواجہ حسن بصری کی پیدائش دورِ فاروقی میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خانہ اقدس مدینہ منورہ میں ہوئی اور پرورش پائی چونکہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام المومنین کی باندی تھیں۔ آپ بعد شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ مدینہ طیّبہ سے چلے گئے۔ بصرہ میں مزار ہے جو مشہور ہے۔ حضرت خواجہ حبیب عجمی اور حضرت خواجہ داؤد طائی تبع تابعین ہیں۔ حضرت خواجہ داؤد طائی امام ابوحنیفہ کے بزرگ شاگرد اور عالم و عارف ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے احقر خاکپائے عارفین تک شجرہ کا اتصال درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت خواجہ نقشبند
۲۔ حضرت مولانا یعقوب چرخی
۳۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار
۴۔ حضرت خواجہ محمد زاہد
۵۔ حضرت خواجہ محمد درویش
۶۔ حضرت خواجہ محمد امکنگی
۷۔ حضرت خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ
۸۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی
۹۔ حضرت خواجہ سید آدم بنوری خلیفۃ الربانی
۱۰۔ حضرت پیر محمد خان لودی
۱۱۔ حضرت شاہ محمد خاں لودی
۱۲۔ حضرت شاہ محمد قریشی عباسی،
۱۳۔ حضرت شیخ محمد سندھی
۱۴۔ حضرت مولانا میر محمد زکریا
۱۵۔ حضرت صوفی شاہ محمد آبارانی

۱۶۔ حضرت حافظ شاہ احسان علی

۱۷۔ حضرت شاہ عبدالعلیم لوہاری

۱۸۔ حضرت حاجی دیدار علی غازی پوری

۱۹۔ حضرت سلطان المشائخ حافظ محمد فریدالدین

۲۰۔ حقیر غبار راہ عارفان جعفر علی فریدی

حضرت شاہ محمد خان لودی، حضرت شیخ سعدی بخاری لاہوری کی صحبت میں رہے۔ اور سرفراز خلافت ہوئے۔ حضرت شیخ سعدی لاہوری اور حضرت پیر محمد خان لودی دونوں پیر بھائی اور ہم صحبت ہیں۔ دونوں حضرت سید آدم بنوری کے خلیفہ ہیں۔ شیخ سعدی لاہوری کا مزار لاہور محلہ مزنگ قبرستان علیم الدین میں ہے۔ مزار پر پختہ خطیرہ ہے جس پر نام کندہ ہے۔ حضرت شیخ سعدی کو حضرت مولانا شیخ بقا نفر من الجن سے بھی خانوادہ نقشبندیہ کی اجازت ہے اور حضرت مولانا شیخ بقا حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ ہیں۔

روضتہ الاسلام میں بحوالہ حضرت حاجی محمد امین مجددی بدخشی مرحوم مرقوم ہے کہ حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ مادرزاد ولی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ فیض یاب ہیں۔ خزینتہ الاصفیاء (فارسی) میں مذکور ہے کہ شیخ سعدی کو حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی فرزندی میں لیا ہے (تفصیل حال خزینتہ الاصفیاء مفتی غلام سرور میں مذکور ہے)

نور القلوب (فارسی) میں تحریر ہے کہ حضرت شیخ محمد سندھی اور حضرت مولانا میر محمد زکریا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما کو بھی حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ فیض (اویسی) حاصل ہوا ہے۔ حضرت مولانا میر محمد زکریا غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسل پاک سے تھے اور حضرت غوث اعظم سے بھی فیض اویسی رکھتے تھے۔ حضرت امام الزاہدین حافظ احسان علی فریدی پاک پٹنی رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت خضر علیہ السلام نے نبض ملا تھا خلیفتہ الربانی قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید آدم بنوری رحمتہ اللہ علیہ مہاجر مدینہ طیبہ کو حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب خاص اور

فیض بلا واسطہ حاصل رہا ہے۔ بارہا آپ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک بار حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا!

جس نے آپ سے مصافحہ کیا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا

اور جس نے مجھ سے مصافحہ کیا وہ بخشا گیا

اس ارشاد پر آپ نے مریدین ومعتقدین کو جمع کیا اور سبھوں سے مصافحہ کیا۔ اس طرح کا شرف مدینہ منورہ کے قیام میں کئی بار ظہور میں آیا۔ جب آپ مدینہ شریف میں حاضر ہوئے اور روضۂ پاک پر سلام عرض کیا تو جواب سے شرف یاب ہوئے اور روضۂ اقدس خود بخود کھلا اور مرقد مبارک سے دست پاک نمودار ہوا۔ آپ نے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت سارا مدینہ نور ہی نور ہو گیا۔

آپ کے مریدین کی تعداد پانچ لاکھ تھی جس میں ۱۰۰ اشخاص ایسے صاحب کمال ہوئے جنہوں نے دوسروں کو بھی اہل کمال کیا۔ آپ نے بوقت خاص بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ "اے رب! میرا متوسل اس کو کر جو قضائے مبرم میں مغفور ہو اور جو میرے یہاں کا ناقص ہو اس کو بروز قیامت اولیاء کاملین میں حشر کرے" یہ دعا مقبول ہوئی اور اس کی قبولیت کے آثار بارگاہ نبوت سے بطور بشارت علم میں آئے۔ آپ کا وصال ۱۳ محرم ۱۰۵۳ھ مدینہ منورہ میں ہوا۔ اور جنت البقیع میں سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان کے گنبد سے بالکل متصل دفن کئے گئے۔ مدفون بجوار عثمان، مادۂ تاریخ وصال ہے۔ "حافظ دین" سے بھی ۱۰۵۳ سال وفات نکلتا ہے۔ ۱۰۵۳ روضۃ الاسلام، تذکرۂ آدمیہ، خزینۃ الاصفیاء جلد اول، حضرات القدس میں آپ کے حالات درج ہیں۔

فقط

جعفر علی فریدی عفرلہ ستی پور ضلع در بھنگا

۲۷ جمادی الاول سنہ ۱۳۸۱ھ

مکتوب ۔ ۵

سردرتلبی مولوی محمد ابراہیم فریدی ۔ بارک اللہ تعالیٰ فی علمکم وعملکم[ے] وعلیکم السلام بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہوں۔

مولانا بدرالدین علیہ الرحمۃ کتاب "حضرات القدس" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ سید آدم بنوری حسینی سید مادر زاد ولی رسید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاص عطیہ تھے، جو آپ کے پدر بزرگوار کو عطا ہوا تھا۔ آپ کی خانقاہ سے روزانہ دونوں وقت ہزار طلباء کھانا کھایا کرتے تھے۔ بڑے پابند سنت اور طریقت میں بڑے صاحب استقامت بزرگ تھے۔ ہزاروں طلبہ آپ کی توجہ سے صاحب ولایت ہوئے

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نوراللہ مرقدہٗ والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کا ارادہ بیعت ہونے کا ہوا تو حضرت خواجہ سید عبداللہ عرف خواجہ خرد دہلوی (نبیرہ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی دہلوی) سے مشورہ کیا۔ حضرت خواجہ خرد نے فرمایا کہ فی زمانہ حضرت سید آدم بنوری سے بڑھ کر متبع سنت اور مستقیم الطریقہ نظر نہیں آتا ہے۔ لہٰذا ان کے کسی خلیفہ سے مرید ہو جاؤ۔ اس وقت دہلی میں حضرت خواجہ سید عبداللہ قدس سرہٗ موجود تھے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب حضرت سید عبداللہ سے بیعت ہوئے اور تربیت حاصل کی۔ حضرت آدم بنوری حنفی طریقہ رکھتے تھے۔ خلیفۃ الربانی قطب الاقطاب القاب تھے۔ حضرت سید آدم بنوری مولانا شیخ محمد طاہر قادری لاہوری کی بھی صحبت میں رہے۔ اور سرفراز خلافت ہوئے۔ حضرت شیخ محمد طاہر کو اہل لاہور بندگی شیخ طاہر کہتے ہیں۔ لاہور رنگ میں مزار ہے حضرت شیخ محمد طاہر قادری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ اسکندر قادری نبیرہ حضرت شاہ کمال

ے اللہ تعالیٰ علم و عمل میں برکت عطا فرمائے

کیتھلی قادری کے مرید اور خلیفہ ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادگان حضرت محمد سعید اور حضرت محمد معصوم کے استاد ہیں۔ لاہور کے شاہ ولایت بزرگ اور صاحب ارشاد شیخ تھے۔ آپ کی محفل ذکر میں اولیاء کبار کی ارواح طیّبہ جلوہ گری کرتیں اور فیوض سے حاضرین کو بہرہ یاب فرماتیں۔ بارہا حضرت غوث الاعظمؒ حضرت خواجہ نقشبند، حضرت بابا فرید گنج شکر کی ارواح مقدسہ رونق افروز ہو کر فیض رسانی کرتیں۔ سلسلہ قادریہ میں بڑے ممتاز بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ سے فیوض قادریہ کے حصول کے لئے مشائخ وقت قدم رنجہ فرماتے اور فیض یاب ہو کے مراجعت فرماتے۔ آپ پر بارہا الہام ہوا کہ ۔

بگو اے طاہر قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃِ کُلّ ولیّ اللہِ [1]

لیکن بپاس ادب کبھی زبان پر نہیں لائے اور بالحاح عرض کیا:

یارب ایں درجہ معلی و رتبہ عالی بحضرت غوث الاعظم سزاوار ست
مرا ہمیں بس ست کہ یکے از کمترین مریدان و پیران جناب غوثیہ باشم [2]

حضرت بندگی طاہر قادری متبحر عالم جید مدرس، حدیث و فقہ و تفسیر پر بڑا عبور تھا۔ ذریعہ معاش مدرسی لاہور کی اقامت میں کتب حدیث و فقہ کی کتابت اور تصحیح و تحشیہ کی اجرت تھی۔ رمضان شریف میں اعتکاف کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ عشرہ اخیرہ میں معتقدین کے ساتھ معتکف ہوتے۔ اس اعتکاف میں رب تعالیٰ کے خاص انعام سے متمتع ہوتے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خاص الطاف و اکرام شامل حال ہوتا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی خاص نوازش ہوتی۔ کئی بار یہ شرف ملا کہ حضرت رحمۃ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] مرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے

[2] اے پروردگار یہ درجہ عالی اور بلند رتبہ حضرت غوث الاعظم (سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ) کے شایان شان ہے میرے لئے یہی بس ہے کہ میں حضرت غوث الاعظم کے ادنیٰ مریدوں اور تابع داروں میں ہوں۔

بنفس نفیس مع صحابہ کبار کے رونق افروز ہوئے۔ جس سے جملہ اعتکاف کنندگان کی ظاہری اور باطنی درخشانی ہوئی۔

حضرت خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کی تعلیم و تدریس کے ایام میں حضرت مجدد الف ثانی کی صحبت میں رہے اور اکتساب فیض کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی خلافت سے معزز فرمایا۔ ۲۰ محرم روز پنجشنبہ (جمعرات) ۱۰۴۷ھ تاریخ وفات ہے۔ بوقت چاشت لاہور میں وصال ہوا "آہ معرفت مُرد" مادہ سال وصال ہے۔ عمر ۵۷ سال کی ہوئی۔ احقر کی بیعت قادری ہے اور حضرت پیر مرشد کی بھی حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ میری اور حضرت میاں صاحب اور دادا پیر اور اس سے اوپر کے مشائخ کی بیعت سلسلہ قادریہ کی ہے۔ حضرت عاشق الٰہی صوفی آبادانی رحمتہ اللہ علیہ بھی عموماً قادری بیعت لیا کرتے تھے۔ کبھی مرید کو شجرہ قادریہ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا آبائی شجرہ عطا کرتے تھے۔ نقشبندیہ و چشتیہ میں طالب کی خواہش پر بیعت لی جاتی ہے۔ غلبہ قادریہ نسبت کا ہے۔ فقط

جعفر علی فریدی۔ از سمتی پور ضلع در بھنگہ

مکتوب ۔ ۶

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم

جان پدر زید عمرکم سلام مسنون

خط ملا بفضلہ تعالیٰ حالات قرین شکر ہیں کوئی امر قابل تشویش نہیں حضرت دادا پیر میاں صاحب حضرت حاجی دیدار علی خان خانہ پوری قدس سرہٗ کو سلسلہ نقشبندیہ کی مزید اجازت حضرت گلزار شاہ صاحب نقشبندی ساکن کشنی ضلع سلطان پور نے بھی دی ہے اور مکرمی جناب صوفی شاہ محمد جان صاحب سجادہ نشین دلید پور ضلع اعظم گڑھ (۸ صفر ۱۳۵۴ھ دلید پور میں وصال فرمایا۔ درگاہ میں دفن ہوئے۔ اردو، فارسی، ہندی میں صوفیانہ کلام کہا ہے جس کا بیشتر حصہ طبع ہو گیا

ہے۔ آپ کا ذکر آئینہ مبارک میں ہے) نے فرمایا کہ حضرت چراغ ربانی، مولانا محمد کامل نعمانی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی حضرت شاہ صاحب نے اجازت دی تھی۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرید خاص حضرت حافظ امام الدین صاحب نقشبندی جونپوری کی تربیت ہمارے میاں صاحب غازی پوری کے سپرد کی تھی۔ حضرت میاں صاحب تربیت فرماتے رہے۔ اسی دوران میں حضرت حافظ صاحب مسافر حجاز ہوئے اور اثنائے سفر میں دست وقے کے مریض ہوئے۔ اسی مرض میں سفر آخرت اختیار کیا۔ حضرت حافظ امام الدین صاحب نے بوقت وفات مریدوں سے ارشاد کیا کہ حضرت حاجی دیدار علی صاحب قبلہ کا مقولہ بالکل راست آیا کہ جس کا سلوک زندگی میں طے نہ ہوا ہو اس کا بوقت وفات طے ہو جاتا ہے۔ اس وقت ہمارے سارے مقامات کھل گئے۔ اس کی اطلاع حاجی صاحب قبلہ کو کر دینا چنانچہ حافظ صاحب کے مرید جناب قاضی محمد خلیل صاحب جونپوری نے بذریعہ خط حضرت میاں صاحب کو غازی پور اطلاع کی۔ جونپور میں حضرت حافظ صاحب کا مدرسہ حفظ قرآن کریم میں مشہور تھا۔ حضرت حافظ صاحب خود درس دیا کرتے تھے۔ حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ حافظ محمد فرید الدین قدس سرہ نے قرآن مجید کا حفظ آپ سے کیا۔ اور طریقت کی ابتدائی تربیت آپ ہی سے حاصل کی۔ آپ کا مدرسہ حافظ امام الدین کا مدرسہ کہلاتا تھا۔ حضرت گلزار شاہ صاحب نقشبندی بزرگ اور صاحب کشف درویش ہوئے ہیں۔ حکیم مولانا محمد عمر صاحب مؤئی مقیم سمستی پور نے ایک بار راقم الحروف سے فرمایا کہ حضرت قدوۃ العرفاء شاہ عبدالعلیم علوی لعاری قدس سرہ اعظم گڑھ سے بہ ارادہ حج چلے۔ رائے بریلی کے پاس سے حضرت گلزار شاہ صاحب ملنے آئے اور اپنے ہمراہیوں سے کہا چند یہ پیر صاحب کی قسمت میں حج نہیں ہے مگر ارادہ کر لیا ہے۔ یہ فقرہ حضرت قدوۃ العرفاء کے سمع مبارک میں پہنچا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا "ہاں مگر نیت اور ارادہ کا ثواب ملے گا!"

حضرت گلزار شاہ صاحب نقشبندی قدس سرہٗ کا سلسلۂ طریقت یہ ہے۔

۱۔ حضرت گلزار شاہ صاحب
۲۔ حضرت مولوی ابوالحسن
۳۔ حضرت مولوی مراد اللہ
۴۔ حضرت مولوی نعیم اللہ بہرائچی
۵۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں دہلوی
۶۔ حضرت سید نور محمد بدایونی
۷۔ حضرت شیخ سیف الدین
۸۔ حضرت شیخ محمد معصوم سرہندی
۹۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد

حضرت گلزار شاہ صاحب نقشبندی کے ایک مرید بلکہ خلیفہ حضرت عبداللہ صاحب گورکھپور جامع مسجد کے پاس رہا کرتے تھے۔ احقر آپ کی خدمت میں طالب علمی کے دور میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ مزار محلہ پہاڑپور کی مسجد کے صحن میں واقع ہے۔ یہ محلہ جامع مسجد کے قریب ہے۔

سلسلہ ابادانیہ میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کی اجازت و نسبت ہے اور سلسلہ نظامیہ کی نسبت اویسی ہے یعنی عاشق الٰہی صوفی شاہ آبادانی مدفون دہلی کو بلاواسطہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی سے نسبت روحانیت حاصل ہے۔

بعنایت الٰہی و توجہ مرشد سے اس گنہگار کفش بردار اولیاء کو حضرت غریب نواز اجمیری اور مخدوم محمد اشرف کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ سے بلاواسطہ فیض اویسی حاصل ہوا ہے۔

سلسلہ ابادانیہ میں چشتیہ صابریہ کا شجرہ یہ ہے۔

۱۔ عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ آبادانی
۲۔ حضرت مولانا میر محمد زکریا
۳۔ حضرت شیخ محمد سندھی
۴۔ حضرت شیخ محمد عباسی
۵۔ حضرت شاہ محمد خاں لودی
۶۔ حضرت پیر محمد خاں لودی
۷۔ حضرت شیخ آدم بنوری
۸۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی
۹۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی
۱۰۔ حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی
۱۱۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی
۱۲۔ حضرت شیخ محمد بن عارف

۱۳ حضرت شیخ محمد عارف ۱۴ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی
۱۵ حضرت شیخ جلال الدین کبیرالاولیاء ۱۶ حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی
۱۷ حضرت شیخ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری
۱۸ شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر
۱۹ حضرت قطب الدین بختیار کاکی
۲۰ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین سجزی اجمیری رحمۃ اللہ علیہم

حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی کے والد محترم ہیں۔ حضرت شیخ کو چشتیہ کی اجازت و تربیت حضرت شیخ رکن الدین ولد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے ہے۔ اور قادریہ کی اجازت و تربیت حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی چشتیہ میں مرید حضرت شیخ گنگوہی کے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ سلاسل قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ کی اجازت و خلافت فیوضات مسلسل اس خاکپائے مشائخ جعفر علی فریدی عفرلہٗ تک آئیں۔ فقط والدعا

جعفر علی فریدی عفرلہٗ ولامتہ رسولہ

مکتوب ۔ ۷

باسمہٖ تعالیٰ

عزیز از جاں مولوی مفتی محمد ابراہیم فریدی سلامت باشید۔ وعلیکم السلام

تمہاری والدہ دعا کہتی ہیں اور علیل ہیں۔ عزیزہ مومنہ اور زیب النساء بخیریت ہیں۔ خط کے جواب میں لکھ رہا ہوں کہ ایک رات بعد نماز عشا حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ حافظ شاہ محمد فریدالدین (مدفون آرہ ۲۵ محرم ۱۳۲۴ھ) قدس سرہٗ کا پیر دبا رہا تھا۔ برادران طریقت باادب بیٹھے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت صوفیاء ہر دور میں رہے ہیں اور رہیں گے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ان بزرگوں کو صحابہ کرام کہا گیا اور دور صحابہ میں تابعین اور تابعین کے عہد میں بعد تبع تابعین کہلائے۔ اس عہد کے بعد

یہ حضرات عباد و زہاد کہلانے لگے۔ یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ ہر باطل و گمراہ فرقہ نے اپنے مخصوص فرد کو اسی لقب سے شہرت دی جس سے حق و باطل کا امتیاز جاتا رہا۔ پھر اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت نے لفظ صوفی چنا جو دوسری صدی میں شہرت پذیر ہوا۔ اس شہرت کے بعد جملہ عباد و زہاد کی جماعت خواہ مبلغ ہو یا زاویہ نشیں سب صوفیاء کہلائے۔ پھر ان حضرات نے تزکیہ نفس اور تبلیغی خدمات میں بڑی سرگرمی کی جس سے جماعت بڑھی یہی جماعت خانوادہ کہلائی۔ پھر یہ خانوادہ اپنے رہبر کے نام سے موسوم ہوا۔ جن میں چودہ[۱۴] خانوادے اصل قرار دیئے گئے اور باقی فروع ہمارے لئے یہ جملہ خانوادے قابل تعظیم و تکریم ہیں اس لئے کہ سب کے رہبر و اصل باللہ ہوئے ہیں۔ یہ سمجھو کہ جملہ خانوادے بمنزلہ دریا ہیں جو ایک سمندر سے نکلے ہیں۔ اور پھر اسی میں جاملے ہیں۔ ہم اس خط میں اولاً ان خانوادوں کا ذکر کریں گے جن کو مشائخ کرام اصول کہتے ہیں۔ پھر فروع خانوادوں کا ذکر کیا جائے گا یہی خانوادے تمام روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔

انہی خانوادوں کے افراد قطب، ابدال، اوتاد، نقباء، نجباء، غوث کہلاتے ہیں
چودہ[۱۴] خانوادوں کی تفصیل یہ ہے جو اصول کہلاتے ہیں۔

(۱) **زیدیہ** حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہٗ سے نسبت ہے جو حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ حسن بصری کو حسن لولوئی بھی کہتے ہیں اس لئے کہ گوہر فروش تھے۔ کثیر صحابہ کو دیکھا۔ تابعی اور فقیہہ و محدث تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابن عباس، حضرت انس وغیرہ صحابی سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

یکم رجب ۱۱۰ھ بصرہ میں فوت ہوئے۔ مولد مدینہ طیبہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خانہ شریف اور عہد فاروقی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بعد ولادت تحنیک کی اکمال فی اسماء رجال میں ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے منہ میں اپنی چھاتی کی گھنڈی رکھ دیتیں جس کو آپ چوستے اور تسکین پاتے جب کہ آپ کی ماں باہر چلی جاتیں۔ حضرت عثمان

غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ بصرہ چلے آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مدنی زندگی کی مدت میں نا معلوم کتنے بار ملاقات ہوئی ہوگی۔ حضرت خواجہ عبدالواحد کا وصال ۲۷ صفر ۱۷۷ھ بمقام بصرہ ہوا۔

(۲) **عیاضیہ** حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہ کی طرف منسوب ہے جو خاندان بنو تمیم کے فرد اور خواجہ عبدالواحد کے مرید ہیں۔ مکہ مکرمہ محرم ۱۸۷ھ میں فوت ہوئے باب جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔

(۳) **ادہمیہ** حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی قدس سرہٗ کی جانب منسوب ہے جو حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کے خلیفہ ہیں۔ مدفن کا صحیح علم نہیں۔ بعض بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل کے پہلو میں کہتے ہیں اور بعض شام میں حضرت لوط علیہ السلام کی قبر کے قریب بتلاتے ہیں۔ اسی طرح تاریخ سال وفات میں بھی اختلاف ہے ۱۶۱ھ، ۱۶۲ھ، ۱۶۶ھ غرہ شوال۔ ۶ جمادی الاول منقول ہے۔ سیر الاقطاب میں ۲۶ جمادی الاول ۲۸۰ھ لکھا ہے۔

(۴) **ہبیریہ** خواجہ ہبیرہ بصری علیہ الرحمہ سے منسوب ہے جو حضرت حذیفہ مرعشی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اور حضرت حذیفہ مرعشی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت ہبیرہ بصری کی وفات ۷ شوال ۲۸۷ھ ہے مزار بصرہ میں ہے۔

(۵) **چشتیہ** حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری سے ہے (دینور قصبہ کا نام ہے دال کو زیر ی۔ کو جزم۔ نون کو زبر) جو حضرت خواجہ ہبیرہ بصری کے خلیفہ ہیں۔ خانوادے ہبیریہ، عیاضیہ، ادہمیہ سلسلہ چشتیہ میں داخل ہیں۔ چونکہ ان خانوادوں کے پیش رو سلسلہ چشتیہ کے مشائخ ہیں۔ چشت ایک قصبہ[1] کا نام ہے جہاں حضرت ابو اسحاق شامی سے حضرت مودود چشتی تک مشائخ نے قیام پذیر ہو کر اشاعت طریقہ کی

---

[1] دررہ کوہ ہرات میں قصبہ ہے جس کو ساملاں بھی کہتے ہیں۔

ممشاد، محمد شاد کا مخفف ہے۔ حضرت ممشاد علو قدس سرہٗ کا وصال ۱۴ محرم ۲۹۹ھ ہے۔ ہندوستان میں یہ سلسلہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہٗ سے آیا اور حضرت بابا گنج شکر کے خلفاء حضرت مخدوم سید علی احمد صابری اکلیری اور خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے ہند اور بیرون ہند پھیلا۔

(۶) **عجمیہ** حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس سرہٗ سے نسبت ہے جو حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ آپ فارس کے رہنے والے، ابو محمد کنیت ہے بہت سے مشائخ کی صحبت اٹھائی ۱۲۵ھ میں بمقام بصرہ فوت ہوئے۔ وہیں دفن کئے گئے۔

(۷) **طیفوریہ** سلطان الاولیاء خواجہ بایزید بسطامی سے نسبت ہے جن کا نام طیفور ہے۔ والد کا عیسیٰ دادا کا آدم۔ حضرت آدم مسلمان ہوئے۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ حضرت بایزید ایک سو تیرہ[۱۱۳] مشائخ کی خدمت میں رہے۔ ان میں سے امام جعفر صادق، حضرت ابو حفص حدّاد، حضرت یحییٰ بن معاذ، حضرت شقیق بلخی رحمتہ اللہ علیہم ہیں۔ پندرہ شعبان ۲۶۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ مزار بسطام میں ہے۔

(۸) **کرخیہ** نسبت حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ سے ہے جو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے خلیفہ ہیں۔ ۲ محرم ۲۰۰ھ میں وصال ہوا۔ بغداد شریف میں دفن ہیں مشائخ کرام نے فرمایا۔

"قبر حضرت معروف کرخی تریاق مجرب است برائے نفاذ حاجات و اجابت دعوات"[ع]

(۹) **سقطیہ** حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ سے نسبت ہے۔ آپ کی کنیت ابو الحسین ہے۔ حضرت معروف کرخی کے مرید و خلیفہ ہیں اور حضرت جنید کے ماموں، تیئس[۲۳]

ع حضرت معروف کرخی کا مزار شریف، دعاؤں کی قبولیت اور حاجت روائی کے لئے تریاق مجرب ہے

رمضان شریف ۲۵۹ھ منگل کے دن بعد نماز فجر انتقال کیا۔ مزار بغداد شریف میں ہے

(۱۰) **جنیدیہ** حضرت جنید بغدادی سید الطائفہ سے ہے۔ آپ کی کنیت اور لقب سید الطائفہ اور طاؤس العلماء ہے۔ بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے اور دفن ہوئے۔

(۱۱) **گاذوردیہ** حضرت خواجہ ابو اسحاق گاذورونی سے ہے جو حضرت ابو عبداللہ خفیف کے مرید۔ حضرت خفیف، حضرت جعفر حداد کے وہ حضرت ابو عمر اصطخری کے۔ وہ حضرت ابو تراب نخشی کے۔ وہ حضرت شقیق بلخی کے وہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم کے رحمتہ اللہ علیہم۔ گاذرون فارس کے علاقہ میں قصبہ ہے۔ ماہ ذیعقد ۴۲۶ھ میں خواجہ ابو اسحاق نے وفات پائی۔ اس کو خانوادہ اویسیہ بھی کہتے ہیں اس لئے کہ شجرہ میں حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی کے بعد حضرت موسیٰ بن نیر رائی ہیں۔ پھر حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو مشہور تابعی و ثنا فی حب رسولؐ ہیں۔

(۱۲) **طوسیہ** حضرت خواجہ علاؤالدین طوسی سے جو حضرت وجیہہ الدین ابو حفص بن عمر کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت وجیہہ الدین ابو حفص بن عمر کا انتقال ۵۶۶ھ میں بمقام بغداد شریف ہوا۔

(۱۳) **سہروردیہ** حضرت ابو نجیب ضیاء الدین، عبدالقاہر سہروردی صدیقی النسب سے جو حضرت وجیہہ الدین ابو حفص بن عمر رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ نیز آپ کو حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے اور حضرت احمد غزالی قدس سرہما سے بھی اجازت ہے۔ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۵۶۳ھ میں واصل باللہ ہوئے بغداد شریف میں دفن ہوئے۔

(۱۴) **فردوسیہ** مولانا نجم الدین کبریٰ فردوسی سے جو حضرت ابو نجیب عبدالقاہر سہروردی کے خلیفہ ہیں۔ حلب کے قرب و جوار میں فردوس ایک گاؤں کا نام

ہے جہاں مولانا سکونت پذیر تھے۔ مولانا کی وفات ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۶۱۸ھ
ہے، قبر خوارزم میں ہے۔
ان چودہ خانوادوں کے علاوہ جو بھی خانوادے ہیں ان کو مشائخ کرام نے فروع شمار
کیا ہے۔ فروع کی تعداد بہت ہے۔ مشاہیر کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

فروع خانوادے

(۱) **قادریہ** حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہٗ سے
نسبت ہے۔ آپ حسنی اور حسینی سید ہیں۔ کنیت ابو محمد۔ وطن گیلان۔ گیلان
کو جیلان اور جیل، گیل بھی کہتے ہیں۔ یہ طبرستان کے علاقہ میں ہے۔ اب
اس کو نبق کہتے ہیں۔ والد کا نام ابو صالح موسیٰ جنگی دوست۔ والدہ کا نام
امّ الخیر فاطمہ۔ نانا کا نام ابو عبداللہ صومعی ۴۷۱ھ میں ولادت ہوئی عشق
مادہ تاریخ ہے۔ عمر اکانوے ۹۱ سال کی، مادہ کمال۔ وصال ۵۶۱ھ۔ مادہ کمال
۵۶۱ھ
عشق ہے۔ لقب محی الدین ہے۔ اس لئے کہ آپ نے دین کی تجدید کی اور
دین میں جو خرابیاں آ گئی تھیں ان کو دور کیا۔ چالیس سال وعظ کہا۔ یعنی
۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔
تینتیس سال فتوے دیئے۔ اس سلسلہ عالیہ میں خانوادہ کرخیہ، سقطیہ، جنیدیہ
شامل ہیں بلکہ عجمیہ بھی۔ آپ کے القاب غوث اعظم اور محبوب سبحانی بھی ہیں۔
آپ کے شجرہ کا اتصال حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طریقہ "آبادائیہ"
میں تین طرق سے ہے۔ تینوں میں اتصال صحبت اور تربیت ہے۔

(۱) **پہلا طریقہ**۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے واسطے سے سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم تک پہنچتا ہے جو طریقہ آبائی حضرت غوث اعظم کا ہے۔

(۲) **دوسرا طریقہ** حضرت امام حسین علیہ السلام کے واسطے سے سید الانبیاءؐ

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچتا ہے جس میں ائمہ اہلبیت حضرت امام علی رضا علیہ السلام تک ہیں۔

(۳) تیسرا طریقہ حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ کے واسطہ سے ہے جس میں خانوادہ عجمیہ بھی ہے

ہر طریقہ (شجرہ) کی تفصیل سطور ذیل میں ہے۔

۱۔ پہلا طریقہ یعنی شجرہ آبائی یہ ہے۔

۱۔ حضرت محی الدین ابو محمد سید عبدالقادرؒ جیلانی حنبلی رحمتہ اللہ علیہ۔

۲۔ حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی دوست

۳۔ حضرت سید عبداللہ

۴۔ حضرت سید یحییٰ زاہد

۵۔ حضرت سید محمد مورث

۶۔ حضرت سید داؤد

۷۔ حضرت سید موسیٰ ثانی

۸۔ حضرت سید عبداللہ مورث

۹۔ حضرت سید موسیٰ جون

۱۰۔ حضرت سید عبداللہ محض

۱۱۔ حضرت سید ابوالحسن

۱۲۔ حضرت حسن مثنیٰ

۱۳۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ

۱۴۔ حضرت علی مرتضیٰؓ خلیفتہ الرسولؐ

۱۵۔ حضرت خاتم الانبیاء سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

۲۔ دوسرا طریقہ یعنی شجرہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ہے جو عموماً سلسلہ قادریہ میں رائج ہے۔

۱۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

۳۔ حضرت امام حسین

۴۔ حضرت امام زین العابدین

۵۔ حضرت امام باقر

۶۔ حضرت امام جعفر صادق

۷۔ حضرت امام موسیٰ کاظم

۸۔ حضرت امام علی رضا

۹۔ حضرت شیخ معروف کرخی

۱۰۔ حضرت عبداللہ سری سقطی

۱۱۔ حضرت جنید بغدادی

۱۲۔ حضرت ابوبکر شبلی

۱۳۔ حضرت شیخ ابوالقاسم ابراہیم نصرآبادی

۱۴۔ حضرت عبدالواحد تمیمی ۱۵۔ حضرت ابوالفرح یوسف طرطوسی

۱۶۔ حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری ۱۷۔ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی

۱۸۔ حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم

۳۔ تیسرا طریقہ (شجرہ) حضرت خواجہ حسن بصری سے ہے جس میں خانوادہ عجمیہ بھی ہے۔

۱۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۔ حضرت خواجہ حسن بصری

۴۔ حضرت شیخ حبیب عجمی ۵۔ حضرت امام داؤد طائی

۶۔ حضرت شیخ معروف کرخی ۷۔ حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی

۸۔ حضرت شیخ جنید بغدادی ۹۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلی

۱۰۔ حضرت شیخ ابوالقاسم نصر آبادی ۱۱۔ حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی

۱۲۔ حضرت شیخ ابوالفرح یوسف طرطوسی

۱۳۔ حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری ۱۴۔ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی

۱۵۔ حضرت پیران پیر دستگیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

۲۔ **یسویہ** حضرت احمد یسوی پیر ترکستان سے ہے جن کا سلسلہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے ملتا ہے۔

۳۔ **نقشبندیہ** حضرت خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبند سے نسبت ہے جو حضرت خواجہ امام حسن عسکری کی نسل سے ہیں۔ بخارا محرم ۷۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۹۱ھ بخارا قصر عارفاں میں دفن ہوئے۔ نام "محمد" مذہباً حنفی۔ آپ کے خانوادہ کے شجرے ۳۔ طریق پر ہیں۔ ایک میں صرف نسبت اویسیت اور فیض روحانیت ہے اس شجرہ میں حضرت بایزید بسطامی اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کے اسمائیں دوسرے اور تیسرے طریق میں اتصال صحبت و تربیت ہے۔ ؎

؎ تینوں طرق کے شجرے ہم نے ذیل مکتوب ۳۱ میں گذرے۔

۴۔ **نوریہ** حضرت سید ابوالحسین احمد نوری بغدادی قدس سرہ سے ہے جو حضرت خواجہ سری سقطی کے مرید و خلیفہ اور حضرت جنید بغدادی کے ہمعصر اور شیخ وقت تھے آپ کو امیر القلوب کہا کرتے تھے۔ سال وفات ۲۹۴ھ یا ۲۹۵ھ ہے۔ بغداد شریف میں مزار ہے[۳]۔

۵۔ **خضرویہ** حضرت خواجہ احمد خضرویہ سے نسبت ہے۔ جن کی کنیت ابو حامد اور سکونت بلخ ہے۔ حضرت حاتم اصم کے مرید جو حضرت شقیق بلخی کے مرید و خلیفہ حضرت شقیق بلخی حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی قدس سرہ کے۔ حضرت احمد خضرویہ کا طریقہ ملامتیہ کہلاتا ہے۔ ملامتیہ کا معنی بے شرع ہونے کے نہیں ہیں بلکہ اپنے اعمال حسنہ کو چھپا کر رکھنے کے ہیں۔ حضرت احمد خضرویہ کا وصال بعمر ۹۵ سال ۲۴۰ھ میں بمقام بلخ ہوا۔

۶۔ **شطاریہ** اس خانوادہ کے متعدد نام ہیں۔ ہندوستان میں شطاریہ کہلاتا ہے چونکہ ہندوستان میں حضرت شاہ عبد اللہ شطاری سے پھیلا۔ ایران و توران میں عشقیہ کہلاتا ہے۔ روم میں "بسطامیہ" حضرت شاہ عبد اللہ شطاری کا وطن بخارا ہے اور نسل میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے ہیں۔ سلسلہ طریقت یہ ہے۔ حضرت عبد اللہ شطاری مرید شیخ محمد طیفوریہ کے وہ شیخ محمد عاشق کے وہ شیخ خدا قلی کے وہ شیخ محمد قلی ماوراء النہری کے وہ شیخ ابوالحسن خرقانی کے وہ مولانا ابو المظفر ترک طوسی کے، وہ مرید خواجہ ابو یزید عشقی کے وہ شیخ محمد مغربی کے وہ شیخ بایزید بسطامی کے۔

نقشبندیہ میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کو حضرت خواجہ بایزید بسطامی سلطان العارفین کی روحانیت سے تربیت ہوئی جو تربیت اویسی کہلاتی ہے۔ شطاریہ میں مولانا ابو المظفر ترک سے۔ چونکہ شیخ ابوالحسن خرقانی مولانا کی صحبت میں رہے۔

---

(۲) مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کا نام ابوالحسن احمد نوری لکھا ہے۔ خزینۃ الاصفیاء جلد دوم

(۳) ۱۹۶۵ء میں مزار کی جدید تعمیر ہوئی ہے۔

ادر اکتساب فیض کیا۔ مولانا کو صحبت حضرت خواجہ ابویزید عشقی کی ملی۔ خواجہ
عشقی کو خواجہ مغربی کی۔ خواجہ مغربی کو حضرت بایزید بسطامی کی۔

حضرت عبداللہ شطاری کی وفات ۸۳۲ھ میں ہوئی ملک مالوہ قلعہ مندو میں
مزار ہے۔

۷۔ **بخاریہ** حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری قدس سرہٗ سے نسبت ہے جن کو مخدوم
جہانیاں جہانگشت کہا جاتا ہے۔ آپ کو پندرہ مشائخ سے اجازت و خلافت
حاصل ہے۔

اوّل پدر بزرگوار حضرت سید احمد کبیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا شجرہ یازدہ امام کے
واسطے سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ دوم حضرت سید محمد سے
جو مخدوم کے چچا ہیں۔ سوم حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتانی سے۔ حضرت مخدوم کے
والد حضرت سید احمد اور دادا حضرت سید جلال بخاری سرخ کو حضرت شیخ بہاؤالدین
زکریا ملتانی سے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا حضرت رکن الدین ابوالفتح کے دادا ہیں
چہارم شیخ الاسلام محمود شاہ تستری سے جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی
کے خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے ۷۴۸ھ بمقام دارالملک فارس حضرت
محمود شاہ تستری سے عوارف شروع سے آخر تک پڑھی اور خلافت پائی۔ اس وقت
حضرت محمود شاہ تستری کی عمر ایک سو بتیس ۱۳۲ سال کی تھی۔ حضرت محمود شاہ نے عوارف
حضرت شیخ سہروردی قدس سرہٗ سے پڑھی جو اس کتاب کے مصنف ہیں صوفیائے
کرام میں عوارف کا درجہ بلند ہے۔ پنجم ۵ حضرت امام عبداللہ یافعی شافعی سے
ششم ۶ حضرت عبداللہ عیلی سے۔ ہفتم ۷ شیخ نورالدین علی بن عبداللہ طرابلسی
سے۔ ان تینوں بزرگوں کا طریقہ، طریقہ قادریہ ہے۔ ہشتم ۸ شیخ الاسلام
بابا فرید گنج شکر کی روحانیت سے۔ نہم ۹ شیخ قطب الدین منور سے۔ دہم ۱۰
مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی سے۔ یازدہم ۱۱ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی
سے۔ یہ چاروں اجازتیں سلسلہ چشتیہ کی ہیں۔ دوازدہم حضرت شیخ رکن الدین

بلخی سے جن کا سلسلہ شیخ عبداللہ خفیف شیرازی اور خواجہ ابراہیم بن ادہم کے اسم گرامی لیتا ہوا حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔
سیزدہم[13] حضرت جلال اچوی سے جن کا سلسلہ حضرت شیخ مولانا نجم الدین کبریٰ تک پہنچتا ہے۔ چہاردہم[14] حضرت سید حمید الدین محمود چشتی سمرقندی سے جن کا سلسلہ حضرت خواجہ مودود چشتی تک پہنچتا ہے۔ پانزدہم[15] حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی سے جن کا طریقہ حضرت شیخ ابوبکر نساج تک پہنچتا ہے۔ ان کبار مشائخ کے علاوہ اور بزرگوں سے بھی فیض حاصل کیا ہے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے اور خاکسار نے تذکروں کی کتابوں میں دیکھا ہے

۸۔ **زاہدیہ** یہ خانوادہ جنیدیہ کی شاخ ہے۔ حضرت بدر الدین زاہد[1] سے نسبت ہے۔ آپ کا شجرہ طریقت یہ ہے۔ حضرت بدر الدین زاہد مرید فخر الدین زاہد کے، وہ حضرت شہاب الدین زاہد کے، وہ حضرت صدر الدین سمرقندی کے، وہ حضرت عبد السلام کے، وہ حضرت قطب الدین عبد المجید کے۔ وہ حضرت خواجہ ابو اسحاق کازرونی کے وہ حضرت حسین مروزی کے۔ وہ حضرت ابو محمد ردیم[2] کے وہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے۔ حضرت شیخ فخر الدین زاہد کا مزار میرٹھ میں بتایا جاتا ہے۔

۹۔ **انصاریہ** حضرت شیخ عبداللہ انصاری سے نسبت ہے۔ آپ کا مزار ہرات میں بمقام گازرگاہ ہے۔ آپ کے والد کا نام ابو منصور محمد انصاری ہے۔ حضرت شیخ عبداللہ انصاری اپنے والد کے مرید و خلیفہ ہیں۔ بعمر ۸۵ سال ۴۸۱ھ میں وفات پائی ۹ ربیع الاول تھی۔ ولادت ۲ شعبان ۳۹۶ھ بروز جمعہ بوقت غروب آفتاب کی ہے۔ آپ کی کنیت ابو اسمٰعیل اور لقب شیخ الاسلام ہے۔ نفحات الانس

---

[1] آپ کا مزار پوربی پاکستان (بنگلہ دیش) کے شہر چاٹگام میں زیارت گاہ ہے۔

[2] حضرت ابو محمد ردیم ۳۰۳ھ میں فوت ہوئے، مشہور بزرگ ہیں دفن ہوئے۔ بغداد کے مشہور مشائخ اور حضرت داؤد اصفہانی کے مذہب کے فقیہہ تھے۔ طبقات امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ۔

مولفہ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہٗ میں جہاں کہیں شیخ الاسلام
بلا تصریح نام لکھا ہوا ہے۔ اس سے آپ ہی کی ذات مبارک مراد ہے۔

۱۰۔ **صفویہ** حضرت شیخ صفی الدین اسحاق اردبیلی سے نسبت ہے جو خلیفہ اور داماد حضرت
شیخ زاہد ابراہیم گیلانی کے ہیں اور وہ سید جمال تبریزی کے۔ وہ شیخ الشیوخ حضرت
شہاب الدین عمر سہروردی کے۔ وہ شیخ رکن الدین[1] سجاسی کے۔ وہ حضرت
قطب الدین ابہری کے۔ وہ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی کے یہ سلسلہ حضرت
ممشاد دینوری سے وصل ہوتا ہوا حضرت جنید بغدادی تک پہنچتا ہے۔

۱۱۔ **عیدروسیہ** یہ بھی خانوادہ جنیدیہ کی شاخ ہے اور حضرت سید عبداللہ عیدروس
قدس سرہٗ سے نسبت ہے۔ حضرت سید عبداللہ عیدروس کا شجرہ طریقت یہ ہے۔
حضرت سید عیدروس مرید عم خود حضرت سید عمر المحضار کے وہ اپنے پدر بزرگوار
حضرت سید عبدالرحمان ابن محمد سقاف کے۔ وہ مرید جد خود حضرت سید محمد بن علی مولی
الدویلہ کے۔ وہ مرید پدر خود سید علی بن علوی کے۔ وہ مرید پدر خود حضرت علوی بن محمد
کے۔ وہ مرید پدر خویش محمد بن علی الفقیہ مقدم التربت کے۔ وہ حضرت شیخ ابو مدین
مغربی کے۔ وہ شیخ ابو یعزیٰ کے۔ وہ شیخ علی بن حرز کے وہ فقیہ حافظ ابو بکر محمد بن عبداللہ
بن محمد معافری کے۔ جو ابو بکر بن عربی اندلسی اشبیلی معافری سے مشہور ہیں۔ وہ حضرت
امام حجۃ الاسلام محمد غزالی مدفون بغداد شریف ۵۰۵ھ کے وہ حضرت
عبدالملک کے۔ وہ حضرت عبداللہ بن یوسف جوینی سے۔ وہ حضرت شیخ ابو طالب مکی
مصنف قوت القلوب سے۔ وہ حضرت محمد بن علی بن عطیہ الحارثی سے۔ وہ حضرت ابو بکر
شبلی سے۔ وہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے۔ اس سلسلے مشائخ شافعی
المذہب اور شہر سورت میں اس خانوادے کے آستانے پائے جاتے ہیں لجبار العلوم

---

[1] شیخ رکن الدین سجاسی اور قطب الدین ابہری ان کثیر بزرگوں میں سے ہیں جن سے حضرت
شیخ الشیوخ کو فیض صحبت حاصل ہوا ہے ورنہ آپ (حضرت عمر سہروردی) حضرت ضیاء الدین ابو نجیب
سہروردی ہی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

کیمیائے سعادت مؤلفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات پر عمل پیرا ہیں حضرت عبدالقدوس قدس سرہٗ نے فضائل احیاء العلوم میں رسالہ عربی میں لکھا ہے۔ جو احیاء العلوم مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر ہے۔

۱۲۔ **قلندریہ** خانوادہ اصول کے چودہ خانوادوں کی فرع نہیں خود مستقل خانوادہ ہے جو حضرت عبداللہ علمبردار کے واسطے سے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ یہ خانوادہ مشائخ جونپور حضرت شاہ عبدالقدوس قلندر، حضرت شاہ عبدالسلام قلندر، حضرت شاہ محمد قطب قلندر، حضرت شاہ قطب الدین بینادل مدفونان جونپور (جوگیا پور۔ جیل) سے وابستہ ہے۔ حضرت شاہ مجا قلندر مدفون لاہر پور ضلع سیتاپور سے اس سلسلہ کی اشاعت و شہرت ہوئی۔ حضرت شاہ مجا قلندر، حضرت شاہ عبدالقدوس قلندر جونپوری کے خلیفہ ہیں۔ اس خانوادہ قلندریہ کی سجادگی تکیہ کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں ہے۔ حضرت شاہ مجا قلندر کا وصال ۱۵ ربیع الآخر ۸۴۲ھ میں ہوا۔ لاہر پور میں مزار ہے۔

۱۳۔ **اویسیہ** خانوادہ بھی چودہ خانوادے کی شاخ نہیں بلکہ الگ مستقل خانوادہ ہے۔ اس کی نسبت خیر التابعین حضرت خواجہ اویس قرنی یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جن کو سیدنا عمر فاروق و سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بارشاد سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم خرقہ پہنایا تھا اور یہ حضرات طالب دعا ہوئے تھے۔ بعض مشائخ شجرہ سیدنا عمر فاروق اور سیدنا علی مرتضیٰ کے بلا توسط سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وصل کرتے ہیں۔ بعض ان دونوں حضرات کے واسطہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ حضرت اویس قرنی کا سال وفات ۱۳ رجب ۳۲ھ یا ۳۷ھ ہے۔ حضرت امام عبداللہ یافعی نے روض الریاحین میں دونوں قول نقل کئے ہیں۔ ؎

نہ معلوم مشائخ کرام نے اویسیہ اور قلندریہ کو فروع خانوادوں میں کیوں شمار کیا ہے۔

؎ خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۱۲۰ جلد دوم (فارسی مطبوعہ نولکشور)

۱۴- **مداریہ** حضرت شیخ بدیع الدین قطب المدار قدس سرہٗ مدفون مکن پور ضلع کانپور سے نسبت ہے۔ حضرت قطب مدار حضرت خواجہ طیفور شامی یعنی سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ قطب المدار، قطب الارشاد، قطب الاقطاب سب ایک درجہ کے ترجمان ہیں یہ سب الفاظ شخص واحد میں استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت قطب المدار مکن پوری مسلم ولی اور فیض رساں بزرگ ہیں۔ متعدد شہروں میں آپ کے چلہ گاہ ہیں اور آپ کے نسب اور عمر میں اختلاف اور متعدد اقوال ہیں۔ تحفتہ الابرار فی مناقب قطب المدار مولفہ شاہ عزیز اللہ ولد شاہ حسین مداری جونپوری قدس سرہٗ (فارسی) میں مذکور ہے کہ آپ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل میں ہیں بعض بزرگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل میں لکھا ہے۔ بعض "سید" کہتے ہیں والد کا نام قاضی قدوۃ الدین ہے۔ ولادت گاہ دریائے نیل سے تین منزل ڈدرگاؤں میں ۲۳۱ھ میں ہے۔ بعض نے ۲۵۰ھ لکھا ہے۔ شہزادہ دارا شکوہ قادری نے سفینۃ الاولیاء میں آپ کو سید لکھا ہے۔ مناقب الاولیاء (فارسی) میں شاہ حبیب اللہ قنوجی نے والد کا نام علی حلبی اور ماں کا نام خاص ملک تحریر کیا ہے۔ کتاب قیومی (فارسی) میں ہے کہ بعض جاہلوں نے حضرت مدار کو بے ماں باپ بتایا ہے اور کہا ہے کہ "از پردۂ غیب برزمین آمدند"[1] یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت شاہ مدار کے والد کا نام شاہ علی خاندان قریش سے موضع چنار علاقہ حلب میں پیدا ہوئے۔ ڈھائی سو سال کی عمر پائی۔ سلسلہ نسب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی تک پہنچایا ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ قریشی نہیں ہیں۔ بلکہ دوسی ہیں۔ مولف کتاب قیومی کو سہو ہوا۔ مرآۃ مداری (فارسی) مؤلفہ شیخ عبدالرحمان چشتی میں رسالہ "ایمان محمودی" تصنیف قاضی محمود کنتوری بزرگ تر خلیفہ قطب المدار

---

[1] حضرت قطب مدار پردہ غیب سے زمین پر تشریف لائے یعنی بلا ماں باپ دنیا پر آئے۔

قدس سرہٗ سے ناقل ہیں کہ حضرت شاہ قطب مدار حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں ہیں۔ والد کا نام ابو اسحاق شامی ہے اور ماں کا مالک خاص۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے پدر بزرگوار کو خواب میں بشارت دی تھی کہ "ابو اسحاق خاطر جمع دار بعید اللہ تعالیٰ پسرے بدیع عطا خواہی کرد کہ تصرف وولایت من از و ظاہر خواہد شد"[1] حضرت قطب المدار کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی روحانیت سے بلا توسط فیض حاصل ہوا ہے اور بہت سے مشائخ کی صحبت اٹھائی ہے۔ بروز پنجشنبہ ۱۸ جمادی الاول ۸۴۰ھ بعہد سلطان ابراہیم شرقی جونپوری واصل بحق ہوئے۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت ابو اسحاق شامی دوسرے بزرگ ہیں جو حضرت ممشاد علو دینوری کے خلیفہ ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۵۔ رفاعیہ: حضرت سید احمد بن ابو الحسن رفاعی سے نسبت ہے جو شافعی مذہب کے بڑے فقیہہ اور عارف باللہ ہوئے ہیں، کاظمی سید اور بڑے باکمال۔ ایک بار مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ روضہ اقدس پر فرمایا السلام علیکم یا جدی۔ فوراً جواب آیا۔ وعلیکم السلام یا ولدی[2]

پھر والہانہ انداز میں یہ شعر پڑھا۔

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا تقبل الارض عنی وھی نائبتی

وھذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی[3]

اس عرض پر دست مبارک مزار شریف سے نمودار ہوا جس کو آپ نے بوسہ دیا۔ اس وقت روضہ پاک کے درو دیوار نور ہی نور ہو گئے۔ الغرض کے نانا مرحوم سید حسن

---

[1] اے ابو اسحاق مطمئن رہو۔ اللہ تعالیٰ انوکھا بیٹا دے گا کہ جس سے میری ولایت و تصرفات ظاہر ہوں گے۔

[2] السلام علیکم اے میرے دادا۔ — وعلیکم السلام اے میرے بیٹے

[3] اے سید عالم جب میں روضہ پاک کی حضوری سے دور تھا تو میری روح آکر قبر بوسی کرتی تھی۔ اب جسم کی حضوری کی سعادت نصیب ہوئی۔ لہٰذا دونوں دست پاک بڑھائیے تاکہ میرے دونوں ہونٹ دست بوس ہوں۔

جن کا نام "احمد علی" بھی ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ اسی سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ آپ کا آبائی مذہب "اثنا عشری" تھا۔ وہ بھی علو کے ساتھ۔ مورث اعلیٰ مقام "قم"[1] سے آئے تھے لہٰذا رضوی قمی کہلاتے ہیں۔ یہ خاندان لاہور میں آباد تھا۔ جو صاحب ثروت وجاہت تھا اور سارا کنبہ اثنا عشری (شیعہ) مذہب رکھتا تھا۔ "قم" ایران کے علاقہ میں مردم خیز خطہ ہے۔ پنجاب کے کسی رفاعی بزرگ کی صحبت کی بدولت سنی ہوئے۔ اور طریقہ رفاعی پر گامزن رہے۔ اختلاف مذہب و عقیدہ کے سبب ترک وطن کیا اور اودھ نواب واجد علی شاہ کے یہاں ملازم ہوئے غدر میں برطانیہ نے باغی قرار دے دیا۔ نواب واجد علی شاہ کی نظربندی کے بعد حضرت محل کے ہمراہ ہوکر نیپال آئے اور پھر سیر و سیاحت کرتے ہوئے سمستی پور میں اقامت گزیں ہوئے۔ رمضان شریف کے افطار میں گھگھنی تقسیم کرنے سے ایک بے تکلف دوست نے گھگھنی شاہ کہہ دیا۔ پھر ان پڑھوں نے اس کو اپنا لیا۔[2]

حضرت سید احمد رفاعی قدس سرہٗ کا وصال ۱۲ جمادی الاول بروز پنجشنبہ ۵۷۸ھ میں بمقام بطائح ہوا۔

۱۶۔ **بدویہ** حضرت سید ابوالعباس احمد بن علی بن محمد بن ابوبکر مقدسی شامی بدوی سے نسبت ہے۔ آپ کی شہرت مصر و شام وغیرہ میں تھی۔ آپ کا تذکرہ حضرت امام

---

[1] نم کرگھم ۱۱۰ Gh بھی کہتے ہیں۔ [2] سمستی پور ۱۳۱۵ھ میں وفات پائی۔ غفر اللہ ماد۔ وفات سے ایک۔ ۱۳۰۶ [3] نادری بزرگ نے وفات پر نظم لکھی ہے۔ جس میں ۲۰ اشعار ہیں برزبان الہام یہ مصرع سال۔ غم احمد علی ولی اللہ ۱۳۱۵ھ

[3] نظم اگلے صفحہ ۶۶ پہ ہے

شعرانی نے طبقات کبریٰ (عربی) جلد اول میں کیا ہے۔ وصال ۱۲ ربیع الاول ۶۱۵ھ میں ہے۔

۷۔ شاذلیہ حضرت شاہ ابوالحسن بن عبداللہ بن عبدالجبار شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے جن کا وصال صحرائے عیذاب میں بماہ ذیقعدہ ۶۵۶ھ میں ہوا۔ سلسلہ نسل حضرت امام حسن علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضرت نجم الدین اصفہانی اور حضرت ابن مشیش قدس سرہما کی صحبت اٹھائی۔ پیدائشی نابینا تھے۔ بڑے صاحب زہد اور عالم ظاہری و باطنی تھے۔ کئی بار حج کیا۔ ایک بار حج کے ارادے سے چلے کہ راستہ میں موت

گذشتہ حاشیہ صفحہ ۶۵ سے نظم

دار فانی سے اٹھ گئے افسوس | حیدر فاطمہ کے نور نگاہ | میر معصوم کے سعید پسر | رضوی رفاعی والا جاہ
رہتے تھے با غدر نوکر شاہی | پائے عہدے بڑے بڑے دلخواہ | غدر کے سانحات کو دیکھا | خاص کر مسلموں کا حال تباہ
ستم و جور سنگینیاں ہوں پر | قتل پیر و صغیر و زن ہمراہ | کوچہ کوچہ گلی گلی برباد | خانہ خانہ بہر طریق تباہ
کہیں ملوائیوں کا فریادی | کوئی نالاں ہے بد ظلم سپاہ | کہیں اپنوں سے عالم ہو | کہیں شور و بکاہ و نالہ و آہ
تھی جو بہت بےحس قدر کی ماردہ | ملکہ خورشم ثریا جاہ | رہے انکے ہمراہ میں پیر | تھی ظلمت حفا دم کی آتش نگاہ
شہر میں ٹھہر نہ سکے | تھے مقامیں سینکڑوں دل راہ | بصد آرام و بصد اعزاز | لائے نینال میں قبیلہ شاہ
تھک کر انکو وہاں سمتی پور | ہوئے گوشہ نشین بعشق اللہ | کار دنیا سے بے غرض ہو کر | رہے راحت رسان خلق اللہ
ایسے عامل ہزاروں جن پری | کرتے دم کے دم میں خاک سیاہ | با اثر تھے عمل دعا تعویذ | دافع ہر مرض تھی انکی نگاہ
رات دن بعض بختوں سے کام | شغل خیر رہا و شام و پگاہ | ہے جدم وہ راہ فزوں عدم | دار دنیا سے موت کے ہمراہ
غمکدہ بن گیا سمتی پور | تھا ہر سمت شور نالہ و آہ | برزباں آ گیا یہ مصرع سال | غم احمد علی ولی اللہ

۱۳۱۵ھ

دیگر

بود فرزند حیدر زہرا رضی | آل پاک پیمبر اسمی
ثبت کن بر مزارش ایں تاریخ | تربت احمد علی قمی

۱۳۱۵ھ

آگئی۔ آپ کی الہامی دعا، دعائے حزب البحر تمام مشائخ کے معمول میں ہے۔

۱۸۔ **ہمدانیہ** سید علی ہمدانی سے نسبت ہے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کی نسل میں ہیں۔ آپ کی الہامی دعا "اوراد فتحیہ" مشائخ کرام کے معمول میں ہے ۷۸۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔ سال وفات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نکلتا ہے۔ والد کا نام شرف الدین محمود ہے اور پیر کا شیخ تقی الدین دوسی جو خلیفہ حضرت شیخ علاؤالدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

۱۹۔ **رحیمیہ** حضرت ابو محمد عبدالرحیم بن احمد سے نسبت ہے جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ ابو محمد عبدالرحیم بن احمد بن حجون بن احمد بن محمد بن جعفر بن اسماعیل بن جعفر ذکی محمد بن مامون بن حسن بن علی بن ابی طالب ہے۔ رحمت اللہ علیہم (بہجتہ الاسرار) طبقات حضرت عبدالوہاب امام شعرانی میں ذکر ہے۔ مزار مقام قنا علاقہ مصر میں ہے۔ وفات ۵۹۱ھ میں ہوئی

۲۰۔ **سعیدیہ** حضرت ابوسعید تلوری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے جو بڑے مشہور فقیہہ صاحب افتاء عارف باللہ ہوئے ہیں ۵۵۷ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ تلوریہ میں مزار زیارت گاہ ہے۔ تلوریہ بغداد شریف کے قریب دجوار میں ایک موضع کا نام ہے۔

۲۱۔ **مولویہ** حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ سے منسوب ہے جو مولانا روم سے مشہور ہیں جن کی تصنیف مثنوی معنوی شہرہ آفاق اور صوفیائے کرام میں بہت مستند ہے۔ مولانا کا وصال یکشنبہ ۵ رجمادی الآخر ۶۷۲ھ ۱۲۷۳ء میں ہوا۔ مزار قونیہ

لہ محمد نام جلال الدین لقب ابن محمد ملقب بہ بہاؤالدین بن حسین بن احمد بن قاسم بن مسیب بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق۔ آپ کے دادا حسین بلخی بڑے عالم فاضل اور صاحب حال تھے۔ سلاطین وقت عزت کرتے تھے۔ چنانچہ محمد خوارزم شاہ نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دی تھی جن سے بہاؤالدین پیدا ہوئے۔

میں ہے۔ مولانا پیدائشی ولی تھی۔ اپنے والد کے تلمیذ اور حضرت شمس تبریز سے مستفید حضرت سید برہان الدین محقق ترمذی کے مرید، حنفی مذہب رکھتے تھے۔ والد کا نام بہاؤ الدین ہے جن کا لقب سلطان العلماء تھا، پدری سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق سے اور مادری حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی سے ملتا ہے، سال ولادت ربیع الاول ۶۰۴ھ/۱۲۰۷ء ہے۔ حضرت شمس تبریزی کے پیر کا نام حضرت کمال الدین جُندی ہے۔

۲۲۔ **علائیہ** حضرت علاؤ الدین سمنانی قدس سرہٗ سے نسبت ہے جو فقہ و حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تھا۔ زاویہ نشین ہوکر یادِ الٰہی میں مشغول ہوگئے اور صاحب طریقہ ہوئے، علمائے کرام نے آپ سے طریقہ اخذ کیا جیساکہ درر کامنہ[1] میں مذکور ہے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ چشتی قدس سرہٗ مدفون دہلی کے شجرہ قادریہ کے شیخ ہیں ۲۲ رجب ۷۳۶ھ میں فوت ہوئے۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔

۲۳۔ **صابریہ** حضرت مخدوم سید علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے جن کا مزار کلیر شریف ضلع سہارن پور (یوپی) میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ آپ کا لقب علاؤ الدین بھی ہے۔ شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ کے بھانجہ اور مرید و خلیفہ ہیں آپ کے والد کے نام اور نسب میں تذکرہ نویسوں کے متعدد اقوال ہیں۔ کسی نے سید عبداللہ ولد سید فتح اللہ لکھا ہے، کسی نے عبدالرحیم ولد سید عبدالوہاب۔ حضرت سید عبدالوہاب حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ہیں، کسی نے حسنی سید

---

[1] درر کامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ عربی زبان میں حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی محدث صاحب فتح الباری شرح بخاری کی تالیف ہے جس میں آٹھویں صدی کے مشاہیر کا تذکرہ ہے۔ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن نے شائع کیا ہے۔

اور کسی نے حسینی۔ کوئی اسرائیلی النسل اور کوئی ہندی النسل لکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ زیادہ تذکرہ نویسوں نے آپ کو سید لکھا ہے لیکن نام و نسب کی مختلف روایتوں سے آپ کی عظمت و بزرگی، ولایت، خدا رسی میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا ہے کیونکہ "اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست" آپ کا وصال عہد جلال الدین خلجی میں ہوا۔ سال وصال میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے۔ زیادہ تر ۶۹۰ھ سال وصال بتلاتے ہیں۔ اور بعض نے ۶۷۹ھ لکھا ہے۔ خزینۃ الاصفیاء نے بھی ۶۷۹ھ لکھا ہے۔

۲۴۔ **نظامیہ** حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیا، بدایونی ثم دہلوی سے نسبت ہے جو حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں، سلطان المشائخ محبوب الٰہی ملقب ہیں۔ والد کا نام سید احمد اور دادا کا نام سید علی ہے۔ یہ دونوں بزرگ بدایوں میں آسودہ ہیں[۱] بخاری سید ہیں۔ دہلی میں مزار پاک ہے زیارت گاہ ہے۔ (بروز چہار شنبہ (بدھ) ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ قریب غروب بعمر ۹۵ سال واصل بحق ہوئے۔ آپ کا عرس سترھویں شریف سے مشہور ہے

۲۵۔ **اشرفیہ** حضرت مخدوم محمد اشرف سمنانی قدس سرہٗ سے نسبت ہے جو حضرت مخدوم علاء الحق بن شیخ اسعد پنڈوی چشتی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد میں مزار ہے۔ ۲۷ محرم ۸۰۸ھ بعمر ۱۲۰ سال واصل باللہ ہوئے آپ کا مزار منبع فیض ہے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ "لطائف اشرفی" کی خاص اہمیت و شہرت ہے۔

۲۶۔ **مجددیہ** حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے جن کا وصال ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ میں بمقام سرہند ہوا۔ ۶۳ سال کی عمر پائی۔ "مدرفیع المراتب" (۱۰۳۴ھ) تاریخ وصال ہے۔ سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروق سے

---

[۱] پہلی ذی الحجہ سے ۶ ذی الحجہ تک عرس ہوتا ہے۔ عوام سراگرتا لا کی زیارت کہتے ہیں۔

ملتا ہے۔ آپ سے سلاسل قادریہ۔ نقشبندیہ، چشتیہ کے فیوض و برکات جاری ہیں۔

سلسلہ قادریہ کی اجازت حضرت شیخ اسکندر بن شاہ عماد قادری نبیرہ حضرت شاہ کمال کیتھلی سے اور حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی سے۔ نقشبندیہ کی حضرت خواجہ باقی باللہ بخاری دہلوی سے۔ چشتیہ کی حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی سے۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی کو "قادریہ" کی تربیت و اجازت حضرت شاہ کمال کیتھلی سے اور چشتیہ کی حضرت شاہ رکن الدین گنگوہی سے۔ حضرت شاہ رکن الدین گنگوہی کو اپنے پدر بزرگوار حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی سے۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے پدر بزرگوار ہیں۔ اسی سال کی عمر پائی ۱۰۰۷ھ میں وصال پایا۔ شیخ زمن (۱۰۰۷) مادہ سال وصال ہے۔ سرہند میں دفن ہیں۔ صاحب تدریس عالم اور صاحب ارشاد بزرگ ہوئے ہیں۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید ہیں اور خلیفہ حضرت شاہ رکن الدین گنگوہی کے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ذات پاک "صِلَہ" تھی۔ صِلَہ کا معنی وصل ہے۔ چونکہ حضرت مجدد الف ثانی نے علماء اور مشائخ کے باہمی افتراق کو دور کر دیا اور علماء و مشائخ میں باہم ربط پیدا کر دیا جو کہ وصل ہے۔ صلہ والی حدیث کو علامہ سیوطی نے جمع الجوامع[۱] میں نقل کیا ہے۔ متن حدیث یہ ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَکُوْنُ رَجُلٌ فِی اُمَّتِی یُقَالُ لَہٗ صِلَۃٌ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِشَفَاعَتِہٖ کَذَا کَذَا۔[۲]

۱۔ جمع الجوامع علامہ سیوطی کی تالیف ہے جس میں پچاس سے زیادہ کتب حدیث سے حدیث اخذ کر کے جمع کیا ہے اس کتاب میں موضوع حدیث نہیں ہے بلکہ صحیح اور حسن ہیں ضعاف بھی پائے جاتے ہیں۔ محمد ابراہیم فریدی۔

۲۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے "صلہ" کہا جائے گا اسکی سفارش سے ہماری امت کی کثیر تعداد بہشت میں جائیگی۔ ہند و پاک کے محدثین کے مرجع حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اس حدیث کو فتاویٰ عزیزیہ جلد اول میں نقل کیا ہے۔ یعنی حافظ حدیث مولانا جلال الدین عبدالرحمان سیوطی شافعی المذہب صاحب تلالیفات ولادت روز شنبہ بعد مغرب شب ہلال رجب ۸۴۹ھ میں ہوئی۔ وفات ۹۱۳ھ میں بعمر ۶۴ سال تفسیر جلالین

اس حدیث کو حضرات القدس اور خزینۃ الاصفیاء میں بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت مجددؒ صاحب کے سلسلہ میں فقہا و محدثین ہوتے چلے آئے ہیں۔ عالم اسلام کے مشہور فقیہہ علامہ ابن عابدین (شامی) آپ ہی کے سلسلہ سے وابستہ ہیں جن کی کتاب ردّ المحتار تمام عالم اسلام کے علمائے صاحب فتویٰ میں مستند ہے۔

حضرت مجددؒ صاحب کے خلیفہ اجل حضرت خواجہ سید آدم[1] بنوری ہیں جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی نسل میں ہیں اور مدینہ طیبہ جنت البقیع میں دفن ہیں۔ حضرت خواجہ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔ ۲۳ شوال ۱۰۵۳ھ کو واصل بحق ہوئے۔ بڑے پابند سنت بزرگ۔ منقول ہے کہ اتباع سنت میں کوئی آپ کا نظیر نہیں تھا۔ ایک ہزار طلبہ کو دو وقت طعام آپ کے لنگر خانہ سے ملا کرتا تھا۔

حضرت سید آدم بنوری اور حضرت مجدد صاحب کے صاحبزادگان حضرت شیخ محمد معصوم اور حضرت شیخ محمد سعید قدست اسرارہم سے سلسلہ مجددیہ عرب و عجم میں جاری ہے حضرت خواجہ سید آدم بنوری کا خانوادہ بنوریہ کہلاتا ہے۔ محدثین دہلی حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اور آپ کے پدر بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم اور اخلاف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالقادر محدث، حضرت شاہ رفیع الدین محدث، حضرت شاہ عبدالغنی، حضرت شاہ سید احمد رائے بریلوی۔ مولانا کرامت علی جونپوری اسی خانوادہ بنوریہ سے وابستہ ہیں۔ یہ ہیچ نام کنندہ اسلاف جعفر علی فریدی (نسبی نسبت حضرت بابا گنج شکر پاک پٹنی سے اور بیعت تربیت و اجازت سلطان المشائخ حافظ محمد فریدالدین آروی رحمۃ اللہ علیہما سے) غفرلہ ولد اکبر علی ساکن قدیم گورکھپور محلہ الٰہی باغ حال متوطن سمستی پور ضلع دربھنگہ اسی خانوادہ بنوریہ سے متوسل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خانوادہ کی برکت سے نبی کی سنت پر چلائے اور نبی کریم کے طریقہ پر موت دے، اولیاء کاملین کے ساتھ حشر کرے۔ آمین۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ
جز عربی درس نظامیہ کے نصاب تعلیم میں داخل ہے۔ اس کی تفسیر سورہ بقرہ سے سورہ کہف تک آپ کی تالیف ہے جو ۲۲ سال کی عمر میں چالیس دن میں لکھی ہے۔ محمد ابراہیم فریدی غفرلہ مرتب۔

[1] آپ کو شیخ آدم بنوری بھی کہتے ہیں۔ بنور، بر وزن تنور۔

صلی اللہ علی النبی الامی و آلہٖ وسلم

۲۷۔ **ابوالعلائیہ** حضرت امیر ابوالعلا اکبر آبادی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے جو سیدنا کہلاتے ہیں۔ آپ بیعتاً اور اجازتاً نقشبندیہ ہیں اور تربیتاً و فیضاً چشتیہ۔ نسل میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے ہیں۔ خواجہ عبید اللہ احرار مولانا عبد الرحمٰن جامی مؤلف شرح جامی (عربی) کے مرشد ہیں۔ شجرہ طریقت خواجہ احرار تک یہ ہے۔

حضرت سیدنا امیر ابوالعلا، مرید حضرت امیر عبد اللہ کے۔ وہ مرید حضرت امیر یحییٰ کے وہ خواجہ عبد الحق کے وہ خواجہ عبید اللہ احرار کے رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ خواجہ عبید اللہ احرار مرید حضرت مولانا یعقوب چرخی کے۔ حضرت چرخیؒ مرید حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کا یہ سلسلہ بواسطہ حضرت جنید بغدادی حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی لیتا ہوا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین کا سلسلہ نقشبندیہ علویہ کہلاتا ہے۔

برادر طریقت حضرت حکیم سید جلال الدین صاحب ساکن جرھوا حاجی پور (مظفر پور) صوبہ بہار نے بارہا احقر سے کہا کہ حضرت امیر ابوالعلاء قدس سرہٗ حاجی پور میں امیر لشکر تھے اور یہاں کے قیام میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی پھر دوسرے دن حضرت علی مرتضیٰ کو دیکھا پھر تیسرے دن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خواب میں دیکھا۔ حضرت امام نے فرمایا "اے ابوالعلا" نانا جان رونق افروز ہوئے پھر آبا میاں تشریف لائے۔ تم ہنوز امیری میں ہو۔ اس ارشاد کے بعد ملازمت سے مستعفی ہوئے۔ اجمیر شریف پہنچے۔ مزار پر حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ نے عینی توجہ دی اور فرمایا "امیر عبد اللہ سے بیعت ہو جاؤ"۔ لہٰذا اس خانوادہ میں توجہ عینی کو خاص اہمیت ہے۔ ۹ صفر ۱۰۶۱ھ میں واصل باللہ ہوئے۔ آگرہ میں مزار زیارت گاہ ہے۔

ع چرخی غزنی کے علاقہ میں ایک موضع کا نام ہے جہاں کے یہ باشندے تھے۔ مرتب

۲۸۔ نوشاہیہ حضرت حاجی محمد نوشہ قادری سے منسوب ہے جو حضرت سخی بادشاہ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت سخی بادشاہ قدس سرہٗ کا سلسلہ طریقت حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تک بواسطہ حضرت غوث اعظم کے فرزند اکبر حضرت سید عبدالوہاب قدس سرہٗ پہنچتا ہے۔ عموماً ہندوستان میں سلسلہ قادریہ حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہٗ کے ذریعہ حضرت غوث اعظم تک پہنچتا ہے، حضرت حاجی محمد نوشہ قادری کا سال ولادت ۹۵۹ھ/۱۵۵۲ء بعہد سلطان سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری اور وفات ۱۰۶۴ھ/۱۶۵۴ء بزمانہ سلطان شاہجہاں ہوئی۔ مزار شریف دریائے چناب کے کنارے موضع ساہن پال ضلع گجرات میں ہے۔

۲۹۔ رشیدیہ حضرت مولانا شاہ محمد رشید جونپوری قدس سرہٗ سے نسبت ہے۔ حضرت مولانا کا سلسلہ حضرت بندگی شاہ نظام الدین امیٹھی ضلع لکھنؤ سے ہے۔ ۱۰۸۳ھ میں بمقام جونپور وصال فرمایا۔ مخدومی شاہ عبدالعلیم آسی سکندرپوری آپ ہی کی خانقاہ کے سجادہ نشین تھے جن کی خدمت میں بمقام غازی پور حاضر ہوا کرتا تھا۔ مولانا رشید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف "رشیدیہ" (عربی) درس نظامی کے نصاب میں داخل ہے۔ جو فن مناظرہ میں مستند ہے۔

۳۰۔ رزاقیہ حضرت سید عبدالرزاق بے کر بانسوی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے جو حضرت میر عبدالصمد خدانما مدفون احمد آباد گجرات کے خلیفہ ہیں۔ ۶، شوال یوم چہارشنبہ (بدھ) ۱۱۳۶ھ میں واصل ہوئے۔ سلسلہ قادریہ ہے۔ علمائے فرنگی محل لکھنؤ اور حاجی وارث علی شاہ صاحب دیوا ضلع بارہ بنکی یوپی آپ ہی کے سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ آپ کا مزار موضع بانسہ ضلع بارہ بنکی میں ہے۔ آپ اُمّی تھے۔ لیکن عالم علم لدنی۔ احقر عفرلہ نے بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ کی کمر میں ایک بار پٹکا باندھ دیا گیا کھینچا تو بالکل ویسا بندھا ہوا نکل آیا۔ جیسا کہ باندھا گیا تھا۔ کمر کا حصہ کچھ بھی حائل نہیں ہوا گویا کہ کمر نہیں تھی۔ اس لئے آپ کو بے کمر کہا گیا۔

۳۱۔ **برکاتیہ** حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہٗ سے نسبت ہے جن کا لقب "صاحب البرکات" ہے حضرت سید مربی کے مرید ہیں لیکن فیوضات و برکات وتربیت واجازت حضرت شاہ فضل اللہ کالپوی قدس سرہٗ سے حاصل ہے۔ لہٰذا کالپی نسبت اور شجرہ کو فروغ دیا۔ مزار مارہرہ ضلع ایٹہ میں زیارت گاہ ہے ۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ کو وصال ہوا۔ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ اور حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ اسی سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ آپ کا سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نظامیہ ہے۔

۳۲۔ **مجیبیہ** حضرت پیر شاہ مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ سے نسبت ہے جن کا مزار اور خانقاہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ میں ہے۔ اکثر بزرگان پھلواری آپ ہی سے وابستہ ہیں۔ آپ جید عالم اور بزرگ ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد وارث غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ مدفون بنارس کے خلیفہ ہیں۔ مولانا محمد وارث کا وصال ۱۱ ربیع الآخر ۱۱۶۶ھ میں بمقام بنارس ہوا۔ اور حضرت پیر مجیب اللہ قادری کا ۱۱۹۱ھ میں بمقام پھلواری شریف ہوا۔

۳۳۔ **آبادانیہ** حضرت عاشق الٰہی صوفی شاہ محمد آبادانی سیالکوٹی قدس سرہٗ سے ہے جن کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملتا ہے اور سلسلہ طریقت خلیفۃ الربانی خواجہ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ آپ مرید اور خلیفہ حضرت مولانا میر محمد زکریا قدس سرہٗ کے ہیں جو حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی نسل پاک سے ہیں۔ حضرت مولانا میر محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دہلی مسجد خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شمال و مغرب احاطہ سنگین میں ہے جس کے مغربی حصّہ میں مسجد کا پختہ چبوترا بھی ہے۔ تاریخ وصال ۹ ذیقعد ۱۱۸۸ھ شب شنبہ ہے۔ حضرت عاشق الٰہی صوفی شاہ محمد آبادانی قدس سرہٗ کا وصال شب ۱۸ ربیع الآخر ۱۲۲۰ھ ہے یہی تاریخ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کے وصال

کی ہے۔ چونکہ آپ کو حضرت محبوب الٰہی کی روحانیت سے خاص نسبت اویسی اور فیض سماع حاصل تھا۔ مزار پاک دہلی سرائے توپ خانہ کے قریب پریڈ کے میدان میں واقع ہے۔ مزار کے چاروں طرف سبز جنگلہ اور بالیں پر کتبہ سنگین لگا ہوا ہے۔ بالکل ملحق جانب غرب سنگی چبوترہ ہے جس پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ وضو کے لئے کئی مٹکے پانی رکھے رہتے ہیں غدر سے پہلے یہاں خانقاہ اور چاہ پختہ تھی جس کا پانی نہایت شیریں تھا جو ہنگامہ غدر میں مسمار کر دیئے گئے۔ اس کے آس پاس چند پختہ قبریں ہیں جن میں سے بعض زمین دوز ہو رہے ہیں۔ آپ کے حالات نور القلوب (فارسی) اور آئینہ مبارک (اردو) میں درج ہیں آپ کے متوسلین اپنے کاندھے یا گلے میں سیاہ یا نیلگوں رومال رکھتے ہیں جن کے چاروں گوشوں میں چندری کے تین دائرے نقطہ دار ہوتے ہیں۔ بیچ میں وحدت کا ایک نقطہ ہوتا ہے۔ وحدت کا نقطہ واحد کے اوپر کا دائرہ گیارہ ۱۱ نقطوں کا۔ اس سے اوپر کا انیس ۱۹ نقطوں کا۔ اس سے اوپر اکیس ۲۱ نقطوں کا۔ اس خانوادہ میں اتباع شرع کا بڑا لحاظ اور ذکر خفی کی کثرت ہے۔

۳۴۔ **فضل رحمانیہ** حضرت مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی سے ہے۔ جو حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی کے خلیفہ ہیں۔ سلسلہ مجددیہ کے مشہور عالم اور عارف پابند سنت بزرگ ہوئے ہیں۔ بائیس ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ بمقام گنج مراد آباد ضلع اناؤ میں وصال کیا۔

۳۵۔ **وارثیہ** حضرت حاجی سید وارث علی شاہ صاحب سے منسوب ہے جن کا مزار دیوا ضلع بارہ بنکی میں ہے۔ آپ حضرت سید خادم علی شاہ کے مرید ہیں۔ جن کا مزار لکھنؤ میں ہے۔ آپ کا سلسلہ قادریہ رزاقیہ ہے۔ یکم صفر روز جمعہ ۱۳۲۳ھ میں وصال ہوا۔

سطور بالا میں صوفیائے کرام کے انچاس خانوادوں کا ذکر ہے جن میں چودہ ۱۴ اصول اور پینتیس ۳۵ فروع ہیں۔ ان کی تحریر میں طبقات امام شعرانی (عربی) نفحات الانس مولانا عبدالرحمان جامی (فارسی)۔ نور القلوب قلمی (فارسی) مؤلفہ حضرت مولانا سید امجد علی رضوی

لکھنوی متوفی سنہ ۱۲۴۲ھ خزینتہ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری (فارسی) انتصاح فی ذکر اہل الصلاح حافظ انور علی قلندر کاکوری (ضلع لکھنؤ) آئینہ مبارک مولفہ مولوی سید حسن رضوی بہاری (اردو) عمدۃ الصحائف مولوی عبدالکریم قادری (اردو) بیاض قلمی احقر جعفر علی فریدی عفرلہٗ سے مدد لی۔

مکتوب - ۸

حامداً و مصلیاً و مسلماً

قرۃ العین محمد ابراہیم فریدی مدعمرکم بالعافیہ:

بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہوں آنعزیز کی تندرستی اور حصول علم نافع کے لئے دعا کرتا ہوں۔ میں چند ہفتہ کٹھیار، بارسوئی، اسلام پور وغیرہ ضلع پورنیہ کے علاقہ میں بسلسلہ اشاعت دین اور طریقت رہ آیا ہوں ہمراہ تجارت کا سامان تھا۔ رات دن تبلیغ دین متین میں گزرے مواضعات میں اکثر پیدل جانا پڑا۔ اسی دھن میں تھا کہ نسبت چشتیہ کا غلبہ ہوا اور اس میں بڑی کشش پیدا ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بزرگ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ چند دن اسی حیرانی میں گزرے کہ ایک رات حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ قدس سرہ (سلطان المشائخ حافظ شاہ محمد فریدالدین جونپوری مدفون آرہ محلہ میر گنج ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء) خواب میں جلوہ گر ہوئے اور ارشاد فرمایا "پنڈوا جاؤ"، پھر بعد تہجد مراقبہ میں بھی یہی ظاہر ہوا۔ لہٰذا یہ خاکپائے درویشاں ریل گاڑی میں بیٹھ کر ادینہ اسٹیشن پر اترا اور وہاں سے پنڈوا شریف پاپیادہ پہنچا۔ حضرت

مکتوب ہٰذا بالا بکر حذف و اختصار "بصائر" کراچی جلد ۲، شمارہ ۲ میں صوفیائے کرام کے خانوادہ کے عنوان سے چھپا۔ صفحہ تا ۸۸ - اپریل سنہ ۱۹۶۳ء مرتب ڈاکٹر سید معین الحق "بصائر" کراچی دائرہ معین المعارف کا سہ ماہی رسالہ ہے۔

مخدوم علاؤالحق قدس سرہ اور مخدوم نورالدین احمد عرف مخدوم قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضری دی، اور اکتساب فیوض کیا۔

پنڈوا شریف میں دو درگاہیں اور تین چلہ گاہیں ہیں۔ ادینہ مسجد، لاکھی مقبرہ یہاں کی مشہور تاریخی عمارتیں ہیں۔ حضرت مخدوم علاؤالحق قدس سرہٗ کا مزار بڑی مسجد سے دکھن تالاب سے پچھم ہے۔ حضرت مخدوم علاؤالحق چشتیہ نظامیہ کے روشن چراغ ہیں اور جید عالم۔ آپ ہی کی تربیت کے لئے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے اپنے خلیفہ اور پیر بھائی حضرت شیخ سراج الدین عرف اخی سراج قدس سرہٗ کو دہلی سے بھیجا۔ حضرت اخی سراج کا مزار بمقام گور پیراں (پیران پیر) ہے۔ گور پیراں کو لکھنوتی بھی کہا کرتے تھے۔ یہ بنگال کا دارالسلطنت رہ چکا ہے۔ سلطان قطب الدین ایبک کے عہد میں اس کو بختیار خلجی نے فتح کیا اور اسی کو دارالسلطنت رکھا۔ یہ مقام مالدہ اسٹیشن سے ۸ میل دور ہے۔ حضرت اخی سراج قدس سرہ کے مقبرہ میں دو قبریں اور ہیں جن میں ایک تبرکات کی ہے جن کو حضرت اخی سراج رحمتہ اللہ علیہ نے خود اپنی حیات میں دفن کر دیا تھا جس کے پائنتی حضرت خود مدفون ہیں۔ حضرت کا وصال ۷۶۲ھ میں ہوا۔ جانشین حضرت مخدوم علاؤالحق چشتی ہوئے جن کا وصال ۸۰۰ھ میں ہے۔ حضرت مخدوم علاؤالحق قدس سرہٗ کے جنازہ کی نماز حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے پڑھائی، اور آپ کے صاحبزادہ حضرت نور قطب عالم کو جانشین بنایا۔ حضرت مخدوم نور قطب عالم کا وصال ۹ ذیقعدہ ۸۱۳ھ میں ہوا۔ حضرت مخدوم علاءالحق قدس سرہٗ کے والد کا نام شیخ اسعد ہے جو لاہور کے باشندہ تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دیگر اکابرین دین نے علاءالحق بن السعد لاہوری بنگالی کے نام سے آپ ہی کا ذکر کیا ہے۔ حضرت مخدوم علاؤالحق چشتی قدس سرہٗ کے دو خلیفہ مشہور تر ہوئے ہیں۔

۱۔ حضرت کے صاحبزادہ مخدوم نور قطب عالم جن کی درگاہ پنڈوا میں علیحدہ بنی ہوئی ہے آپ کے مزار سے چار گوشوں پر چار اونچے اونچے مینار ہیں۔ پانچواں مینار سرہانے ہے جو چراغاں کا کام دیتا ہے۔ اس کا رنگ سرخ لیکن رگڑنے سے ہاتھ پیلا ہو جاتا ہے۔ اس مینار پر فارسی نثر میں ایک تاریخ کندہ ہے۔

۲۔ حضرت مخدوم محمد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ جن کا مزار شریف کچھوچھہ ضلع فیض آباد یوپی میں زیارت گاہ ہے۔ آپ بھی متبحر عالم اور صاحب کمال درویش ہوئے ہیں جن کے فیوض اور بیعت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس روسیاہ خادم اہل اللہ کو حضرت مخدوم سے روحانی اور اجدادی نسبت حاصل ہے۔ اجدادی نسبت یہ ہے کہ جب مرے جداعلیٰ پاک پٹن کو خیرآباد کہہ کر پنجاب آئے۔ پھر پنجاب سے یوپی کے مغربی حصّہ میں قیام کرتے ہوئے گورکھپور الٰہی باغ میں سکونت پذیر ہوئے تو چشتی تربیت اور فریدی لنسب ہونے کے سبب حضرت مخدوم کچھوچھہ کے مزار پرُانوار کو اپنا ملجا بنایا۔ اور آپ ہی کے سلسلہ میں بیعت ہوتے رہے اور آپ ہی کے سلسلے کے ایک بزرگ نے میرا نام "جعفر علی" رکھا (حلیہ بتانے سے حضرت کچھوچھہ نے فرمایا کہ وہ بزرگ حضرت شاہ اشرف حسین رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو حضرت شاہ ابو احمد علی حسین اشرفی میاں کے پیر و مرشد ہیں) جب یہ بزرگ رونق افروز ہوتے تو میں ان کی خدمت میں حاضر رہتا اور آداب خدمت گزاری بجالاتا۔ مجھ سے خوش رہتے اور دعائیں دیتے۔ ایک بار ماموں تامدار علی صاحب نے کہا "اے جعفر علی پیر صاحب کے مرید ہو جاؤ" اس پر پیر صاحب نے فرمایا کہ "اس کا حصّہ میرے یہاں نہیں ہے۔ یہ ولی اور صاحب عرفان ہوگا" اس وقت میری عمر دس سال کی تھی۔ حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ آروی قدس سرہٗ کو بھی حضرت مخدوم سے روحانی قلبی لگاؤ تھا۔ خود کچھوچھہ شریف تشریف لے گئے۔ ایک بار اس خاک پا اور حضرت حافظ عبدالصمد صاحب آروی قدس سرہ کو تبلیغ کے لئے گورکھپور بھیجا اور فرمایا۔ تبلیغ دین کرتے ہوئے کچھوچھہ چلے جانا" چنانچہ احقر بہمراہی حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ تبلیغ کرتے ہوئے گورکھپور گئے۔ قرب و جوار میں دینی کام کیا۔ موضع کوٹلیا میں مسجد کا سنگ بنیاد ڈالا۔ پھر خلیل آباد ہوتے ہوئے مگھر پہنچا۔ مگھر کی مسجد میں نماز پڑھ

---

[1] آپ نادری مجددی بزرگ ہیں۔ آرہ ۱۳۳۲ھ میں انتقال کیا محلہ میر گنج قبرستان حسن بالو میں دفن ہیں۔ آپ کے دو خلیفہ سے سلسلہ جاری ہے (۱) شیخ محمود بخش عرف مولوی تودن جن کی خانقاہ موضع جوکیا ضلع مونگر اسٹیشن حسن پور میں ہے۔ (۲) شاہ محمد یعقوب جنکی خانقاہ گنج بخش کے قریب ہے ضلع پورنیہ صوبہ بہار سنا ہے کہ جناب شیخ ظہور الحق صاحب ساکن موضع ہلدی ضلع مونگیر مرحوم سے بھی سلسلہ جاری ہے۔

کہ جناب کبیر بخش صاحب (جن کو کبیر داس کہا جاتا ہے جو کبیر پنتھی فرقہ کے بانی ہیں) کی قبر پر مراقب ہوا۔ حضرت حافظ صاحب کی توجہ مراقبہ میں خاص طور پر رہی۔ سوا گھنٹہ میں فارغ ہوا۔ حضرت حافظ قدس سرہٗ برابر مراقب رہے۔ جب حضرت حافظ صاحب فارغ ہوئے تو مجھ سے پوچھا" آپ نے کبیر میاں کو دیکھا؟" میں نے عرض کیا" ہاں دیکھا" سر ننگا اور منڈا ہوا۔ میں نے نام پوچھا تو کہا کبیر بخش ہے اور مومن ہوں۔ یہ واقعہ ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء یا ۱۳۱۱ھ کا ہے مگھر کے آگے گئے تو رات میں ہمارا سامان سفر اور راوڑھنا بچھونا چھن گیا اور ہم لوگوں پر ڈنڈے رسید کئے گئے۔ ہماری ہمت پست ہوگئی اور آگے جانے سے رہ گئے۔ ضرب کے صدمے نے بہت مضمحل کر دیا۔ ہم دونوں صاحب آرہ واپس آئے۔

بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین ولد مخدوم یحیٰی ساکن منیر شریف (ضلع آرہ مدفون بہار شریف ضلع پٹنہ صوبہ بہار۔ متوفی ۵ شوال ۷۸۲ھ بعمر ایک سو بئیس ۱۲۲ سال) سے حصول بیعت اور تحصیل تربیت سلوک کے لئے مخدوم کچھوچھوی قدس سرہٗ سمنان سے چلے۔ ابھی بہار شریف میں قدم نہیں رکھا تھا کہ مخدوم بہاری مقام علیین میں جلوہ گر ہوئے۔ اور حسب ہدایت جسد پاک کو بصورت جنازہ رکھ کر حاضرین مخدوم کچھوچھوی کا انتظار کر رہے تھے کہ مغرب سے حضرت مخدوم کچھوچھوی تشریف لائے۔ حاضرین نے پیام وصیت سنایا۔ اس پر مخدوم کچھوچھوی نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ خادم نے حسب وصیت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کی تسبیح، مصلّٰی، مسواک عطا کئے۔ اور عرض کیا کہ حضرت مخدوم الملک نے فرمایا کہ" حافظ محمد اشرف پنڈوہ جائیں ان کا حصّہ وہاں ہے۔"

حضرت مخدوم قطب نور عالم پنڈوی قدس سرہٗ کے دو خلیفہ کا ذکر سنا ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ حضرت سید فرید عرف مخدوم طویلہ بخش متوفی ۸۹۷ھ مدفون بہار شریف جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے چچا زاد بھائی حضرت سید جمال الدین کے پوتے ہیں۔ سیر المتاخرین و مخزن الانساب وغیرہ کتب کے مطالعہ اور حضرت پیر مرشد کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید فرید طویلہ بخش کے والد حضرت سید ابراہیم ولد جمال الدین پسر

سید محمد بدایونی ابن سید علی بخاری دہلی سے حضرت اخی سراج قدس سرہٗ کے ہمراہ مقام گور پیران بیر (لکھنوتی) آئے اور مخدوم علاؤالحق کی سالی سے شادی کی۔ سید محمد اور سید احمد دونوں بزرگ سگے بھائی تھے۔

حضرت سید احمد خواجہ محبوب الٰہی دہلوی کے پدر بزرگوار ہیں جو بدایوں سا گھرتال میں دفن ہیں۔ حضرت مخدوم طویلہ بخش کو بہار شریف کی ولایت سپرد کر کے پنڈوہ سے بھیجا گیا۔

۲۔ حضرت مخدوم شاہ حسام الدین مانک پور ضلع رائے بریلی ہیں جن کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک آیا ہے۔ جو واسطہ حضرت شاہ عبدالرحیم و سید عظمت اللہ اکبرآبادی (آگرہی) و شیخ عبدالعزیز و قاضی خان یوسف ناصحی و حضرت حسن بن طاہر و حضرت سید راجی حامد شاہ مخدوم حسام الدین مانکپوری تک پہنچتا ہے۔ حضرت شیخ سراج الدین عرف اخی سراج قدس سرہٗ لکھنوتی (گور پیران بیر) ضلع مالدہ کے رہنے والے ہیں۔
شیخ الاسلام حضرت بابا گنج شکر قدس سرہٗ سے مرید ہوئے تو حضرت بابا صاحب نے فرمایا: "اس راستہ کے لئے علم کی حاجت ہے۔ علم ہی پہلی منزل ہے۔" چنانچہ آپ دہلی آ کر مولانا فخرالدین زرادی اور مولانا رکن الدین سے تحصیل علم کرنے لگے۔ ابھی علم ظاہری کی تحصیل سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ حضرت بابا صاحب دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت اخی سراج نے بعد فراغ علوم ظاہری حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ سے رجوع کیا اور خدمت میں حاضر رہ کر تربیت حاصل کی اور مقام سلوک طے کیا۔ خرقۂ خلافت و اجازت زیب تن کر کے اپنے وطن لکھنوتی آئے۔

پنڈوا شریف کے مشہور آثار میں بائیس ہزاری درگاہ بھی ہے جس کی تفصیل درج ہے۔
بائیس ہزاری درگاہ اس درگاہ میں متعدد عمارتیں ہیں۔ شمال میں مصلّے نما چبوترہ ہے جس کو حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا چلّہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ حضرت جلال الدین تبریزی قدس سرہ کا پنڈوہ آنا کتب تذکرہ سے ثابت ہے۔ حضرت جلال الدین تبریزی مرید حضرت شیخ ابوسعید تبریزی کے لیکن خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہیں۔ دہلی کے قیام کے دوران میں آپ سے اور حضرت مولانا نجم الدین صغری شیخ الاسلام

میں ان بن ہو گئی۔ لہٰذا دہلی کو خیر باد کہہ کر بنگالہ چلے گئے اور پنڈوہ میں کچھ دن قیام پذیر رہے۔ مشہور ہے کہ پنڈوہ میں مستقل سکونت کی اور یہیں مدفون ہیں۔ میں نے اہل علم اور عمر دراز لوگوں سے دریافت کیا اور مراقبہ کیا لیکن نہ دریافت سے مزار معلوم ہوا اور نہ مراقبہ سے ظاہر ہوا۔

اس بائیس ہزاری درگاہ میں ایک عمارت مسجد نما ہے جس میں امام کے مصلّے کے پاس کے چبوترے کا نام "قدم رسولؐ" ہے۔ اس کے مشرقی اور شمالی گوشہ کا چبوترہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا چبوترہ کہلاتا ہے۔ اگرچہ شیخ الشیوخ کا ہندوستان میں تشریف لانا کتب سیر سے ثابت نہیں ہے ممکن ہو کہ حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب یا مراقبہ میں مشاہدہ ہوا ہو کہ شیخ الشیوخ یہاں رونق افروز ہوئے ہیں۔ لہٰذا یادگار میں اس چبوترہ کو منسوب کیا گیا۔ پنڈوہ کی بڑی مسجد کی جانب پورب تالاب ہے۔ اس کے اتر اور پچھم گوشہ میں ایک چلّہ ہے جو حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت رحمۃ اللہ علیہ کا کہلاتا ہے۔

ادینہ مسجد پنڈوہ کی قدیم مسجد ہے جس کو سلطان الیاس شاہ بن سکندر شاہ نے ۷۶۶ھ میں تعمیر کرایا ہے۔

لاکھی مقبرہ سلطان جلال الدین کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرہ میں اس کی بیوی اور فرزند بھی دفن ہیں۔ سلطان جلال الدین مرحوم راجہ کنس کا لڑکا تھا جس کا نام جدّو تھا۔ اس کو مخدوم نور قطب عالم نے مسلمان کیا تھا۔ لاکھی مقبرہ کے بائیں جانب ایک وسیع مسجد ہے جس پر چھت نہیں ہے۔ یہ "سونا مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔ اس علاقہ کی آب و ہوا مضر صحت ہے۔ طحال (تلی بڑھنا) کے مریض کثرت سے دیکھنے میں آئے۔ ایک بلّا پنڈوہ شریف میں دیکھا جس کی بابت کہا گیا کہ مدینہ طیبہ کی نسل سے ہے۔ فقط والسلام راسہ جعفر علی فریدی از شمستی پور ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۹ء

ے اس مکتوب کے چھ سال بعد حضرت شاہ حسین الدین احمد منعمی صاحب گیا نے بھی مقصود پنڈوہ اور لکھنوتی کے عنوان سے رسالہ "معارف اعظم گڑھ" کے فروری ۱۹۳۵ء میں چھپا جو مفصل ہے۔

نوٹ: مکتوب بالا ایک تاریخی مکتوب کے عنوان سے کراچی کے سہ ماہی رسالہ العلم کے جلد ۱۰ شمارہ ۳ (بقیہ صفحہ آئندہ)

مکتوب - ۹

بسمہ تعالیٰ
ناصحانہ مکتوب

عزیزم خوش رہو

جواباً لکھا جاتا ہے کہ علوم دینیہ عربی میں ہیں اور عربی خواندگی سے مقصد دینی تعلیم کی تحصیل ہے اور تحصیل سے مقصد علوم دینیہ کی نشر و اشاعت اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ ان علوم کی تحصیل و تعلیم سے زر کمانا، شہرت، عزت و وجاہت حاصل کرنا مقاصد نازیبا ہیں کیونکہ یہ سب نفس ظلماتی کے تقاضے ہیں، نفس ظلماتی نفس شیطانی ہے۔ نفس شیطانی نفس امارہ ہے نفس امارہ کا انجام رب تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ رب تعالیٰ کی ناراضگی کا انجام جہنم اور بربادی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اپریل تا جون ۱۹۶۱ء میں چھپا جس پر ذیل کا تبصرہ جناب پروفیسر محمد ایوب قادری ایم۔ اے مترجم و مرتب تاریخ علمائے ہند از مولوی رحمان علی مرحوم نے لکھا۔

ایک تاریخی مکتوب: حضرت مولوی شاہ جعفر علی فریدی رحمۃ اللہ علیہ صوفی باصفا مبلغ شریعت اور کتاب و سنت کے متبع تھے۔ قادری نقشبندی سلسلے میں بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری تھا۔ سیکڑوں افراد کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اور خاموشی سے اللہ کے دین کی خدمت میں زندگی بسر کی۔ نہ کہیں اخباروں میں نام آیا اور نہ کہیں جلسہ و جلوس کے ہنگامے برپا کئے۔ یہاں تک کہ ۴ جمادی الآخر ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز جمعہ جنت الفردوس کی راہ لی۔ اللہ غریق رحمت فرمائے۔ موضع سربیلہ تھانہ سمری بختیار ضلع مونگیر خانقاہ میں دفن ہوئے۔ مرحوم کے فرزند مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث ہیں۔ موصوف بھی سلف کے نمونہ کتاب و سنت کے متبع اور عالم باعمل ہیں۔ ہمارے بڑے کرم فرما ہیں۔ مفتی صاحب کے ذخیرہ علمیہ سے ان کے والد مرحوم حضرت مولوی شاہ جعفر علی مرحوم کا یہ تبلیغی اور تاریخی خط ہمیں دستیاب ہوا ہے جس کو ہم ناظرین "العلم" کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

محمد ایوب قادری

ہے۔ مسلم کی شان صرف رب تعالےٰ کی رضا کی جستجو میں مضمر ہے۔ عالم کو ہمہ دم خشیت ربی کی تلاش میں رہنا چاہیئے۔ قرآن مجید میں عالم کی صفت میں یہ فقرہ ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ ہے۔ لہٰذا عالم دین کے لئے خشیت الٰہی ضروری ہے۔ جس عالم میں یہ خوبی نہیں وہ درحقیقت عالم دین کی صفت سے محروم ہے۔ اس کی محرومی بتارہی ہے کہ اس نے علوم دینیہ کو دین کے واسطے حاصل نہیں کیا بلکہ دنیا کی منفعت کے لئے جس کی ممانعت حدیث میں ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے کتاب العلم کو ملاحظہ کرو۔

جس مرد صالح میں رب تعالیٰ کی خشیت موجود ہے۔ اگرچہ وہ درس نظامیہ کا فارغ نہیں ہے لیکن وہ عالم ہے۔ اس لئے کہ عالم ہونے کا مفاد اس میں پایا جاتا ہے۔ اس تفاوت کا مدار صرف "نیّت" پر ہے۔ نیت لمنزلہ تخم ہے۔ جیسا تخم ہوتا ہے ویسا پھل آتا ہے۔ جس طالب علم کے مدنظر دینی علوم کی خواندگی سے شہرت، عزت، مال و متاع کا حاصل کرنا ہے اس میں یہ صفات غیر حسنہ مثلاً نخوت، عداوت، حرص، ریا، نمود، تعلّی پائی جائیں گی۔ جو امراض نفسانیہ ہیں۔ جملہ امراض نفسانیہ قرب الٰہی سے دور کرنے والے ہیں۔ جن میں یہ امراض ہیں۔ وہ رضائے الٰہی کی نعمت سے محروم ہیں۔ رضائے الٰہی کے طالب کے لئے نیت کی پاکیزگی ضروری شئے ہے۔ بغیر اس کی طہارت کے نہ حسن عمل حاصل ہوتا ہے۔ نہ خوشنودی رب تعالیٰ۔ سنو۔ سیدنا امام بخاری حضرت محمد بن اسماعیل قدس سرہٗ نے "نیت" کی طہارت کی اہمیت کو اس درجہ ملحوظ رکھا کہ پہلی حدیث اپنی صحیح بخاری میں نیت کی پاکیزگی کی بابت لکھی (حالانکہ مدرس کو اس حدیث کو ترجمۂ باب کی تطبیق میں تکلف کرنا پڑتا ہے) تاکہ بخاری شریف کا درس دینے والا اور لینے والا دونوں اپنی نیت کو آلائش دنیا سے پاک و صاف کرکے رب تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت کرلیں۔ غور کرو۔ ہجرت کتنا اونچا عمل ہے۔ جس میں راحت، عزت، حب مال و متاع، حب وطن سب چھوڑ دیئے جاتے ہیں سخت سے سخت تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اگر اس میں نیت کی پاکیزگی نہیں تو یہ سب تکالیف اور عمل بے کار ہو جائے گا۔ اور آخرت میں تہیدست رہتا ہے۔ اسی طرح دینی علوم کی تحصیل کا مسئلہ ہے۔ ان کی تحصیل سے غرض رضائے الٰہی ہے تو عند اللہ اور

عند الصالحین بڑا مقام ہے۔ مخلوقات خداوندی اس کے لئے دعا خواہاں ہے یہانتک کہ دریا اور سمندر کی مچھلیاں اور حیوانات بھی۔ ایسا عالم شیطان کی واقفیت کی چال میں ہزار عابد سے بڑھکر ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (ایک دین میں سمجھ بوجھ رکھنے والا عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے) ایسا ہی عالم دین کی بابت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحابہ کرام سے ہے۔ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِی عَلٰی اَدْنَاکُمْ (مشکوٰۃ شریف) یعنی عالم کی بزرگی عابد پر اتنی ہے جیسے میری بزرگی تمہارے معمولی شخص (کم رتبہ صحابی) پر۔ خدانخواستہ اگر نیت میں فتور ہے مثلاً علم دین کی تحصیل سے مقصد ناموری و وجاہت ہے تو اس کا انجام دوزخ ہے۔ جیساکہ مشکوٰۃ شریف کے کتاب العلم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ حدیث شریف کا متن یہ ہے۔

کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِیُجَارِیَ بِہِ الْعُلَمَاءَ اَوْ لِیُمَارِیَ بِہِ السُّفَہَاءَ اَوْ یَصْرِفُ بِہٖ وُجُوْہَ النَّاسِ اِلَیْہِ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ النَّارَ ○ (رواہ الترمذی وابن ماجہ وابن عمر) ؎

لہٰذا سب سے اہم نیت کی درستگی ہے۔ نیت کے درست ہو جانے سے عمل خود بخود صحیح ہو جائے گا۔ اس کے لئے زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ نیت قلب کا فعل ہے۔ اعضائے ظاہری ہاتھ پاؤں۔ ناک، کان اور زبان کا کام عمل کہلاتا ہے۔ پڑھنا لکھنا عمل ہے خواہ علوم دینیہ ہو یا دنیوی۔ اے عزیز تحصیل علوم دین کے لئے کانپور کا سفر کیا ہے۔ درس نظامی کے کتب متوسطہ پڑھتے ہو لہٰذا ان باتوں کا لحاظ رکھو۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ نیت

؎ حضرت کعب ابن مالک رضؓ کا بیان ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو علم طلب کرے اس لئے کہ وہ علم کے ذریعے علماء پر فخر کرے یا کم عقلوں سے جھگڑے یا آدمیوں کو گرویدہ کرے (تاکہ ان سے مال وجاہ حاصل کرے) اللہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔ (اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا)

قلب کا فعل ہے۔ قلب کا فعل جب درست رہتا ہے تو سارے افعال ٹھیک ہوتے رہتے ہیں۔ اسی سبب سے مشائخ کرام کی پہلی تعلیم قلب سے شروع ہوتی ہے اور قلب ہی کی اصلاح کے لئے ذکر خفی و جلی کی ضربیں دل پر لگواتے ہیں۔ اور تلقین کرتے ہیں کہ اپنے ہر عمل خیر سے مقصد صرف خوشنودی رب تعالیٰ رکھو اور رضائے الٰہی کے حصول کی نیت کرو۔ ہمارے پیر دستگیر سلطان المشائخ اُروی قدس سرہٗ ہر مرید کو نیّت کی درستگی کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور اس کی بابت بڑی تلقین کیا کرتے تھے۔

نورِ چشم۔ رب تعالیٰ کی خوشنودی کی ظہورگاہ جنت ہے۔ رضائے الٰہی کے حصول کے مدارج فنانی الشیخ، فنانی الرسولؐ کی منزلیں ہیں۔ خوشنودئ رب سے ہی عشق الٰہی میں وفور و سوزش پیدا ہوتی ہے۔ اس خوشنودی کی طلب کا نام اخلاص ہے۔ اسی اخلاص سے امراض نفسانی دور ہوتے ہیں اور اسی سے منازل سلوک طے ہوتے ہیں۔ فقط والدعا۔ والسلام علیٰ نبی الہدیٰ۔

مکتوب ۔ ۱۰

زیارت

فرزندم زادعمرکم مکتوب رشد

بفضلہٖ تعالیٰ سب بخیریت ہیں تمہاری والدہ اور نانی صاحبہ بعد دعا کہہ رہی ہیں کہ مدرسہ الٰہیات [1]

---

[1] مدرسہ الٰہیات کانپور میں مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ سے مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کا مولوی پاس کر کے جانا ہوا تھا۔

مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ میں مولانا حافظ ابوسعید سید عبدالحمید قادری اور مولانا مفتی محمد فیض الرحمان صاحب سے درسی کتب پڑھیں۔ مولانا سید عبدالحمید قادریؒ امام معقولات مولانا سید برکات احمد ٹونکی کے تلمیذ رشید تھے۔ شاہی جامع مسجد دربھنگہ کے باہر دفن ہیں۔ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ میں انتقال کیا۔ رفع اللہ تعالیٰ درجاتہما۔ امام معقولات مولانا سید برکات احمد ٹونکی کا وصال ۱۳۴۷ھ میں ہوا۔

(ہفت زیر زمین مہر آسمان کمال)
۱۳۴۷ھ

کانپور میں جانے کے بعد خط نویسی میں کاہلی آ گئی ہے۔ ہر ہفتہ نہیں تو پندرہ روز میں ضرور ایک خیریت نامہ لکھ دیا کرو تاکہ تسکین ہو۔ عزیزی مولوی عبد العلیم سلمہٗ ساکن دربھنگہ پرانی منصفی سے تمہاری طفلانہ حرکت کی اطلاع ملی جو ماہ اپریل ۱۹۲۸ء بسفر امتحان مولوی بانکی پور پٹنہ بمقام پھلواری شریف وقوع میں آئی یعنی آنعزیز بوقت داخلی روضہ حضرت پیر مجیب قادری قدس سرہٗ ہدیہ تسلیم پیش کرتے ہوئے مسکرائے۔ تمہاری اس غیر دانشمندانہ حرکت سن کر مجھے تکلیف پہنچی۔ بزرگ جو بھی ہوں اور جہاں کہیں بھی ہوں سب قابل احترام و تعظیم ہیں۔ ان حضرات کا ادب ہر جگہ اور ہر حال میں ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ بزرگان دین کیا ہیں؟ "نائب انبیا" یعنی انبیاء کے علم و عمل کے وارث۔

ان ہستیوں کے مزار پاک پر باادب ہو کر یوں تسلیم عرض کرنا چاہیئے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا وَارِثَ النَّبِیِّ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ

ہمارے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و مرسلین کے جملہ کمالات کے جامع ہیں۔ آپ ہی سے جملہ مرسلین سابق کے فیوض جاری ہیں۔ آپ ہی رحمت الٰہی کے فیضان کے منبع و سرچشمہ ہیں۔ لہٰذا امت کا ہر ولی اور ہر عالم باعمل کسی نہ کسی نبی کی شان کا مظہر ہے۔ ان ہی حضرات سے انبیاء علیہم السلام کے فیوض جاری ہیں۔ اور رہیں گے۔ فیوض کے حصول کے لئے قلبی و روحانی مناسبت درکار ہے۔ بغیر مناسبت اکتساب فیوض ناممکن ہے۔ اکتساب فیوض کے لئے روح و قلب کی تربیت مرشد کرتا ہے۔ اور وہ بزرگ جو اس خدمت کے لئے مامور ہے۔ کسی مزار شریف پر حاضری دی اور اکتساب فیوض نہ ہو سکا تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ صاحب مزار بافیض نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سمجھے کہ صاحب مزار سے قلبی اور روحانی لگاؤ پیدا نہیں ہوا۔ لہٰذا محرومی ہوئی۔

احقر غفرلہٗ جب کسی مزار پر حاضر ہوتا ہے تو سب سے پہلے اپنے بزرگان طریقت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم پر فاتحہ پڑھتا ہے۔ پھر صاحب مزار پر۔ ذکر نفی اثبات کرتا ہوا تصور شیخ میں مستغرق ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اپنا جسم مرشد کا جسم

متصور ہونے لگتا ہے۔ پھر صاحب مزار کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس توجہ میں حالات منکشف ہوتے ہیں کبھی صاحب مزار سے مصافحہ ہوتا ہے۔ کبھی معانقہ کبھی ہمکلامی، کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مزار پیر مرشد کی صورت میں جلوہ گر ہیں۔ کبھی صاحب مزار اور پیر مرشد یکجا بیٹھے ہوئے ہیں۔

رجب ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء میں پنڈوا شریف میں حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم علاء الحق چشتی قدس سرہٗ کے مزار پُر انوار پر حسب معمول مراقب ہوا۔ دیکھا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ اور حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ قدس سرہ دونوں یکجا جلوہ گر ہیں اور خاکسار کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔ ۱۳۲۵ھ میں بعیت جناب حکیم نعمت علی و برادر طریقت منشی کبیر بخش سکرام پوری (قریب سمستی پور) مدفون رجوا قدس سرہما پھلواری شریف حاضر ہوئے۔ اس وقت خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشین مولانا شاہ بدر الدین رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ باغ پیر مجیب قدس سرہٗ میں جاکر چند بزرگوں کے مزارات پر حسب معمول مراقب ہوا۔ لیکن کوئی حظ و انبساط حاصل نہیں ہوئے۔ پھر روضہ حضرت پیر مجیب کی طرف چلا۔ ابھی روضہ میں داخل نہیں ہوا تھا کہ موتیا کی خوشبو نے دل و دماغ کو معطر کیا۔ دیر تک مزار پر حاضر رہا۔ درود شریف پڑھنے میں عجیب لطف آیا۔ واپسی میں گمٹی (جہاں اب پھلواری کا اسٹیشن بن گیا ہے) کی طرف آتے ہوئے سڑک کے کنارے ایک مزار نظر آیا جہاں شکستہ عمارت ہے۔ یہ بڑے باکمال بزرگ کا مرقد منور ہے کہ احقر دور ہی تھا کہ کشش پیدا ہوئی اور خود رفتہ ہوگیا۔ ان بزرگ کا نام مولانا حکیم منظور احمد صاحب نے بتایا تھا جس کا صحیح نشان حافظہ میں محفوظ نہیں رہ سکا۔ "دھندلا نشان" "مخدوم راستیں" ظاہر کر رہا ہے۔ مولانا منظور احمد

ے آپ پھلواری شریف ضلع پٹنہ کے ساکن مفتی محمد نعیم فرنگی محلی لکھنؤ اور مولانا احمد پھلواری کے شاگرد حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر پھلواری کے بھتیجے اور بڑے داماد تھے۔ خاندانی اختلاف کے سبب سے ترک وطن کر کے سمستی پور میں اقامت پذیر ہوئے۔ ۱۳۵۲ھ میں بمقام کلکتہ وصال کیا۔ مرتب محمد ابراہیم فریدی غفرلہ

صاحب کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ ان دنوں متھرا پور با بو فضیلت خان صاحب کے یہاں قیام پذیر ہیں۔ اعزہ کے اصرار پر پھلواری تشریف لے جائیں گے۔ خانقاہ خرد مولانا شاہ عبید اللہ صاحب کے یہاں قیام پذیر ہوں گے۔ مولانا شاہ منظور احمد صاحب نے حضرت شاہ ابوالحسن پھلواروی کا دور دیکھا ہے۔ حضرت فرد اور مولانا احمدی کے کئی باہمی واقعات احقر غفرلہ سے بیان کئے ہیں۔ مولانا نے فرنگی محل لکھنؤ میں پڑھا ہو لانا عبدالحئی صاحب سے بھی درس لیا ہیں فرداً فرداً جا رہا ہوں۔ سنا ہے کہ مولانا قمر صاحب مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ میں آ رہے ہیں۔

فقط والسلام علی النبی الاعلیٰ۔

مکتوب ۔ ۱۱

مکتوب ولایت

بسمہٖ تبارک وتعالیٰ

عزیز وا فر تمیز مولوی محمد ابراہیم فریدی خوش رہو

بعد دعائے صحتوری مزاج وعافیت دارین

خط پڑھ کر حالات سے مطلع ہوا۔ "ولایت" کے معنی قرب خداوندی ہے۔ اس قرب کا سزاوار صرف مومن اور متقی مسلمان ہے۔ ایمان وتقوی کے بغیر کوئی ولایت کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا ہے اور نہ کسی وقت ولی ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید نے خود اس کی تخصیص کردی ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ الذین امنوا وکانوا یتقون [۱] پارہ

---

[۱] ترجمہ: جان لو کہ اللہ کے دلیوں کو قیامت کے دن نہ کسی قسم کا کھٹکا ہو گا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔ اللہ کے ولی مومن اور پرہیزگار ہیں۔

لہذا غیر مسلم ہزار عبادت و ریاضت کرے وہ ولایت کی نعمت سے محروم رہے گا۔ اگرچہ اس سے خرق عادت ظاہر ہوں اور مخلوق رجوع ہو۔ غیر مسلم کی خرق عادت کو اصطلاح میں "استدراج" کہتے ہیں۔ اس کو کرامت کہنا سفاہت اور جہالت ہے۔

تقویٰ کا پہلا درجہ شرک و کفر سے بچنا ہے۔ لہذا کوئی صدق دل سے ایمان لایا اور شرک و کفر سے بچا "ولی" ہوا۔ لیکن اس کا شمار ولایت عامہ میں ہوگا۔ ولایت عامہ میں درجات ہیں۔ اس درجہ میں ہر اہل سنت ولی ہے۔ ہر عالم، ہر مفتی، دین کا ہر معلم دین کا ہر مبلغ، ہر نیکوکار اس ولایت کے افراد ہیں۔ "ولایت خاصہ" مخصوص ولایت ہے۔ اس کے حصول کا طریقہ بھی خاص ہے۔ اس ولایت میں مومن کو امتیازی وصول الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ اس میں فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ کی منزلیں ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مرید ہونا اور ریاضت کرنا، مجاہدہ نفس میں مشغول ہونا لازمی ہے۔ اس راہ کے اولیاء اپنے مراتب کے لحاظ سے مختلف نام اور درجے رکھتے ہیں۔ قطب، غوث، امام، اوتاد، اخیار، ابرار، نقباء، نجباء، عمدہ، مکتوم، مفرد و ابدال کے نام اور لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

اس راہ کے طالب کو "سالک" کہتے ہیں اور تحصیل کے ذریعہ کو "تصوف"

علم تصوف:۔ باطنی اصلاح کے طریقہ کے جاننے کا نام ہے۔ تصوف کا مقصد سرمدی حیات اور ابدی سعادت حاصل کرنا ہے۔ اس کا "موضوع" ظاہر اور باطن کی صفائی اور اخلاق حمیدہ سے موصوف ہونا ہے۔

باطنی امراض شہوت، آفت زبان، غصہ، کینہ، حسد، بخل، حرص، ریا، عجب غرور، حب دنیا اور حب جاہ ہیں۔ ان کو باطنی نجاستیں بھی کہتے ہیں۔ ان نجاستوں کو دور کرنا رفتہ سلوک اور وصول الی اللہ کے آرزومندوں کے لئے بہت ضروری شے ہے۔ ان ہی امراض اور نجاستوں کو دور کرنے کا نام "تخلیہ" ہے۔ ان کی جگہ صفات حسنہ رکھنے کا نام تحلیہ یا تجلیہ ہے۔ یہ سب صوفیائے کرام کی اصطلاحیں ہیں۔ صوفیا، باطنی امراض کو صفات رذیلہ اور صفات ذمیمہ بھی کہتے ہیں۔

ان صفات رذیلہ کے دور کرنے کی جدوجہد کو "مجاہدۂ نفس" کہتے ہیں۔ جب یہ صفات رذیلہ دور ہوجاتی ہیں اور ان کی جگہ صفات حسنہ قائم ہونے لگتی ہیں تو ان کو "مقامات" کہتے ہیں۔ صفات رذیلہ دور کرنے میں لگ جانے کا نام "ریاضت" اور جہاد نفس ہے۔ ریاضت اور جہاد نفس کے بعد قلب میں خاص صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو خاص کیفیت کی حامل ہوتی ہے۔ جس سے وصولی الی اللہ ہوتا ہے۔ وصولی الی اللہ بھی قلب کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے جس میں کشش ہوتی ہے۔ اس کشش کی کیفیت جداگانہ ہوتی ہے۔ کبھی جذباتی کیفیت میں نمودار ہوتی ہے اور کبھی سکون و خاموشی میں کبھی حیرت و حسرت میں۔ کبھی گریہ و بکا میں۔ اسی کیفیت کا نام صوفیائے کرام کی زبان میں "نسبت" رکھا گیا ہے۔ جس قدر نسبت قوی ہوتی جائے گی وصول میں کمال پیدا ہوتا جائے گا۔ اسی حال میں مبدِ فیاض یعنی رب تعالیٰ کے دربار سے فیضان ہوتا ہے۔ کبھی فیضان علوم، کبھی فیضان اسرار یہی علوم لدنی ہیں ان کو معارف حقائق و اسرار بھی کہتے ہیں۔ اگر اس نسبت میں صرف کیفیات ہی ہیں۔ فیضان علوم و اسرار نہیں ہے تو اس نسبت کا نام "آثار و احوال" ہوجاتا ہے جیسے قبض و بسط، خوشی غم، وجد ہیبت، حیرت، گریہ، خندہ، محو، سکر۔

سلوک کی ریاضت آسان نہیں بڑی مشکل ہے۔ اس میں بڑی زحمتیں اور دشواریاں اٹھانی پڑتی ہیں، ذلت نفس، طنز احباب، طعن اغیار، فاقہ، تنگدستی پریشانی، بے چینی، حقارت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قلت گفتار، قلت طعام قلت نوم، ترک علائق دنیاوی سے سابقہ رہتا ہے۔ ان سب زحمتوں کے باوجود کہیں مدتوں میں جاکر مراحل سلوک طے پاتے ہیں۔ ان کے طے ہونے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔ استعداد اور صلاحیت کے لحاظ سے وقت لگتا ہے جس میں رب تعالیٰ نے استعداد کامل ودیعت کی ہے۔ اس کا کام جلد انجام کو پہنچتا ہے۔ اس راستہ میں آپ بیتی اور پیر بھائیوں کی گزری کیا لکھوں۔ اس کا نہ لکھنا اس وقت مناسب ہے اور کہنا وقت ملاقات زیبا۔

ذوق این بادہ ندانی۔ بخدا تا نہ چشی۔ [1]

جب سالک پر مبدأ فیاض کا فیض نازل ہوتا ہے تو سارے امور آسان ہوجاتے ہیں اور علم الیقین کی چیزیں عین الیقین میں آجاتی ہیں۔ پھر اس سے ترقی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ سالک حق الیقین کی منزل میں آجاتا ہے۔

احیاء العلوم وغیرہ کتب تصوف میں حملہ امراض نفسانی کے دفع کرنے کے طریقے اور علاج ذکر کئے گئے ہیں۔ احقر عفرلہٗ کے نزدیک آسان طریقہ مرشد کی صحبت اور مرشد کے بتائے ہوئے ذکر کی مداومت اور اتباع شرع ہے۔ مرشد ظرف اور قابلیت دیکھ کر مرید کی تربیت کرتا ہے۔ بسا اوقات نسبت عشقیہ سے توجہ دیتا ہے جس سے مرید میں عشق کا جذبہ پیدا ہوا اور اس جذبہ نے صفات رذیلہ کو دور کیا۔

ہر کرا جامہ ز عشقی چاک شد — او ز حرص و عیب کلی پاک شد [2]

مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ

خاکسار نے بعض مشائخ کو دیکھا کہ محفل سماع میں نسبت عشقیہ کی توجہ ڈالی اور مرید کے قلب میں تخم عشق بو دیا پھر رفتہ رفتہ جڑ، پھر پودا کی شکل میں آ گیا۔ پھر اس پودا کی برگ و شاخ نے جسم کے سارے اعضاء پر تسلط کیا۔ یہاں تک کہ سالک کا وجود سراپا شجر عشق بن گیا۔ سلسلہ آبا دانیہ میں ذکر کی کثرت سے نسبت عشقیہ پیدا ہوجاتی ہے اس نسبت کے حصول کا زینہ ربط شیخ اور تصور شیخ بھی ہے۔ ربط شیخ میں بہت فائدے ہیں جو سالک پر رفتہ رفتہ عیاں ہوتے رہتے ہیں۔ سالک اس کی برکت سے تسلط شیطانی سے محفوظ رہتا ہے۔ سالک کے قلب پر نسبت کا فیضان ہوتا ہے جس سے قلب میں طمانیت رہتی ہے۔ اس طمانیت سے ربط شیخ اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ

---

[1] یعنی شراب کا لطف پینے میں ہے نہ کہ دیکھنے میں

[2] جس کے لباس کو عشق نے پھاڑا وہ ہر عیب اور حرص سے پاک و صاف ہوگیا۔

اس میں حضوری کا لطف آتا ہے۔

تصور شیخ کو برزخ شیخ بھی کہتے ہیں۔ یہ شغل خانوادے قادریہ نقشبندیہ چشتیہ سہروردیہ کی تربیت سلوک میں داخل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے القول الجمیل میں ہے۔

اِذَا غَابَ الشَّیْخُ عَنْہُ تَخَیَّلَ صُوْرَتَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ بِوَصْفِ الْمُحَبَّۃِ وَالتَّعْظِیْمِ فَیُفِیْدُ صُوْرَتُہٗ مُحَبَّتَہٗ۔

(جب کہ شیخ (مرشد) موجود نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے۔ محبت و بندگی کے لحاظ سے اس سے وہی فائدہ ہوگا جو اس کے پاس رہ کر ہوتا ہے)

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں ہے "صورت مرشد پیش خود تصور کردہ بعدہٗ ذکر گوید الرفیق ثم الطریق" [۱]

کشکول کلیمی [ع] ص ۳۲ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں ہے۔

بدانکہ در سلسلہ علیہ نقشبندیہ بنائے کار بر سہ طریق قرار یافتہ اول طریقہ توجہ دوئم مراقبہ سوئم طریق رابطہ۔ وآں توجہ بصورت شیخ است کہ فانی فی اللہ و باقی باللہ [۲]

حضرت مولانا نصر اللہ خان خورجوی خویشگی [۳] قدس سرہ نے بیاض دلکشا ص ۱۱۱ پر

ع حضرت شیخ کلیم اللہ چشتی شاہجہاں آبادی کی تالیف فارسی زبان میں ہے۔ حضرت شیخ کا وصال ۱۱۴۲ھ دہلی میں ہوا۔ جامع مسجد دہلی کے سامنے میدان میں دفن ہیں۔ قبر زیارت گاہ ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

[۱] پہلے مرشد کی صورت کا تصور کرو پھر ذکر میں لگ جاؤ کیونکہ راہ چلنے کیلئے رفیق ہونا چاہیئے۔ پھر راہ پکڑنا چاہیئے۔

[۲] آگاہ رہو کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا سلوک طے کرنے کے تین طریقے ہیں اول توجہ دوئم مراقبہ اور سوئم رابطہ یعنی پیر کی صورت کو سامنے رکھ کر توجہ کرنا کیونکہ پیر فانی فی اللہ او باقی باللہ ہے۔

[۳] شریعت و طریقت میں باکمال بزرگ صاحب علم و تصنیف ہوئے ہیں۔ خورجہ ضلع بلند شہر یوپی میں قریب عیدگاہ مزار ہے۔ ۲۷ محرم سنہ ۱۲۹۹ھ تاریخ وفات۔ سنہ ۱۲۲۶ھ تاریخ پیدائش ہے۔

تحریر فرمایا ہے "در مسئلہ برزخ شیخ اختلاف علمائے ظاہر است و آں رحمت و راحت است۔ اما پیش صوفیاء صافیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ایں مسئلہ مسلم الثبوت است غرض ایشاں بایں نہ شرک فی العلم است بلکہ طریقہ است برائے استحکام محبت شیخ و حصول برکت در بطون"۔ یعنی برزخ پیر (تصور شیخ) کے جواز اور ناجواز میں علمائے ظاہر کا اختلاف ہے جو رحمت و راحت کے حکم میں ہے لیکن صوفیاء صافیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک یہ مسئلہ مسلمہ ہے۔ تصور پیر سے صوفیائے کرام کا مقصد شرک فی العلم نہیں بلکہ صوفیاء میں پیر سے لگاؤ کو مضبوط کرنے اور باطن میں برکت حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

حضرت مولانا خورجوی قدس سرہٗ نے اپنے پیر طریقت قدوۃ العارفین حضرت شاہ عبد العلیم علوی لوہاری رحمۃ اللہ علیہ مدفون جہانگیر آباد بھوپال ۱۲۶۶ھ سے برزخ پیر کی بابت پوچھا جو بیاض دلکشا صنا سے نقل کیا جا رہا ہے۔

روزے در باب برزخ شیخ[ع] کہ صوفیا بنظر دارند استفسار کردم۔ ارشاد شد کہ مرید را باید کہ براں برزخ شیخ را پیش نظر خود دارد۔ چہ در بیداری و چہ در عالم خواب تا از برکت ایں شغل از مکروہات شیطانی خداوند قدیر محفوظ دارد۔

برزخ مرشد بہ پیش چشم دار
تا نباشی از فریب دیو خوار ؎

یعنی میں نے ایک دن تصور پیر کی بابت جس کو صوفیاء نظر میں رکھتے ہیں حضرت پیر مرشد سے پوچھا۔ حضرت نے فرمایا کہ تصور پیر نظر میں رکھنا چاہیئے۔ جاگنے اور سونے میں تاکہ اس کی برکت سے خداوند قدیر شیطان کی چال اور مکر سے بچائے۔

ان تمام بیانات سے ظاہر ہوا کہ برزخ شیخ (تصور پیر) صوفیائے کرام کا شغل

ع برزخ شیخ، شغل برزخ، تصور پیر ایک مفہوم کے عنوان ہیں

؎ تصور پیر کو آنکھوں کے سامنے رکھو تاکہ شیطان کے فریب سے ذلیل نہ ہو۔

رہا ہے اور ہے اور رہے گا کیوں کہ یہ سلوک میں ترقی اور شیطانی وسوسہ سے حفاظت کا باعث ہے۔ اس مسئلہ میں صوفی کا چون وچرا کرنا مناسب نہیں۔ یہ شغل ایک منزل میں آکر خود بخود قائم ہو جاتا ہے بلکہ سالک پر مسلّط ہو جاتا ہے۔ اس سے قائم کرنے کی کوشش کی حاجت نہیں کرنی پڑتی ہے۔

سلوک سے جو ولایت ملتی ہے وہ ولایت صرف نعمت الٰہی ہے جو سالک کو لطور انعام دی جاتی ہے اس لئے مشائخ فرماتے ہیں کہ ولایت وہبی ہے کسبی نہیں، کہ صرف مجاہدہ کے کسب سے حاصل ہو جائے۔ بلکہ مجاہدہ نفس کے قبول ہو جانے پر وہ عطیہ ربانی ہے جو وصل باللہ کہلاتا ہے۔ وسل باللہ خصوصی نسبت کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اتصال مکانی اور نہ اتصال زمانی نہ حلول اور اتحاد کا۔ اس لئے کہ یہ سب اسلامی عقائد و تعلیمات کے بالکل منافی ہیں بلکہ کفریات ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم اور اجزائے جسم، مکان اور زمان کی وابستگی سے بزرگ و برتر ہے۔ وہ نہ کسی انسان کے اندر سماتا ہے اور نہ رہتا ہے نہ بستا ہے اور نہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا جز و بن جاتا ہے۔ اور نہ اس کے وجود میں مل کر ایک ہو جاتا ہے۔ بندہ اپنی روحانی ترقی اور کمال پر بھی عبدیت ہی کے مقام پر رہتا ہے۔ کبھی اس سے تجاوز نہیں کرتا۔ نبی، رسول، خاتم المرسلین، ولی، قطب، غوث، ابدال، سب کا مقام عبدیت ہی ہے۔

عبدیت کے درجات کا شمار بالا تر ہے۔ ہر مخلوق عبدیت کے مقام پر ہے خواہ جاندار ہو یا بے جان، عام ہو یا خاص، خاصان خدا کا مقام قرب "عبدیت" ہے۔ اسی عبدیت کے ایک مقام قرب کی نسبت کو رب تعالیٰ نے اتنا معزز کیا کہ کہا۔ "میں بندہ کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ میں آنکھ بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ دیکھتا ہے میں ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ اس سے وہ چھوتا اور پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ چلتا ہے۔"

یہ ترجمہ حدیث قدسی کے ایک فقرہ کا ہے جس کے اخیر راوی حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] اور جامع امام بخاری حضرت محمد بن اسماعیل ہیں[2] مشکوٰۃ شریف میں بھی موجود ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے متن یہ ہیں۔

اذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا۔

غور کرو اس حدیث شریف میں صرف[3] کمال نسبت کا بیان ہے جو عبد اور معبود میں ہے نہ جسمانی حلول اور اتحاد کا کہ رب تعالیٰ بندہ کا کان، آنکھ، ہاتھ، پیر بن جاتا ہے۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ

کا مطلب صرف کمال نسبت کا حصول ہے نہ کہ اتحاد

عبد اور معبود کا کسی نوعیت سے اتحاد یا متحد ہونا یا معبود کا عبد میں حلول ہونا۔ یا عبد اور معبود کا باہم جزو ہونا۔ یا عبد کا معبود میں ضم ہو جانا سب اسلامی نظریات کے خلاف ہیں لہٰذا کسی اہل طریقت کا یہ عقیدہ ہونا ناممکن ہے۔ جہلا جو رد جو طریقت سے دور ہیں وہ قابل اعتبار نہیں۔ فقط والدعا۔ والحمد للہ والثناء علیہ

محمد جعفر علی فریدی ملکہ اللہ علیٰ نہج الصدق والعرفان
خانقاہ قادریہ سربیلا۔ ضلع سمری بختیار۔ پور بہار

---

[1] مشکوٰۃ شریف حدیث کی معتبر کتاب ہے جس میں تیرہ مستند کتب حدیث سے زیادہ کتابوں سے احادیث جمع کئے گئے ہیں ہر حدیث کے مروی کتب اور راوی کے نام درج ہیں۔ درس نظامی کی مشہور کتاب ہے اس کا پورا نام مشکوٰۃ المصابیح ہے اس کے مؤلف حضرت ولی الدین ابو عبداللہ محمد خطیب تبریزی ہیں مشکوٰۃ شریف کی تکمیل رمضان شریف ۷۳۵ھ بروز جمعہ عید کے چاندرات کے دن ہوئی۔

[2] حضرت محمد بن اسماعیل بخاری شریف کے مؤلف ہیں ۔۔۔۔۔ بعد نماز جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں وفات ہوئی۔ مقام خرتنک میں قریب سمرقند دفن کئے گئے۔ بخاری شریف میں سات ہزار دو سو پچھتر (۷۲۷۵) احادیث ہیں۔ بخاری شریف کو صحیح بخاری بھی کہتے ہیں۔

[3] اس حدیث میں اطاعت گزار بندہ کی عزت بخشی کا ذکر ہے جس میں بطریق مجاز اپنایا گیا ہے نہ طریق حقیقت۔

مکتوب ۔ ۱۲ ؎

سعادت اثار طائل کم عمر

الحمد للہ علیٰ کلّ حالٍ والصلوٰۃ علیٰ نبیّہٖ فی کلّ آن

پیر ہادی ہوتا ہے اور منصب ارشاد پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ پیر کا اتباع ہدایت ہی ہدایت ہے۔ مرید ہونے کا منشا طلب ہدایت۔ پیر سے ظاہری اعمال واخلاق درست ہوتے ہیں اور باطنی خیالات وعقائد پاکیزہ ہوتے ہیں۔ ذکر رب تعالیٰ زبان سے ہو یا قلب ولطائف سے سب کے سب باطن ترقی کے زینے ہیں۔ ان کی کثرت سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور باطن میں صفائی آتی ہے عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ اعتقادات میں کمال یقین اور خطرات ووسوسہ سے دوری ہوجاتی ہے پیر کے افعال واخلاق کو اپنانا محبت رسولؐ کا ذریعہ ہے۔ یقین جانو کہ سارے عالم کے پیر حقیقی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں" وہی فی الحقیقت مرشد ظاہری اور باطنی ہیں اور سب مشائخ واولیاء آپ کے پیرو نائب ہیں۔ صحابی کی زندگی افعال و اخلاق رسول اللہ سے بھرپور پاؤ گے۔ جملہ صحابہ کرام طریقہ نبوی کے اتباع کو اتنا عزیز سمجھتے تھے کہ کبھی اس کی نوبت ہی نہ آئی کہ دریافت کرتے کہ یہ فرض ہے یا واجب۔ سنت موکدہ ہے یا غیر موکدہ۔ مستحب ہے یا مباح۔ صرف اتنا معلوم ہوگیا کہ یہ عمل سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے اور حکم دیا ہے۔ اس کو بس کرنے لگتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

؎ مکتوب بذا العنوان عارفانہ مکتوب کا نشانہ صابری کلیر شریف جنوری فروری ۱۹۶۲ء کے مشترکہ پرچہ نمبر ۸-۱ جلد ۴ میں چھپا

کو دیکھو کہ مدینہ طیبہ سے جب حج کو چلے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام ان افعال و حرکات و سکنات کو سامنے رکھا جو سید عالم سے سفر حج میں وجود میں آئے یہاں تک کہ جس مقام پر قیام کیا تھا وہیں ٹھہرے۔ جس جگہ نماز پڑھی تھی وہیں نماز پڑھی۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو دیکھو بلا نصیب زیارت محو جمال ہے محض عشق و اتباع میں دانت توڑ دیئے۔ یہ بھی وفور عشق نے اجازت نہیں دی کہ دریافت کریں کہ حضرت کا کون سا دانت شہید ہوا۔ یہی محویت جمال، افعال و اخلاق کی نقل تلقین شدہ اذکار کی مداومت، فنافی الشیخ کی منزل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں سلوک کی صرف دو منزلیں تھیں۔ ۱۔ فنافی الرسول ۲۔ فنافی اللہ۔ اس دور میں یعنی دور صحابہ میں فنافی الرسول ہی فنافی الشیخ کی منزل تھی۔ صحابہ کرام کا ہر فرد اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق اس منزل پر فائز تھا لیکن سب سے اعلیٰ صلاحیت صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں موجود تھی کیونکہ آپ نے غار ثور کی رفاقت میں اس مقام کی تکمیل کی اور اپنے مرشد کی زبان پاک سے یہ مژدہ سنا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ بس اس کلمہ کے سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق کی فنافی الرسول کی منزل سے ترقی ہوئی اور فنافی اللہ کا مقام شروع ہو گیا۔ اب جو بھی خدمات کیں وہ سب فنافی اللہ کی منزل سے کیں۔

حضرت ابوبکر صدیق کی اسی منزل پر جلوہ گری تھی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے جب راہ خدا میں مال طلب کیا تو سیدنا ابوبکر صدیق نے سارا مال سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ اس پر آنحضرت نے پوچھا کہ اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا تو فرمایا اللہ اور اس کے رسول کو۔ آپ نے ایک موقع پر استعمال کے کپڑے بھی خیرات کر دیئے اور پہننے کو بھی نہیں رکھے۔ کمبل لپیٹ کر کانٹے کا تکمہ لگا کر بارگاہ رسالت میں آئے۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی وضع

ؔ آپ فکر نہ کیجئے یقیناً میرے اور آپ کے ساتھ اللہ ہے۔

ایسی مقبول ہوئی کہ حضرت جبریل امین اسی وضع میں آنحضرت کی خدمت میں آئے اور فرمایا کہ آج فرشتے بھی ابوبکرؓ کے لباس میں ہیں۔ یہ کیا رمز ہے۔ وہی فنا فی اللہ کا اثر ہے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا فانی سے علیین کے حجرہ قدس میں جلوہ گر ہوئے تو جملہ صحابہ کرام میں کہرام مچ گیا۔ ہر ایک کے صدمے کا عالم جدا تھا۔ حضرت عمر فاروق نے فرط محبت سے ہاتھ میں تلوار لے لی اور جذبۂ فنا فی الرسول میں کہنے لگے کہ جو کوئی کہے کہ رسول اللہ رحلت کر گئے اس کی گردن جسم پر باقی نہ رہے گی۔ حضرت عثمان غنی پر سکتہ کا عالم طاری تھا یہاں تک کہ ایک معزز صحابی کے سلام کے جواب دینے کا بھی احساس نہیں ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و سیدۂ فاطمہ اور ازواج رسول اللہ کے چشم گریاں اور دل بریاں تھے۔ الغرض ہر صحابی فنا فی الرسول کے جذبہ میں مستغرق تھا لیکن ان تمام صحابہ میں صرف ایک ذات گرامی تھی جو جذبۂ فنا فی الرسول کے مقام سے بالاتر تھی اور سکون واستقامت کی منزل پر خیمہ زن۔ اس گرامی ہستی نے مقام فنا فی اللہ کی برکات سے سائر اصحاب کرام کو ورطۂ اضطراب سے نکالا۔ حالانکہ بوقت وصال عوالی مدینہ کے مقام سنحہ میں تھے خبر پاتے ہی حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں آئے۔ جسم شریف سے چادر اٹھا کر جبیں مبارک کو بوسہ دیا۔ مسجد نبوی میں آکر منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے۔ مجمع صحابہ کرام میں آیت

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؎

(پارہ لن تنالوا) کی پوری آیت تلاوت کی جس کے سنتے ہی سائر اصحاب کرام سے وارفتگی دور ہوئی اور سبھوں کے قلوب پر سکینہ و ثبات نازل ہوئے جس سے روحانی ترقی ملی سبھوں نے فنا فی الرسول سے فنا فی اللہ کی جانب صعود کیا۔ اس باطنی عروج

؎ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہوں۔ حضرت سے پہلے بہت سے اللہ کے رسول آئے اور چلے گئے حضرت دنیا سے تشریف لے گئے تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ جو کافر ہوگا وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکے گا۔

کو ملاحظہ کرتے ہوئے ایک صحابی کی زبان سے نکلا کہ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آیت ابھی سنی ہے۔ صحابہ کرام کی یہ کیفیات واردات کیا ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مقام ثبات پر ہونا۔ وہی صحابہ کرام کا فنافی الرسول کی منزل پر ہونا اور حضرت ابوبکر صدیق کا مقام فنافی اللہ ہونا۔ اگر حضرت ابوبکر صدیق بھی اسی فنافی الرسول کی منزل پر ہوتے تو وہ بھی اور صحابہ کی کیفیات میں ہوتے اس استقامت کا مقام آپ کو نصیب نہیں ہوتا۔ غور کرو اس نازک موقع پر فنافی اللہ کے مقام کا نشان دینے والی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فنافی اللہ کی منزل پر لانے والی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اس دم جملہ صحابہ فیضان صدیقی کے مرہون منت ہیں کیونکہ مقام صدیقیت نبوت کے بالکل قریب ہے درمیان میں کوئی واسطہ نہیں یعنی صدیقیت کی منزل ختم ہوتے ہی نبوت کی منزل شروع ہو جاتی ہے اس کو قرآن کریم میں بتایا ہے اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔

مقام صدیقیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امت کے صدیقوں سے بالاتر ہیں خواہ امت محمدیہ ہو یا اس سے سابق انبیاء کی امتیں۔ بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساری امت پر ایسی فضیلت حاصل ہے جس طرح ہمارے سید عالم کو تمام انبیاء علیہ السلام پر خواہ وہ رسول ہوں یا نبی جملہ انبیاء علیہ السلام فنافی اللہ کے اعلیٰ مقام پر حسب مراتب فائز ہیں اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ السلام کا مقام "مقام محمود" ہے جو فنافی اللہ میں سب سے اعلیٰ مقام ہے جہاں کسی نبی یا فرشتہ کی پہنچ نہیں اس مقام کے عارف حضرت صدیق اکبر تھے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر حسب مراتب باقی صحابہ۔ چونکہ حضرت سید عالم کے وزیر یمین حضرت ابوبکر اور وزیر یسار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں جیسا کہ ترمذی شریف میں حدیث ہے۔

ترجمہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ انبیاء، صدیقین، شہداء، نکوکار ہیں۔ یہ سب صاحبان اچھے ساتھی ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا ولہ وزیران من اہل السماء ووزیران من اہل الارض اما وزیرای من اہل السماء فجبریل ومیکائیل ووزیرای من اہل الارض ابوبکر وعمر۔ سہ

مقام صدیقیت کا عرفان اور اس سے فیض یابی خاص خاص ولی کو ہوئی ہے اس لئے کہ یہ مقام بہت اونچا ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خاص توجہ وکرم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام کا عرفان ہوا۔ اکتساب فیوض وبرکات بڑی چیز ہے۔ اس مقام کی پوری واقفیت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس لئے کہ وہ سید عالم کے وزیر یسار تھے اسی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکر صدیق کو نیابت رسول اللہ کے لئے منتخب کیا اور سب سے پہلے آپ ہی بیعت سے معزز ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ہی خلیفۃ الرسول کہلائے۔ بلاشبہ ان تمام صحابہ کرام سے زیادہ قرب الٰہی حاصل ہے یہی عقیدہ مشائخ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ کا ہے۔ یہی مسلک جملہ اہل سنت کا ہے۔ یہی تحقیق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ہے۔ مشائخ طریقت نے تصریح کی ہے کہ صحابہ کرام میں افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بعض بزرگوں نے حضرت عثمان پر حضرت علی کو فضیلت دی ہے۔ محترم مولوی شاہ منظور احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے اکابر حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواری تک وہی مسلک رہا جو مشائخ طریقت کا ہے لیکن چچا حضرت شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا

سہ حضرت ابوسعید خدری (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان والے اور دو وزیر زمین والے ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر آسمان والے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل اور زمین والے (حضرت) ابوبکر۔ عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما

لہٰذا مجھ سے اختلاف ہوا۔ بلاشبہ ولایت کے منصب امامت پر سیدنا علی کرم اللہ
وجہہ فائز ہیں۔ آپ ہی کے فیوض و توجہ سے اقطاب اوتاد، نقباء، نجباء ابدال کے
درجات ملتے ہیں۔ آپ ہی کے ذریعے خلفاء ثلٰثہ کے فیوض سے استفادہ ہو سکتا ہے۔
مشائخ زمانہ آپ ہی کے زلّہ ربا ہیں۔ لہٰذا بڑے بڑے بزرگوں کو دیکھو گے کہ وہ مئے
حُبِ علی میں سرشار ہیں۔ بفحوائے اِلْاِنسانُ عبیدُ الاحسانِ [1] سیدنا علی کرم اللہ
وجہہ کے احسانات کے مرہون ہیں۔ لہٰذا محبت مرتضوی میں فنا ہیں۔ یہ فنائیت اس
بات کی دلیل نہیں کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قرب الٰہی کو تمام صحابہ سے زیادہ
جانتے ہیں۔ مرید صادق۔ اپنے پیر طریقت کی محبت جملہ مشائخ سے زیادہ رکھتا ہے
اور اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ ان کی صحبت اور اتباع میرے لئے قرب خداوندی
کا باعث ہوگا، اور یہی ذریعے اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کے ہیں لیکن یہ یقین نہیں
رکھتا کہ میرے مرشد کو تمام مشائخ سے زیادہ قرب الٰہی حاصل ہے۔

فقط والدعا السلام علی خیر الانام

مکتوب ۔ ۱۳

حامداً او مصلیاً

نور چشم طال عمرکم و نور قلبکم
عزیزا ہندوستان کے طول و عرض میں نہ مشائخ کی کمی ہے اور نہ سلاسل

---

[1] انسان احسان کا مرہون ہے

ترمذی شریف حدیث کی درسی کتاب ہے جو صحاح ستہ کے دورہ میں پڑھائی جاتی ہے صحاح ستہ میں اس کا درجہ پانچواں ہے اس کے مؤلف حضرت محمد بن عیسٰی محدث ہیں جنکی کنیت ابو عیسٰی ہے، مذہباً شافعی تھے۔ ولادت ۲۰۹ھ اور وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی ستر سال کی عمر پائی۔ ترمذ ایک شہر کا نام ہے جو دریائے جیحون کے کنارے پر آباد ہے۔ ترمذی شریف کو جامع ترمذی، سنن ترمذی بھی کہتے ہیں۔

اولیاء اللہ جس سلسلہ سے قلب کی وابستگی ہوجائے اور جس پیر کی صحبت سے قلب میں خشیت سوزش عشق پیدا ہوجائے اور نفس کی اصلاح ہو وے وہی سلسلہ اس کے حق میں "سلسلۃ الذہب" وہی پیر رہبر کامل ہے۔ اسی سلسلہ کے بزرگوں سے زیادہ انس رکھے اور اس پیر سے زیادہ محبت اور لگاؤ ہونا چاہیئے۔ اس کا اتباع مشعل حیات اور اس کی پیروی شمع ہدایت، اس کی محبت جان تصوف اور روح سلوک ہے۔ اس راہ میں پیر طریقت سے جتنا زیادہ ربط اور جس قدر گہرا لگاؤ ہوگا اتنا ہی مدارج میں ترقی ہوگی۔ خواہ پیر اس ناسوت کی دنیا میں ہو یا برزخ کے عالم میں۔ پیر سے صحیح رابطہ قائم رکھنے کے اصول یہ ہیں کہ پیر کی ہدایت پر کاربند رہے۔ پیر کے بتائے ہوئے اوراد، اذکار کی پابندی کرے۔ اس میں غفلت نہ کرے۔ ذکر کے وقت پیر کا تصوّر رکھے اور یہ سمجھے کہ میرا پیر میرے سامنے جلوہ گر ہے اور میرے ذکر کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس سے یہ فائدے ہیں کہ ذکر میں دل لگتا ہے۔ شیطان کے نرغہ سے محفوظ رہتا ہے۔ خیالات فاسدہ سے امن میں رہتا ہے۔ غیبوبیت میں بھی شیخ (پیر) کی حضوری حاصل رہتی ہے۔ تعلیمات نقشبندیہ میں صحبت پیر کی بڑی اہمیت ہے۔ پیر کیا ہے، مربی روح ہے۔ تربیت روح پیر کے فرائض منصبی میں داخل ہے، مرید کے ذمہ اخلاص عقیدت و اطاعت ہے۔ پیر ذاکر اور مذکور کے درمیان میں واسطہ ہے جس کے ذریعے مرید کے قلب میں نزول رحمت ہوتا ہے مرید کی شان ذاکر کی ہے اور رب تعالیٰ کی مذکور کی۔ رب معبود ہے، رب مقصود ہے۔ رب موجود ہے۔ رب کی ذات و صفات بے مثال ہے، نہ کوئی اس کا کسی بات میں شریک ہے اور نہ مقابل۔ نہ کوئی صفت اس کی ثانی اور نہ مخلوق ہے جو خوبی ہے وہ ازلی ہے، ابدی ہے اور دائمی ہے۔ پیر رب تعالیٰ کا بندہ ہے اور اس کی مخلوق اور اطاعت گزار۔ مرید کا وہ رہبر اور مربی ہے۔ پیر میں جو صفت رہنمائی اور تربیت کی پیدا ہوئی ہے وہ محض رب تعالیٰ کا انعام ہے جو ذکر میں فنا اور اتباع سید عالم میں محو ہوجانے سے ملا ہے۔ مرید کے قلب میں جو سوزش عشق ہے، مرید کو جو طاری

و باطنی ہدایات ملتی رہتی ہیں یہ سب پیر کے توسط سے ہے۔ پیر کا تصور رکھنا بت پرستی نہیں اور نہ شرک۔ کوئی پیر کی پوجا نہیں کرتا۔ پیر کو معبود نہیں سمجھتا ہے نہ یہ خیال کرتا ہے کہ رب تعالیٰ پیر میں سما گیا ہے۔ صرف "رہنما" سمجھکر اس کی صورت کا خیال رکھا ہے تاکہ الفت کا رشتہ قوی ہو اور اتباع کا بندھن مضبوط ہے۔ صحابہ کرام کا ہر فرد سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا شیدائی تھا اور آپ کے ہر روش کا عاشق تھا۔ آپ کی ہر ادا کو جان سے عزیز رکھتا تھا۔ آپ کی شبیہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی۔ حضرت ہند ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے پیش نگاہ شبیہ مبارک کا تصور رہتا تھا۔ حضرت امام حسن آپ ہی سے حضور کا سراپا پوچھا کرتے تھے۔ تصور شیخ کے جواز کا فتویٰ مولانا شاہ عبدالغنی[1] مجددی محدث دہلوی مہاجر مکہ مکرمہ نے بھی دیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی محدث حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی کے شاگرد اور حضرت مولانا شاہ ابوسعید مجددی محدث رامپوری کے صاحبزادہ اور مرید و خلیفہ مولوی محمد قاسم[2] صاحب نانوتوی کے استاذ الحدیث ہیں۔ حضرت شاہ ابوسعید مجددی کا انتقال ٹونک میں ہوا یکم شوال ۱۲۵۰ھ مزار خانقاہ مولانا مرزا مظہر جانجاناں دہلی کوچہ شاہ ابوالخیر میں ہے۔ حضرت ہند ابی ہالہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ کے رشتہ کے ماموں تھے۔ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُم[3]

---

[1] مکہ معظمہ میں محرم ۱۲۹۶ھ میں فوت ہوئے علمائے دیوبند میں حدیث آپ سے آئی ہے۔ آپکو حدیث کی اجازت حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ پدر بزرگوار سے بھی ہے جو حضرت شاہ رفیع الدینؒ دہلوی کے شاگرد تھے۔ [2] مولوی صاحب مرحوم سے مولوی سید احمد حسن امروہویؒ نے حدیث پڑھی۔ مولوی صاحب امروہوی سے استاذی مولوی عبدالعزیز خاں بجنوریؒ نے حضرت استاذ سے مدرسہ منظر الاسلام بریلی میں احقر محمد ابراہیم فریدی نے حدیث پڑھی۔ استاذی علیہ الرحمہ کو درس کی اجازت مولانا وصی احمد سورتی نے بھی دی۔ احقر نے بریلی میں مولانا حامد رضا خاں صاحب سے بھی پڑھا۔ استاذی حضرت عبدالعزیز خاں بجنوریؒ اعلیٰ حضرت بریلویؒ کے مرید و مجاز تھے۔

محمد ابراہیم فریدی غفرلہٗ

[3] کیا حقیقت ان مورتیوں کی جنکی عبادت میں معتکف ہو۔

لہا عاکفون الآیہ۔ سے تصور شیخ کو ناجائز قرار دینا درست نہیں۔ اس لئے کہ اس آیت میں لفظ تماثیل ہے جو تمثال کی جمع ہے۔ تمثال بت کو کہتے ہیں جس قوم کو اس آیت میں خطاب کیا گیا ہے وہ بت پرست تھی۔ اور مورتی کو معبود جانتی تھی اور اس کی عبادت کرتی تھی۔ یہاں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کوئی مرید پیر کو معبود نہیں جانتا ہے اور نہ شریک و مقابل سمجھتا ہے اور نہ حلول کا قائل ہے اور نہ اوتار کا بلکہ خدا کا فرمانبردار بندہ تصور کرتا ہے۔ تصور شیخ کو بزرگان چشتیہ "شغل برزخ" کہتے ہیں۔ بزرگوں نے بتایا کہ رب تعالیٰ کی صفات کا عرفان مخلوقات سے ہوتا ہے مخلوقات ہی رب تعالیٰ کے وجود اور صفات پر دلیل ہیں۔ عالم وجود کی ساری کائنات باری تعالیٰ کے وجود و صفات پر شہادت دے رہی ہیں۔ بلا شبہ مخلوقات دلیل اور خالق مدلول ہے۔ اپنا وجود، اپنا جسم، اپنی نشوونما، اپنی سمجھ بوجھ ادراک و ذکاوت سب خالق کی وحدانیت کے نشان ہیں، ہر فرزند آدم سے رب تعالیٰ کی صفات ہویدا ہو رہی ہیں۔ اسی کی فکر اور اسی کی شناخت عرفان ہے۔ اسی کو کُنتُ کَنزاً مَخفیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ[1] میں اشارہ کیا گیا ہے رب تعالیٰ جس مخصوص بندہ سے چاہتا ہے۔ اپنی صفت ظاہر فرماتا ہے۔ معجزات و کرامات کیا ہیں؟ وہ سب رب تعالیٰ کی صفات کے ظاہر کنندہ ہیں، دعاؤں کے اثرات دواؤں سے شفایابی کیا ہیں۔ سب معبود برحق کی صفتوں کو نمایاں کرنے والے ہیں یہ سارا عالم عالم اسباب ہے اور مسبّب صرف وہ ذات وحدہ لاشریک لہٗ ہے۔ جس کی صفات بے شمار جس کے اسماء ان گنت ہیں۔ سورہ کہف کی آیت۔

لَو کَانَ البَحرُ مِدَادًا لِکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ البَحرُ قَبلَ اَن تَنفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَو جِئنَا بِمِثلِہٖ مَدَدًا[2]

---

[1] ترجمہ: میں پوشیدہ خزانہ تھا تاکہ پہچانا جاؤں تو مخلوق کو پیدا کیا۔ تفسیر صاوی (عربی) میں سَیَجعَلُ لَہُمُ الرَّحمٰنُ وُدًّا (سورہ مریم) کی تفسیر میں کنت کنزا مخفیا کی حدیث حدیث قدسی لکھا ہے اور فی عرفونی کا اضافہ فخلقت الخلق کے بعد کیا ہے [2] یعنی تمام سمندر کے پانی سیاہی بنیں تو بھی رب تعالیٰ کے پورے کلمات کو لکھ نہیں سکتے اگر اس سمندر کے اور سمندر بھی روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائیں گے۔ لیکن رب تعالیٰ کے کلمات کی لکھائی پوری نہیں ہو سکتی۔

ہیں جو کلمات ربی ہیں۔ اس سے مراد رب تعالیٰ کی صفات وشیون ہیں جن کی انتہا نہیں۔ نور چشمی جس مومن بندہ سے خدا کی صفت کا ظہور ہو وہ بندہ بارگاہ خداوندی میں ممتاز اور خاص عزت رکھتا ہے۔ ان سے محبت رکھنا اور ان کی تعظیم وتکریم کرنا زینت ایمان رونق عشق ہے۔ ان کی بے ادبی محرومی اور کفران نعمت ہے۔ بے ادب محروم انداز فضل رب۔ رب تعالیٰ جس مقبول بندہ سے کسی ایک صفت کو بار بار ظاہر فرماتا ہے۔ جب کبھی اس کی مشیت کا تقاضا نہیں ہوتا ہے تو اسی صفت کو اس بندہ سے ظاہر نہیں کرتا ہے۔ اگرچہ اس مقبول بندہ کی آرزو وخواہش ہو۔ مرشد برحق ہادی ہے۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی ہدایت کا مظہر ہے لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ اور اتباع سے۔ یعنی مرشد نبی اکرمؐ کی ہدایت کا مظہر اور نبی اکرم رب تعالیٰ کی صفت۔ ہادی کا چونکہ حضرت نبی اکرمؐ رب تعالیٰ کے نائب ہیں اور نیابت بھی کمال درجہ کی۔ جس نیابت کو کوئی بشر نہ ملک اور کوئی نبی نہ رسول پہنچ سکتا ہے نہ پہنچا نہ پہنچے گا۔ اس لئے کہ آپ ہی پر ساری نعمتیں پوری کر دی گئیں۔ آپ ہی نیابت کی آخری اینٹ ہیں۔ آپ ہی اخلاق کی تمام زیریوں اور شعبوں کو مکمل کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا اِنّیْ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ آپ ہی کی ذات پاک میں تمام انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات بدرجہ کمال رکھدی گئی ہیں

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ ہی سے تمام انبیاء وسابقین کے فیوض جاری ہیں۔ آپ کے ہر صحابی انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات کے مظہر ہیں۔ اس کا پتہ مناقب صحابہ پر غور کرنے سے چلے گا۔

ے میں بھیجا گیا ہوں تاکہ اخلاق کی ہر بزرگی پوری کر دوں

مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی شان ملے گی
فاروق اعظم میں شان موسوی۔ ذوالنورین میں شان عیسوی۔ علی مرتضیٰ میں شان ہارونی۔
اس طرح اولیاء کی شانیں ہیں۔ کسی میں موسوی نسبت ہے، کسی میں عیسوی، کسی میں خلیلی، کسی
میں محمدی۔ اسی نسبت کو صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ "ہر ولی ایک نبی کے زیر قدم ہوتا ہے"۔
یعنی ہر ولی سے ایک نبی کی شان نمایاں ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے اس ولی کا حال و
قال ہوتا ہے۔ مثلاً کسی ولی میں شان جلال ہے تو وہ ولی اسی نبی کے زیر قدم ہے جن
میں شان جلال نمایاں تھی۔ جس میں گریہ و بکا کی کثرت ہے تو اس میں اس نبی کا عکس ہے
جو گریہ زاری زیادہ کرتے تھے۔ مثلاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں جن کی شان
میں قرآن مجید نے اَوَّاہٌ حَلِیْمٌ کہا ہے۔ اواہٌ اوہ سے مشتق ہے۔ اواہٌ کے معنی بہت
گریہ کرنے والا۔ اسی عکس کے لحاظ سے خدمات دین کے ظہور ہوتے ہیں مثلاً جس نبی
سے صرف چند نفوس ہدایت یاب ہوئے اسی طرح اس کے زیر قدم ولی سے ہوں گے۔ سلوک
کی تربیت میں بھی انبیاء علیہم السلام کے فیضان جاری ہوتے ہیں اور لطائف ستہ کے انوار
میں بھی عزیزی محمد اسحاق سلمہٗ کی حالت دن بدن گرتی جاتی ہے جس سے مایوسی آرہی
ہے۔ علاج جاری ہے۔ ان دنوں حکیم قطب الدین عظیم آبادی کا علاج ہو رہا ہے۔ انیس الحق
سلمہٗ پٹنہ والا دوا لینے گئے ہیں۔ والدعا۔

مکتوب ۔ ۱۴

نور ابصار مولوی محمد ابراہیم فریدی مد عمرہٗ

الحمد للہ علی کل حال۔ دن بدن ضعف میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن ربنا
تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ خاص کی بدولت
نقاہت جسمانی کے باوجود معمولات شبانہ یوم میں کوئی فرق نہیں آیا ہے بلکہ از دیاد

استغراق . فنا میں ترقی ہے ۔ رب تعالیٰ اپنے لطف وکرم اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجاہت کی برکت سے ثابت قدم رکھے اور فنا بیشہ ذکر اور سوزش عشق میں ساعت بہ ساعت افزونی کرے آمین ۔ سید عالم صلی اللہ وسلم کی تشریف بری کے بعد فنا کی تین منزلیں ہوگئیں (۱) فنا فی اللہ (۲) فنا فی الرسول (۳) فنا فی الشیخ ۔ بعض اہل طریقت نے فنا فی الغوث کی منزل بھی جداگانہ قائم کی ہے یہ بعض مشائخ قادریہ کی خاص اصطلاح ہے ۔ اس لئے کہ ان صاحبان نے سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کو مستقل حیثیت دے کر فنا فی الرسول اور فنا فی الشیخ کے درمیان " فنا فی الغوث " کی ایک منزل قرار دی ہے ۔ اس نظریہ پر چار منزلیں ہوگئیں ۔ لیکن فی الحقیقت یہ مقام فنا فی الشیخ کی منزل میں داخل ہے کوئی جدا منزل نہیں بلکہ فنا فی الشیخ کے ایک مقام کا نام فنا فی الغوث ہے ، فنا فی الشیخ کی منزل میں شیخ طریقت سے لے کر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقامات کا انکشاف ہوجاتا ہے اور حسب استعداد وصلاحیت اکتساب فیوض ہوتا ہے ۔ اور ان کی زیارت سے شرفیابی اور برکات سے روحانی ترقی ہوتی رہتی ہے ۔ ائمہ طریقت حضرت غوث اعظم ، حضرت خواجہ نقشبند ، حضرت خواجہ غریب نواز ، شیخ الاسلام بابا گنج شکر ، صابری ، نظامی خانوادوں کے پیشوا حضرت مخدوم کلیری ، حضرت خواجہ محبوب الٰہی ، حضرت مجدد الف ثانی قدس اسرارہم کے دربار روحانی میں رسائی ہوتی ہے ۔ مصافحہ ، معانقہ ، خلوت سے سرفرازی حاصل ہوتی ہے ۔ یہ فنا فی الشیخ کی جداگانہ منزل عہد صدیقی سے قائم ہوئی ہے اور قیامت تک رہے گی ۔ یہ منزل دراصل نیابت رسول کی منزل ہے ، جوں جوں اس منزل میں ترقی ہوتی جاتی ہے ۔ نیابت رسول کے درجات بڑھتے جاتے ہیں ، اگر فنا فی الشیخ میں مرید اپنے مرشد کے مقام پر ہے تو اسی مقام کے لحاظ سے نیابت بھی ہے ، اگر حضرت غوث جیلانی ، خواجہ اجمیری ، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کے بارگاہ میں رسائی ہوئی تو نیابت کے درجات کا تعلق بھی اسی مقام سے ہوگا ۔ سالکان طریقت کو شیخ کے ذریعہ نیابت رسول حاصل ہوتی ہے لہٰذا فنا فی الشیخ کی منزل میں ہونا

ضروری ہے۔

سیدنا امام مہدی علیہ السلام بھی مقام "شیخ" پر ہوں گے اور نیابت رسول سے ہی پژمردہ باغ میں بہار آئے گی۔ ہر شیخ (پیر) نائب رسولؐ ہے۔ ان کو رسولؐ کی نیابت حاصل ہے۔ کسی شیخ میں ایک شعبہ کی نیابت، کسی میں دو کی کسی میں اس سے زیادہ کی۔

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار جان کر

حضرت غوث الاعظم کو کئی شعبوں میں نیابت کاملہ حاصل ہے اور آپ ہی کے نائب کامل حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہیں۔ تزکیہ نفس ظاہری و باطنی کے علاوہ فتاویٰ نویسی، تدریس علوم دینیہ، اصلاحی و تبلیغی وعظ گوئی بھی حضرت پیران پیر غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کے منصب ارشاد میں داخل ہیں۔ محققین مشائخ کرام سے سنا ہے کہ حضرت غوث الاعظم کو علم فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ اگرچہ آپ کا اخیری طریقہ حنبلی فقہ پر رہا اور مذہباً حنبلی تھے۔ آغاز میں ضرور فقہ امام شافعی کے پیرو رہے۔ مقام ولایت میں امامت کے درجہ پر ہیں۔ یہ منصب امامت حضرت امام حسن عسکریؑ کی روحانی جانشینی میں ملا ہے۔ آپ کے ذمہ ہونے سے پہلے یہ بلند عہدہ حضرت امام حسن عسکری سے متعلق رہا ظاہری حیات میں وجود عنصری سے بعد ممات روح مبارک سے وابستہ رہا۔ اوسی عالم ارواح سے امامت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ جب حضرت غوث الاعظم کو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی روحانیت سے جلیل منصب ملا تو آپ نے ارشاد فرمایا: قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ۔ یعنی میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ اب سے ہر ولی کو فیض ولایت میرے واسطہ سے ہوگا یعنی میرے توسط کے بغیر کوئی ولی بارگاہ ولایت سے فیضیاب نہ ہوگا۔ اس مفہوم میں آپ کا یہ شعر ہے۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا
اَبَدًا عَلَی الاُفُقِ العُلٰی لَاتَغرُبُ ـــہ

یعنی ہمارے قبل کے اولیاء کرام جو فیض رسانی میں آفتاب کی طرح ہیں۔ اب ان کے فیوض و برکات بغیر میرے توسط کے جاری نہیں ہوں گے اور میرے فیوض و برکات بند نہیں ہوں گے۔

مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ نے ولایت کی امامت کا سلسلہ یوں بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری کو یہ منصب حضرت امام علی نقی علیہ السّلام سے ان کو حضرت امام علی تقی علیہ السّلام سے، ان کو امام علی رضا علیہ السلام سے۔ ان کو حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے، ان کو امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے، ان کو حضرت امام باقر علیہ السّلام سے، ان کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے، ان کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے۔ ان کو حضرت امام حسن علیہ السلام سے۔ ان کو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ نے سیف المسلول (فارسی) کے خاتمہ میں تصریح کی ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ذمہ یہ بزرگ منصب (امامت ولایت) ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ظہور سے چلا آرہا ہے۔ وجود عنصری میں آنے سے پہلے آپ کی روح پاک اس امارت کی خدمت کو انجام دیا کرتی تھی۔ سابقین انبیاء علیہم السلام کے دور میں ہر ولی آپ کی روح پاک کے توسط سے بارگاہ ولایت سے مستفیض ہوئے اور بعد تشریف آوری صحابہ و تابعین نے بھی آپ کے واسطہ سے فیوض ولایت حاصل کئے۔ پھر بعد شہادت حضرت علیؓ کے یہ باعظمت منصب سیدنا امام حسن علیہ السّلام کو ملا۔ پھر امام حسین علیہ السلام کو۔ بعدہٗ حسب تفصیل بالا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو مرحمت ہوا۔ جو ظہور امام

ـــہ اگلوں کے سورج کی روشنیاں بجھ گئیں۔ ہمارے سورج کی روشنی ہمیشہ بلند افق سے چمکتی رہے گی۔ بجھے گی نہیں

مہدی علیہ السلام تک آپ سے متعلق رہے گا۔

بزرگوں نے بطور کشف و الہام بیان فرمایا ہے کہ دہلی میں سب سے پہلے نزول برکات بارگاہ ولایت سے حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کی روح پاک پر ہوتا ہے۔ پھر آپ کے ذریعے تمام اولیأ دہلی پر ہوتا ہے۔

حضرت غوث الاعظم جیلانی کا قول اَخِیْ دخلیلی کَانَ موسیٰ بن عمران جو بعض بزرگان قادریہ میں مشہور ہے۔ وہ اسی منصب (امامت ولایت) سے سرفراز ہونے پر ظہور میں آیا۔ اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ مقام ولایت میں حضرت غوث اعظم کی روح شریف حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی روح مبارک سے قریب تھی۔ اسی طرح سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی روح مقدس کو انبیاء علیہم السّلام کی ارواح طیبہ کے ہمراہ ہونا ارباب کشف صوفیائے کرام نے لکھا ہے۔ اس لئے کہ مقام ولایت نبوت کے پہلو میں ہے، ہر نبی بعثت کے پہلے مقام ولایت میں ہوتا ہے اور کمال ولایت سے سرفرازی رکھتا ہے لہٰذا امام ولایت کی روح پاک انبیاء علیہم السّلام کی ارواح قدسیہ کے ہمراہ ہوتی ہے قطب الارشاد، فرد الافراد، امام ولایت، یہ سب الفاظ قریب المعنیٰ ہیں۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں "امام ولایت" وہ بزرگ ہوتا ہے جس کے قلب پر بارگاہ ولایت سے برکات الہٰیہ کا نزول اوّلاً ہو۔ پھر اس کے ذریعہ سے جملہ اولیاء اللہ کو فیض یابی ہو یہ امامت ولایت کا درجہ ہے یہی منصب ظہور حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ذات مرتضوی تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے متعلق رہا پھر حسب ترتیب آئمہ اہل بیت میں رہا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد حضرت پیران پیر غوث اعظم رحمتہ اللہ کے سپرد ہے۔

اس امامت کا تعلق صرف کمالات ولایت سے ہے نہ کمالات نبوت سے۔ اس لئے کہ کمالات ولایت میں صفات الہٰیہ کی تجلیات بلاواسطہ ہوتی ہیں اور ذات بحت کی تجلی بواسطہ واسطہ صفات کا ہے یعنی صفات کے پردہ میں ذات بحت کے انوار متجلّی ہوتے ہیں۔ اور کمالات نبوت میں ذات بحت کے انوار بلاواسطہ صفات متجلی ہوں

گے یعنی اس کے تجلیات کے ظہور کے لئے صفات کے واسطہ کی حاجت نہیں۔ بلاشبہ نبوت
کے کمالات ولایت کے کمال سے کہیں افضل ہیں۔ ان کمالات نبوت کے قطب الارشاد
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
اس لئے کہ ان دونوں بزرگوں کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وزیرای فی الارض
ابوبکرٍ وعُمَرُ فرمایا ہے۔ یہ دونوں شیخین کہلاتے ہیں تفضیلُ الشیخین اہل سنت کا
متفقہ عقیدہ ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالنورین ہیں۔ نورین نور کا
تثنیہ ہے۔ نورین سے مراد اہل تصوف نے کمالات نبوت وولایت لی ہے۔ لہٰذا حضرت
عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کمالوں کی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں۔ بایں وجہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے افضل ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صرف کمالات ولایت سے
بہرہ مند ہیں اور اسی بارگاہ کے امام ہیں۔ یہ سلسلہ ولایت تا قیامت باقی رہے گا اور
کسی دور میں منقطع نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بزرگوں کے کرم سے یہ سب مسئلے قلب پر
خود بخود منکشف ہوں گے۔ لِکُلِّ امرٍ اَجَلٌ۔ برادر طریقت حضرت حکیم سید جلال الدین
ساکن جرھوا حاجی پور کا ۸، رمضان شریف ۱۳۶۶ھ کو وصال ہوا۔ ۲۷، جولائی ۱۹۴۷ء تھی۔
میں عیادت کے لئے گیا تھا۔ اپنے مریدین کی تعلیم وتربیت احقر کے ذمہ کر دی ہے۔

فقط والدعا والسلام علی خیر الوریٰ
سمستی پور۔ ۱۴، رمضان شریف ۱۳۶۶ھ

مکتوب ۱۵

باسمہٖ تعالیٰ

سراپا تمیز ابقاکم اللہ تعالیٰ بالعافیتہ

خط کاشف احوال ہوا۔ افسوس کہ برادر طریقت حضرت حکیم سید جلال الدین ساکن [ل] جرھوا حاجی پور راہی ملک بقا ہوئے۔ رمضان شریف کی آٹھ، اتوار کا دن سنہ ۱۳۶۶ھ ۲۷ جولائی سنہ ۱۹۴۷ء تھی۔ میں آخر شعبان میں عیادت کے لئے جرھوا گیا تھا۔ باطنی حالت قابل آفریں تھی۔ ہر عضو دبن سے اسم ذات کا ذکر جاری تھا۔ اخیر دم تک نماز اور وظیفہ کے

[ل] حاجی پور مظفر پور ضلع میں مشہور سب ڈویژن ہے۔ جرھوا حاجی پور کا مشہور قصبہ ہے جہاں حکیم صاحب کا آبائی وطن تھا۔ اسی قصبہ کے قبرستان میں دفن ہیں۔

پابند ہے۔ وفات سے پہلے وصیت فرما گئے کہ میرے کل متوسلین کی تعلیم و تربیت جناب بھائی مولوی جعفر علی صاحب کے ذمہ ہے۔ سبھوں سے کہہ دینا کہ بھائی صاحب سے تربیت حاصل کریں۔ شدّو بابو برابر پیش خدمت ہے اور مرید ہو گئے ہیں۔ اب میرا جانا فاتحہ چہلم پر ہوگا جو ۱۴ شوال کو منعقد ہوگا۔ حسب معمول عشرہ اخیرہ میں اعتکاف مسنون میں بیٹھنے کا ارادہ ہے۔ رب تعالیٰ توفیق بخشے اور اپنے خاصان خاص کے صدقہ میں قبول فرمائے کیونکہ یہ ناچیز سراپا پر تقصیر ہے۔ اس کے اعمال کی کیا حقیقت۔ آلعزیز بھی قبولیت کی دعا کرو۔ قبولیت ہی اعمال کی جان ہے۔ قبولیت نہ ہو تو سارے اعمال صالحہ اور مجاہدہ، نفس و خدمت خلق بیکار ہیں۔ پچھلے خط میں اخلاق رذیلہ یعنی صفات مذمومہ کی تفصیل لکھ چکا ہوں اور بتا چکا ہوں کہ ان صفات مذمومہ سے دور ہونا رَونده سلوک کے لئے بہت ضروری ہے۔ اب اس خط میں "صفات حسنہ" یعنی "اخلاق حمیدہ" کا بیان ہے۔ جن سے سالک کا متصف ہونا لازمی ہے۔ ان صفات سے عارضی اتصاف کو صوفیاء "حال" کہتے ہیں اور جب یہ صفات سالک میں جاگزیں ہو کر عادت میں نمایاں ہوتے ہیں تو "مقام" کہنے لگتے ہیں۔ مقام کے حصول پر تقویٰ و ورع، قناعت، یقین، استقامت حیا، ادب، حریت کی پاکیزہ صفتیں خود بخود سالک میں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ صفات لوازمہ مقام ہو جاتے ہیں۔ ان کے حصول کے لئے مزید مجاہدۂ نفس کی حاجت نہیں۔

مجاہدۂ نفس:۔ نفس سے صفات رذیلہ کا دور کرنا۔ صفات حسنہ سے نفس کو متصف کرنا ہے۔ اسی مذمومہ صفات کو دور کرنا اور صفات حسنہ کو حاصل کرنا "جہاد نفسی" ہے۔ صفات حسنہ کو صوفیائے کرام "اخلاق حمیدہ" بھی کہتے ہیں اور وہ اخلاق حمیدہ یہ ہیں۔

(۱) **توبہ:۔** گناہ کو یاد کر کے دل کا دکھنا اور اس کے چھوڑنے کا پکا ارادہ کرنا اور بوقت خواہش نفس اس کو روکنا۔

(۲) **صبر:۔** قائم رکھنا اور جمار ہنا یعنی عمل نیک پر جمار ہنا اور عمل بد کی خواہش کو دبانا

(۳) **شکر:۔** رب کی دی ہوئی نعمت پر خوش ہونا اور اس کے احکام کی پوری پابندی کرنا۔

(۴) **رجا:**۔ یعنی امید۔ رب تعالیٰ کی رحمت کی آس رکھنا اور اس کے حصول کے لئے اعمال صالحہ کرنا۔

(۵) **خوف:**۔ یعنی ڈر۔ رب تعالیٰ کے قہر و عتاب کو یاد کر کے اس کا دردناک ہونا اور اس کی ناپسند باتوں سے بچنا۔

(۶) **زہد:**۔ دنیا کی رغبت ترک کر کے آخرت کی جانب مائل ہونا۔

(۷) **توحید:** بلا حکم رب تعالیٰ کے نہ کچھ ہو سکتا ہے اور نہ کوئی کچھ کر سکتا ہے۔

(۸) **توکّل:**۔ رب تعالیٰ کو کارساز جاننا اور قلب کا اس پر اطمینان کرنا۔

(۹) **محبّت:**۔ انعام الٰہی یاد کر کے طبیعت کو مائل کرنا۔ جب میلان زیادہ ہو جائے "عشق" ہے۔ عشق میں ساری توجہ محبوب کی طرف ہو جاتی ہے انعام کی طرف نہیں رہتی۔

(۱۰) **شوق:**۔ جو شئی پورے طریقہ سے معلوم نہ ہو اس کو پورا جاننے کی خواہش ہو۔

(۱۱) **انس:**۔ معلوم شئی پر دل کا مسرور ہونا۔

(۱۲) **اخلاص:**۔ اپنے نیک عمل سے صرف رب تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت کا قصد کرنا۔ اپنے نفس کو مخلوق کے خوش کرنے کا ارادہ نہ کرنا۔

(۱۳) **رضا:**۔ قضا پر نہ زبان سے اور نہ دل سے اعتراض کرنا اور نہ کسی کے آگے شکایت میں زبان کھولنا۔

(۱۴) **نیّت:**۔ اپنے فائدہ مند چیزوں کے حاصل کرنے میں دل کا ابھرنا۔

(۱۵) **صدق:**۔ جو مقام حاصل ہوا ہے اس کو کمال تک پہنچانا۔

(۱۶) **مراقبہ:**۔ رب تعالیٰ کا دل سے دھیان رکھنا اور یہ خیال رکھنا کہ رب تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن سے ہمہ دم آگاہ ہے۔ اس سے کوئی بات چھپی نہیں ہے مراقبہ کی کئی قسمیں ہیں۔ یہ مراقبہ عام ہے۔

(۱۷) **محاسبہ:**۔ مغرب یا عشا کی نماز کے بعد خیال کرنا کہ آج مجھ سے کیا کیا کام اچھے ہوئے اور کیا کیا برے۔ اچھے کام پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور برے کام پر اپنے

اوپر ملامت کرنا۔
۱۸- **فکر**:۔ آخرت کی بقا اور دنیا کی فنا پر غور کرنا۔
ان سب کی تفصیلات کتب تصوف رسالہ قشیریہ عربی از امام ابوالقاسم قشیری احیاء العلوم (عربی) کیمیائے سعادت (فارسی) مولفہ امام محمد غزالی۔ عوارف (عربی) مولفہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر صدیقی سہروردی۔ منطق الطیر خواجہ فرید الدین عطار۔ مثنوی معنوی مولانا روم (فارسی) مثنوی شاہ بوعلی قلندر پانی پتی۔ ارشاد الطالبین قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ ہدایت تھالجاسی، مفید الطالبین۔ آداب السالکین مولفہ حضرت داروغہ حب علی خاں حبیبی پھپھردی میں ہیں۔ احیاء العلوم، کیمیائے سعادت عوارف کے اردو ترجمے چھپ چکے ہیں اور مفید الطالبین غیر مطبوعہ ہے، اس کا قلمی نسخہ خانقاہ شریف آرہ محلہ میر گنج میں ہے اور نامکمل نسخہ برادر طریقت حضرت حاجی مولوی شاہ مبارک حسین دربھنگہ کی خانقاہ میں ہے جس کی نقل ڈاکٹر عبد العظیم صاحب خانقاہ مبارک پھوٹہ گھگریا ضلع مونگیر کے پاس ہے احیاء العلوم کا خلاصہ بھی مصر میں چھپا ہے جو نزہتہ الناظرین مولفہ شیخ عبد العزیز مطبوعہ دار الکتب عربیہ کبریٰ کے حاشیہ پر ہے اور راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔
عزیزی اچھے میاں، اچّا میاں، ننّے میاں، سچے میاں کو دعائیں۔ فقط والدعا

جعفر علی فریدی

۵ رجون ۱۹۴۷ء۔ ۱۲ رمضان ۱۳۶۶ھ
خانقاہ حضرت حاجی شاہ مبارک حسین صاحب رحمتہ اللہ علیہ چوک دربھنگہ

مکتوب - ۱۶

جان پدر سلمکم تعالیٰ بعد ما ہو المسنون
توفیق الٰہی سے احقر خادم درویشاں تہجد کا پابند اوائل شباب سے ہے

تہجد کی نماز کو بعض صلوٰۃ اللّیل بھی کہتے ہیں۔ اس نماز کی صوفیائے کرام میں بڑی اہمیت ہے۔ اگرچہ فتاویٰ عالمگیری میں سنّت مستحبہ لکھا ہے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ نماز بڑی پیاری تھی۔ آپ کو اس نماز میں بڑا لطف اور قرب حاصل ہوتا تھا اور اس نماز میں وہ محویت حاصل ہو جایا کرتی تھی کہ آپ کو اپنی خبر نہیں رہتی تھی۔ یہاں تک کہ پائے مبارک میں ورم آ جایا کرتا تھا بلکہ پائے مبارک کی کھالیں بھی پھٹ جایا کرتی تھیں۔ سالک کو اس نماز سے انبساط قلب اور فرحت روح حاصل ہوتی ہے اور وہ لطف و مزہ ملتا ہے جس سے دنیا کی محبت کم ہو جاتی ہے۔ حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو اس نیم شبی نماز اور ذکر میں وہ حظ نصیب ہوا کہ آپ نے شاہ سنجر کے عطیہ شہر نیمروز کو ٹھکرا دیا اور اس پیشکش کے جواب میں یہ لکھ بھیجا

ے
چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل گر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

تہجد کی نماز پڑھنا ہر صوفی اور پیر کے معمولات کا جزو ہے بلکہ ہر خدا ترس اور دیندار مومن کے اعمال میں داخل ہے۔ حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ آزادی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ہر مرید کو اس کی ہدایت کیا کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

ے بادشاہ سنجر کی چتر کی طرح میرا نصیبہ سیاہ ہو۔ اگر دل میں ہوس ملک سنجر ہو وے جس وقت سے میں ... نیم شبی کے ملک سے آگاہ ہوا ہوں۔ ملک نیمروز کو ایک جَو سے بھی نہیں خریدوں گا۔

چتر :- بادشاہ کے سر پر لگانے والی چھتری۔

تہجد جہاد نفس ہے۔ اس جہاد سے مردہ دل زندہ ہوتا ہے اور ذاکر کے ذکر میں دلجمعی اور سکون نصیب ہوتے ہیں۔ اس وقت رحمت الٰہی کا خاص نزول ہوتا ہے۔ اس وقت ذاکر پر فیضان قلبی اور روحی ہوتا ہے۔ اس نماز کو تنہائی اور تاریکی میں پڑھنا چاہیئے تاکہ پوری جمعیت خاطر حاصل ہو اور ریا سے دوری۔

اس کی رکعت زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں اور کم سے کم دو رکعت بتادی عالمگیری اور دُرِ مختار ؎ میں آٹھ رکعت کی تعداد لکھی ہے۔ ہمارے مشائخ کرام کا معمول تہجد کی رکعتوں کی بابت مختلف رہا ہے۔ حضرت میاں صاحب حاجی دیدار علی خان غازی پوری قدس سرہٗ برابر بارہ رکعت پڑھا کرتے تھے اور دو دو رکعت کی نیت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صوفیائے کرام کے نزدیک تہجد کی بارہ رکعت معتبر ہیں۔ بخاری شریف میں بھی انتہائی تعداد ۱۲ رکعتوں کی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے۔ میں نے اپنے پیر و مرشد کو کبھی بارہ کبھی آٹھ اور کبھی چار پڑھتے دیکھا اور فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ایک مقرر تعداد پر نہیں تھا بلکہ مختلف اعداد پر۔ اس بندہ گنہگار کا معمول بھی یہی ہے کبھی دو رکعت کی نیت کر لی، کبھی چار کی اور کبھی انتہائی تعداد آٹھ رکعت کی ہوئی اور کبھی بارہ کی، کبھی چار کی۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور صاحبین (امام ابو یوسف امام محمد) کا اختلاف چار رکعت اور دو رکعت کی تحریمہ میں ہے۔ وہ محض اولیٰ

؎ حنفی فقہ کی بڑی معتبر کتاب ہے جو علامہ علاؤالدین حصکفی کی تالیف ہے جس کی شرح ردالمختار علامہ ابن عابدین شامی حنفی نقشبندی کی ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ علامہ ابن عابدین شامی کا نام محمد امین ہے۔
وفات سنہ ۱۲۵۲ھ میں ہوئی

غیر اولیٰ ہونے میں ہے نہ جواز و عدم جواز میں۔ تہجد کے کسی رکعت میں الحمد کے بعد کسی خاص سورہ پڑھنے کی خصوصیت نہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماثور ہے اور نہ صحابہ کرامؓ سے منقول۔ جو سورہ یاد ہو پڑھو۔ مشائخ چشتیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے عوام کی سہولت اور کثرت ثواب کی حصول کی خاطر سورہ اخلاص (قل ھو اللہ احد) کا پڑھنا بتایا ہے اور ذیل کا طریقہ تلقین کیا ہے۔

۱۔ ہر رکعت میں تین تین بار بعد الحمد کے سورہ قل ھو اللہ احد پڑھنا۔

۲۔ تہجد کی جتنی رکعتیں پڑھنا ہیں اتنی ہی بار پہلی رکعت الحمد کے بعد سورہ قل ھو اللہ احد پڑھا جائے۔ پھر ایک ایک کر کے کم کر دیا جائے یہاں تک کہ آخری رکعت میں الحمد کے بعد صرف ایک بار سورہ قل ھو اللہ احد کا سورہ پڑھا جائے۔ مثلاً بارہ رکعت پڑھنا ہے تو پہلی رکعت بارہ بار سورہ قل ھو اللہ احد پڑھے دوسری میں گیارہ بار۔ تیسری میں دس بار۔ چوتھی میں نو بار۔ تہجد کے بعد استغفار اور مناجات پڑھنا چاہیئے۔ مناجات میں گڑگڑانا نصیب نہ ہو تو رونی صورت بنا لینا چاہیئے۔

تہجد کا وقت عشاء کی نماز سے صبح صادق کے ظہور تک ہے۔ حنفی فقہ میں کچھ دیر کے لئے سو رہنا بھی ہے اس کے لئے بہترین وقت اخیر شب کا حصہ ہے جبکہ تہائی رات رہ جائے حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ "تہجد گزار کے لئے عشاء کی نماز پڑھ کر سو جانا سنت ہے"۔ فقہائے حنفیہؒ نے تصریح کی ہے۔ عشاء کی نماز پڑھ کے سو جانے کے بعد جس وقت آنکھ کھلے وہی تہجد کا وقت ہے۔ لیکن شوافع اور اہل حدیث کے یہاں یہ تصریح نہیں۔ ان صاحبان کے یہاں جو نفل اخیر رات میں پڑھی جائے وہ نماز تہجد ہے خواہ وہ رات بھر جاگا ہو اور ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھ نہ لگی ہو۔ آرہ کے قیام کے دوران میں مدرسہ احمدیہ ملکی محلہ جانا ہوتا تھا۔ برادر طریقت حضرت مولوی حاجی محمد مبارک حسین (دربھنگہ) اس میں مدرس تھے اور بلوغ المرام[1] کا درس بھی لیا کرتے تھے۔ میں نے بھی اس مدرسہ میں کچھ پڑھا ہے۔ اس مسئلہ کو مولوی ابو محمد ابراہیم مرحوم سے پوچھا تو کہا کہ ہم اہلحدیث کے یہاں نماز عشاء کے

---

[1] حضرت حافظ ابن حجر محدث عسقلانی کی تالیف ہے جو درس حدیث کی پہلی کتاب تھی۔

بعد اخیر شب میں جو نفل پڑھی جائے وہ تہجد ہے۔ اسی طرح رمضان شریف کی راتوں۔ بس رات کے اخیر حصہ میں ہم آٹھ رکعت نماز پڑھتے ہیں وہی تراویح اور تہجد ہے۔ تری محلّہ آرہ میں مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا تہجد اور ہے۔ تراویح اور۔ تراویح بیس رکعت ہے اور تہجد کی آٹھ رکعت حسب تصریح فقہائے حنفیہ ہے۔[۲]

[۱] مولوی عبدالحکیم صاحب حافظ۔ حاجی۔ عالم اور طبیب تھے اور سُنی حنفی۔ مولوی ابو محمد ابراہیم صاحب جماعت اہل حدیث کے پیشوا اور مدرسہ احمدیہ ملکی محلہ کے بانی تھے۔ مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے اور وہاں شافعی المذہب بن گئے ہے۔ اور فوت ہوئے اس وقت تک مدرسہ فیض الغرباء آرہ وجود میں نہیں آیا تھا۔ اس کا وجود مولانا رحیم بخش صاحب سے ہوا۔ اس مدرسہ کا نام فیض الغرباء مولانا کی جدت طبع کا نتیجہ ہے چونکہ اس مدرسہ کا قیام غرباء کی امداد سے ہوا فقط یکم صفر ۱۴۰۷ھ

مکتوب۔ ۱۷

نور دیدہ نور اللہ قلبکم بعد ما ہو المسنون

خیریت نامہ سے عافیت معلوم ہوئی۔ بھائی مولوی ثناء الدین صاحب اچھے ہیں دعا کہتے ہیں تمہاری والدہ اور نانی صاحبہ اچھی ہیں۔ محمد اسحاق سلمہ بعافیت ہیں اور سلام گزار۔ درس نظامیہ عربی کا درس قدیم ہے اس کے مرتب حضرت ملا نظام الدین صاحب[۳] سہالوی (مورث علمائے فرنگی محل لکھنؤ ہیں جو حضرت سیّد عبدالرزاق قادری بانسوی

---

[۱] آپ مدرسہ حنفیہ آرہ کے مہتمم ۱۸۹۰ء میں رہے اس مدرسہ میں درس نظامیہ کا درس بھی دیا۔ اور اخبار آفتاب عالم آرہ کی ایڈیٹری بھی کی[۲] مولوی صاحب مولوی ناصر علی آروی مولوی سعادت حسین بہاری اور دیگر علمائے بہار۔ میاں صاحب نذیر حسین مونگیری ثم دہلوی و مفتی لطف اللہ علی گڑھی وغیرہ کے تلامذہ میں سے ہیں

[۳] استاذ الہند حضرت ملا نظام الدین صاحب کا مزار لکھنؤ مولوی انوار صاحب کے باغ میں ہے وفات ۱۱۶۱ھ میں ہوئی۔

قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ باکمال مدرس اور درویش ہوئے ہیں
مولانا بحر العلوم عبد العلی صاحب حضرت ملا صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ ملا صاحب
کا مرتبہ نصاب درس عربی (درس نظامی) بہت مقبول اور بہت مفید ثابت ہوا موجودہ
دور کے جس قدر علمائے کرام ہیں خواہ مسند درس کی زینت ہوں یا فتویٰ نویسی کے مُصنف
ہوں یا مولف۔ واعظ ہوں یا رہنما۔ سب درس نظامی پڑھے ہوئے ہیں۔ انگریز کو اسی
درس کی تکمیل کرنا ہے۔ یہ درس جامع علوم نقلیہ اور عقلیہ ہے۔ اس درس کی کتابوں
کی خواندگی میں محنت کرو۔ اور اپنی پوری سمجھ سے کام لو جس سے کتب فہمی کی پوری استعداد
پیدا ہو جائے اور تدریس کتب و فتویٰ نویسی کی مشکلات حل ہو جائیں۔ علوم عقلیہ کی
خواندگی سے ذہن کی تیزی اور نظر و فکر کی قوت پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ پیچیدہ
مضامین سے دماغ نہ الجھے بلکہ کماحقہ ان مضامین کے فہم و ادراک میں سعی کرے۔ دیکھو کتب
معقولات کی عبارت آسان ہے لیکن اس کا مفہوم مشکل اور سخت۔ ان کتابوں کے مباحث
میں مَالَهٗ وَمَا عَلَيْهِ۔ قِيلَ۔ قَالَ۔ دفع دخل مقدر ہوتے ہیں جس سے طلباء
کے ذہن تیز۔ اور فہم میں کشادگی ہوتی ہے اس سے طلباء مشکل فہمی کے عادی ہو جاتے ہیں
متن کی کتابوں کافِیَہ۔ شَافِیَہ۔ سُلَّمُ الْعُلُوْم۔ هِدَايَةُ الْحِكْمَةِ
كَنْزُ الدَّقَائِق۔ کو دیکھو کہ بہت ہی مختصر عبارت میں ہے گویا معمہ ہے ان کتب
کے فہم و افہام میں طلباء کو غیر معمولی کاوش اور جودت طبع کرنا پڑتی ہے تو مضامین سمجھ
میں آتے ہیں ورنہ مرورِ کتب اور تضیع اوقات ہے۔ عربی خواندگی سے دینی علوم کی
تحصیل مقصود ہے اور بس۔ دینی علوم، فقہ، تفسیر، حدیث۔ کلام اصول فقہ اور اصول
حدیث ہیں۔ تفسیر بیضاوی۔ شرح عقاید نسفی۔ خیالی۔ کتب درسی دینی ہیں جن میں استدلال
معقولات کے انداز پر ہیں۔ بغیر علوم عقلیہ پڑھے ان کتابوں کے مطالب پر عبور حاصل
کرنا مشکل ہو جاتا ہے جو مدرس علوم عقلیہ سے واقف ہے وہ ان کتابوں کے مطلب کو
خوب حل کر سکتا ہے۔ تیس سال پیشتر کانپور میں مولانا حافظ حاجی احمد حسن صاحب پٹالوی[۲]

---

[۱] کنیت ابو العیاش ہے وفات ۱۲۲۵ھ میں پائی۔ مدراس کرناٹک میں مدفون ہیں۔ [۲] آپ کا انتقال کانپور میں ۱۳۲۵ھ میں ہوا۔ بساطیوں کی قبرستان میں مزار ہے۔

(پنجابی) کا درس مشہور تھا آپ جامع علوم نقلیہ اور عقلیہ تھے۔ آپ کو ہر علم کی تدریس میں کمال تھا۔ ہر فن و علم کی کتب کا درس دیا کرتے تھے۔ بیرون ہند کے طلباء بکثرت آپ کے حلقہ درس میں ہوتے صوبہ بہار میں بھی آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ مولانا احمد حسن صاحب مولانا مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھ کے تلمیذ خاص اور حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی

عہ بانی خانقاہ رحمانیہ مونگیر۔ وفات ۱۹۲۷ء (حاشیہ سید محمد علی صاحب کے متعلق)

سلہ۔ مولانا بشارت کریم صاحب ساکن موضع گرھول ضلع مظفر پور نے جملہ علوم اور حدیث آپ ہی سے پڑھی اور آپ کے پیر مولوی غلام حسین صاحب پنجابی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مدرسہ امدادیہ دربھنگہ کے مدرسین نے مولانا بشارت کریم سے عرض کیا کہ حضور نے دیوبند شیخ الہند دورہ حدیث نہیں کیا فرمایا استاذی مولانا احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کی جامعیت نے کانپور سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی۔ میں نے حدیث بھی مولانا سے ہی پڑھی۔ مولانا گرھولی خانوادہ نقشبندیہ کے پیر تھے۔ گرھول میں انتقال کیا وہیں مدفن ہیں۔ یہ موضع قصبہ چالا کے قریب میں ہے۔ اس واقعہ کو مولف ہمدرس مولوی مقبول احمد باشندہ موضع مبھولی اسٹیشن کمتول ضلع دربھنگہ اور اسی اطراف کے باشندہ مولوی محمد یحیٰی نے بیان کیا جو خود حنفی ہیں لیکن ان کے پدر اور اقارب اہلِ حدیث۔ محمد ابراہیم فریدی غفرلہ بدالیوں۔

سلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو درس نظامیہ کے ہر علم و فن میں پوری مہارت حاصل تھی اور علم ریاضی میں ہمعصروں پر تفوق تھا ہر علم و فن کے درس یکساں قوت سے ہوتے علم حدیث و ادب کے درس کی دو شہادتیں رسالہ استاذ العلماء صفحہ مؤلفہ مولانا محمد حبیب الرحمان خان شیروانی سے درج ہیں۔

"یہ دونوں واقع مولوی سید عبداللطیف صاحب میرے ہم درس نے بیان کئے ہیں۔ ایک مولوی سید محمد علی صاحب مرحوم کانپوری کی زبانی۔ مولوی صاحب صحاح ستہ کا دورہ علیگڑھ میں ختم کر کے سہارن پور مولوی احمد علی صاحب مرحوم سے پڑھنے گئے تھے چنانچہ دورہ ختم کر کے سند حاصل کی۔ فرماتے تھے کہ سہارن پور میں رجال اور اسانید کی تحقیق علیگڑھ سے زائد تھی۔ مگر کتاب اور حدیث کا مطلب اتنا ہی تھا جتنا علیگڑھ میں تھا۔ دوسرا واقعہ خود ان کے

کے مرید و خلیفہ۔ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے خاص شغف تھا۔ مثنوی پر آپ کا حاشیہ ہے جو بہت عمدگی اور بڑی صحت و حسن کتابت و طباعت کے ساتھ نامی پریس کانپور منشی رحمت اللہ رعد مرحوم کے اہتمام سے چھپی۔ سنا ہے کہ آنعزیز کے استاد مولانا غلام یحییٰ صاحب جو مدرسہ الٰہیات کانپور کے صدر مدرس ہیں۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں کامیاب مدرس ہیں تدریس ہی میں زیادہ مدت عمر گزاری ہے۔ تمہارے ذمہ اپنے استاد کی عظمت کرنا اور ان کی خدمت کرنا اور پڑھاتے وقت ہر کلمہ کو ہمہ تن گوش ہو کر سننا فرائض شاگردی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ الٰہیات[1] کانپور میں عیسائی اور آریہ کے رد میں کتابوں اور رسالہ جات کا بہت ذخیرہ ہے۔ ان کے رد کے لئے طلباء کو تیار کرایا جاتا ہے آنعزیز بھی اس سے لگاؤ رکھو۔ گزشتہ زمانہ میں کانپور عیسائی تبلیغ کا مرکز رہا ہے اور آریہ مشن بھی تیزی پر رہی ہے علماء نے تردیدی کام بھی غیر معمولی کیا ہے۔ غدر کے بعد ہی کانپور علوم عقلیہ اور نقلیہ کا درس گاہ ہو گیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب رح

---

۲ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے (ص ۱۲۱)

والد کی زبانی موصوف نے علیگڑھ میں ادب عربی دوسرے فنون کے ساتھ پڑھا تھا یہاں سے جا کر لاہور میں مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم ادیب نامور سے پڑھا بعد فراغ کہا کرتے تھے کہ لاہور میں ایام عرب وغیرہ کا بیان بے تسک بیشتر تھا۔ لیکن اشعار کا مطلب علیگڑھ سے زیادہ نہ تھا۔ انتہی" مفتی لطف اللہ صاحب نے سات سال مدرسہ فیض عام کانپور میں درس دیا پھر مدرسہ جامع مسجد علیگڑھ میں بعدہٗ حیدرآباد دکن میں مفتی عدالت عالیہ ہوئے بعمر ۹۰ سال۔ ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ علیگڑھ میں فوت ہوئے قطعہ تاریخ وفات

چوں مولانا لطف اللہ۔ بود استاذ العلماء۔ حسرت سال وفات شان۔

"استاذ العلماء" گفتا — محمد ابراہیم فریدی غفرلہ۔ بدایوں۔ محلہ کنا نگران

۱۳۳۴ھ

---

[1] اس کے بانی مولانا آزاد سبحانی رحمۃ تھے جو موضع قاضی پور ضلع بلیا کے رہنے والے تھے جن کو علوم عقلیہ پر بڑا عبور تھا اور زمانہ اعظم رح کی طرف سے ندوس کا دورہ بھی کیا۔

کاکوروی[۱] مصنف علم الصیغہ اور تاریخ حبیب آلہ وغیرہ نے جزیرہ انڈیمن کے حبس کی رہائی کے بعد کانپور میں مدرسہ عربیہ دینیہ (درس نظامی کا) قائم کیا جس کا نام "مدرسہ فیض عام"

---

[۱] مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۹ شوال ۱۲۲۸ھ بمقام دیوہ ضلع بارہ بنکی (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں رام پور جا کر مولوی سید محمد بریلوی اور مولوی حیدر علی ٹونکی۔ مولوی [illegible] رالاسلام سے درسی کتابیں پڑھیں۔ دلّی جا کر حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث سے حدیث کا درس لیا۔ دلّی سے علیگڑھ آ کر جامع مسجد میں مولوی بزرگ علی سے علم ریاضی پڑھا بعد فراغ جامع مسجد میں مدرس مقرر ہوئے ایک سال کی تدریس کے بعد علیگڑھ ہی میں منصف و مفتی کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ کول سے بریلی تبادلہ ہوا۔ صدر امین ہوئے پھر صدر اعلیٰ۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں بغاوت کا الزام لگا اور جزیرہ انڈیمن بھیجدیئے گئے وہاں کے قیام میں قرآن مجید حفظ کیا اور تاریخ حبیب آلہ اور علم الصیغہ تالیف کیا۔ یہ دونوں نام تاریخی ہیں۔ ۱۲۷۷ھ میں جزیرہ انڈیمن کی اسیری سے رہائی ہوئی۔ کانپور میں قیام کیا اور مدرسہ فیض عام کانپور کی بنیاد ڈالی اور خود درس دیا دو سال کے بعد حج کا ارادہ کیا۔ اپنے تلامذہ سے مولوی سید حسین شاہ واصف کو مدرس اوّل مولوی لطف اللہ صاحب علیگڑھ کو مدرس دوم مقرر کیا اور خود حج کو روانہ ہوگئے۔ اس زمانہ میں جہاز بادبانی تھے۔ جدہ کے قریب پہنچ کر جہاز پہاڑ سے ٹکرا کر ڈوب گیا۔ حضرت مفتی صاحب بحالت نماز احرام باندھے ہوئے غریق ہوئے۔ یہ واقعہ ۷ شوال ۱۲۷۹ھ کا ہے۔ مفتی صاحب کی کل عمر ۵۲ سال کی ہوئی۔ راقم السطور کا مضمون "مفتی عنایت احمد کاکوروی" کے عنوان سے مارچ ۱۹۵۹ء انجمن اسلامیہ کراچی میگزین جلد ۱ نمبر ۵ صفحہ ۳۴ تا ۳۷ میں چھپا۔ مولوی بزرگ علی مرحوم مارہرہ ضلع ایٹہ کے ساکن والد کا نام حسن علی شوق۔ لکھنو کلکتہ میں تحصیل علوم کیا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے حدیث اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث سے علم ریاضی پڑھا۔ ابتداء میں درس دیا پھر کول میں منصف رہے۔ استعفا دیکر ریاست ٹونک میں قاضی القضاۃ ہوئے ۱۲۶۲ھ میں بمقام ٹونک انتقال کیا اور دفن ہوئے

محمد ابراہیم فریدی۔ بدایوں محلہ کمانگران ۱۹۶۵ء۔

رکھا۔ اسی مدرسہ فیض عام کانپور کے فیوض کا چشمہ "دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ" ہے۔
مدرسہ فیض عام کانپور نے مشاہیر فضلاء پیدا کیے۔ جناب بھائی نثار احمد صاحب بریلوا
کے پیامات آچکے ہیں۔ لہٰذا چھوٹے بابو مولانا مولوی شاہ محمد معین الدین قادری آروی
قدس سرہٗ کے عرس میں راٹن جانے کا ارادہ ہے۔ والدعا اپنے استاذ مکرم سے سلام مسنون کہئے
فقط۔ جعفر علی فریدی خانقاہ مبارک پچھوتہ کھگریا ضلع مونگیر
۲۲ ربیع الاوّل ۱۳۴۶ھ

مکتوب۔ ۱۸

نور نظرم۔
بکرمہٖ تعالیٰ بخریت ہوں اور متعلقین بسلامت ہیں۔
کئی ہفتے پر آج خط بصیرت نواز ہوا۔ ایّام طالب علمی میں اوراد، اذکار سے
شغف رکھنا مشائخ طریقت نے پسند نہیں فرمایا ہے۔ اس زمانے کے اندر درسیات
میں محنت کرنا کتب خواندگی میں انہماک رکھنا "ورد" ہے اور اسباق کا ہم سبقوں سے
تکرار کرنا خواندہ سبق کو دھرانا۔ علمی مباحث سے دلچسپی رکھنا اور مذاکرہ بہترین "ذکر"
ہے۔ ہونے والے اسباق کے لئے مطالعہ میں محو ہو جانا "مراقبہ" ہے۔ طلباء کے لئے
ممنوعات شرعیہ سے بچنا اور جماعت سے نماز پڑھنا بڑی اہم "عبادت" ہے۔ آنعزیز
کے لئے پنجوقتہ جماعت سے نماز پڑھنا اور فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرنا کافی اور
وافی ہے والدعا فقط۔

مکتوب۔ ۱۹

نور العینین۔
بعد دعائے صحت ظاہری و باطنی۔ احقر غفرلہ ۲۵۔ یوم کے مسلسل تبلیغی سفر کے بعد کل
واپس آیا۔ یہ تبلیغی سفر سہرسا مدھیپورا ضلع بھاگل پور کے علاقہ میں ہوا۔ اس علاقہ میں مسلمان

دینی تعلیم اور اسلامی طریقۂ زندگی سے بالکل ناواقف ہیں۔ رسومات مشرکانہ دیوالی۔ ہولی چھٹھ درگاہ پوجا وغیرہ ہندوانی مذہبی رسوم و رواج اور پرستش کرنے میں مبتلا ہیں چونکہ ان کے علاقہ میں بزرگان دین اور مبلغین اسلام کی آمد بہت کم ہوئی جس سے اس علاقہ کے مسلمانوں کی اصلاح نہیں ہوئی۔ اصلاح ایک دوبار کے آنے جانے سے نہیں ہوتی ہے بلکہ بار بار کی آمدورفت اور پیہم اصلاحی اور تبلیغی کام کرنے سے اور لوگوں کو گرویدہ بنانے سے۔
احقر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے تجارت کا معمولی سامان اور چنیا اور ستّو۔ موڑھی (ریوڑی) کو زادِ راہ سفر کر کے چند مواضعات میں گشت کیا، تبلیغ کی کلمہ طیبہ سکھایا۔ وضو کرنا نماز پڑھنا، اذان کہنا، تکبیر (اقامت) کہنا بتایا۔ اسلامی عقائد سے واقف کیا۔ رسوم کفریہ سے منع کیا۔ مسلمانوں کے گھر میں بت پرستی اور بھگت کی بھگتائی ہوتی تھی اس کو رد کیا۔ شب و روز دینی خدمات و تبلیغ شریعت میں گزرے چونکہ آب و ہوا ناموافق آئی اور طبیعت خراب ہو گئی واپس آیا۔ ہنوز ناسازی مزاج موجود ہے۔
آنعزیز۔ کتب کی خواندگی میں پوری کوشش کرو کہ کتاب فہمی آجائے اور استعداد تعلیمی پیدا ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ عمر عزیز گزر جائے اور حاصل کچھ نہ ہو۔ پھر مستقبل میں حسرت و افسوس کا رنج اٹھانا پڑے۔ ان اوقات تعلیم کو غنیمت جانو لِکُلِّ شَيْءٍ آفَةٌ وَلِلْعِلْمِ آفَاتٌ ؎ ہر مقصد کے حاصل کرنے میں پریشانی اور دقت سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن تحصیل علم میں بہت سی کلفتوں اور آفتوں سے سابقہ پڑتا ہے جو طالب علم طلب علم کی دشواریوں کو جھیل لیتا ہے وہ منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔
آپ کی دریافت پر لکھ رہا ہوں کہ روندگانِ سلوک کے لئے جو ہدایتیں حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہی ہیں۔ وہ یہ ہیں رحمت خداوندی سے امید ہے کہ مستقبل قریب میں یہ تمام ہدایتیں مشعل راہ ہوں گی۔
۱۔ ذکر پر مداومت کرنا ۲۔ رضائے الٰہی کی طلب ۔ ۳۔ پیر و مرشد سے ربط و محبت

؎ ہر شئی کے حصول میں دشواری ہے اور تحصیل علم میں بہت دشواریاں ہیں۔

۴۔ شریعت کا اتباع۔ ۵۔ تواضع انکساری (اپنے کو رب تعالیٰ کا معمولی بندہ سمجھنا۔) ۶۔ غرور گھمنڈ سے بچنا۔ ۷۔ ذکر و فکر کی کثرت کے عجب سے دور رہنا۔ ۸۔ برادران طریقت سے خصوصی میل و جول رکھنا۔ ۹۔ ضرورت مندوں کی حاجت رفع کرنا۔ ۱۰۔ بزرگانِ طریقت بلکہ جملہ اہل اللہ اور تمام مسلمان مرد و عورت کو فاتحہ اور ایصال ثواب میں شریک کرنا۔ ۱۱۔ ذکر کے ختم پر ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں گڑگڑانا اور طالبِ دعا کے لئے دعا کرنا۔ ۱۲۔ تہجد کی نماز پڑھنا اگرچہ دو ہی رکعت ہو۔

سلسلہ آبادانیہ میں صبح شام ذکر حلقہ کرنے کا دستور ہے اوّل فجر کی نماز کے بعد دوم مغرب کی نماز پڑھ کے عشا تک حلقہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پیر یا اسکا مجاز بیچ میں ہو اور جملہ ذاکرین ان کے اردگرد ہوں کہ دائرہ کی شکل بن جائے۔ اگر ذکر خفی کرنا ہے تو ہر ذاکر اس ذکر میں لگ جائے جس کی تلقین ہوئی ہے۔ اگر ذکر جلی کرنا ہے تو جو بزرگ دائرہ (حلقہ) کے بیچ میں ہوں وہ ذکر کا آغاز کریں باقی ان کے ساتھ ہم آواز ہو کر اونچی آواز سے ذکر میں مشغول ہوں۔ ہر ذکر میں آنکھیں بند ہوں۔ اندھیرا ہو۔ روشنی بالکل نہ ہو۔ اگر روشنی ہو تو بہت دھیمی جس سے تاریکی رہے۔ ذکر شروع کرنے سے پہلے استغفار پڑھا جائے اور فاتحہ پڑھی جائے۔ ذکر کے ختم پر دعا مناجات پڑھی جائے۔ پھر آیات قرآنی اور درود شریف پڑھ کے فاتحہ کی جائے۔ جس میں اوّلاً بزرگان سلسلہ کے نام لئے جائیں پھر جملہ اولیاء اللہ۔ صالحین امت۔ عام مسلمان و مسلمات کے۔ بلکہ سابقین انبیاء علیہم السلام اور ان کی مسلمان امت کو بھی شامل کر لیا جائے فقط والدعا۔

مکتوب ۔ ۲۰

نورِ نظرم مولوی مفتی محمد ابراہیم فریدی ۔ بَارَکَ اللّٰہُ فِی عُمُرِکُمْ ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیٍّ وَّاٰلٍ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ سُوْءِ الْحَالِ وَالْمَقَالِ ؎

خط پڑھ کر خوشی ہوئی ۔ خواب ماشاء اللہ نافع ہے ۔ جو ہرے بھرے درخت اور رنگ برنگ پھول دیکھے ہیں وہ سب اعمال حسنہ کی شکلیں ہیں جو عالم برزخ میں متشکل ہوئے ہیں ۔ عالم برزخ کو عالم صور و اشکال بھی کہتے ہیں ۔ اس دنیا میں جو عمل وجود میں آتے ہیں اُس عالم میں اس کی خاص شکلیں بن جاتی ہیں جو قائم اور باقی رہتی ہیں ۔ اعمال حسنہ کی حسین اور دل فریب صورتیں اور اعمال قبیحہ کی بُری اور ڈراؤنی شکلیں ہوتی ہیں اور یہ بُری اور ہیبت ناک شکلیں گناہ پر نادم ہونے اور توبہ کرنے کے قبل تک باقی رہتی ہیں ۔ اور بعد ندامت اور توبہ صادق مٹ جاتی ہیں ۔ عالم برزخ میں یہ اعمال حسنہ کبھی پاکیزہ حلال جاندار طیور اور مویشی کے

ترجمہ ؎ ۔ بری بات اور بری حالت سے اللہ کی پناہ ڈھونڈھتا ہوں ۔

پیکر میں کبھی درخت، سبزہ، پھول، باغ، پھلواری کے مجسمہ میں کبھی چشمۂ آب
کی صورت میں وجود میں آتے ہیں اور اس عالم میں ان سب کی پرورش ہوتی ہے حسن
نیت اور حسن ارادے کے سبب ان سب میں تازگی اور رونق آتی رہتی ہے اور
بالیدگی میں افزونی اور ترقی ہوتی رہتی ہے۔ رویا (خواب) اور مراقبہ میں تمام
صور واشکال کے مشاہدے حضرات صوفیائے کرام کیا کرتے ہیں۔ جن کی مثالیں صحابہ
کرام اور صوفیائے عظام کی حیات طیبہ میں بکثرت ملیں گی۔ قرآن کریم میں لھُمُ
الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ہے۔ بشریٰ اور بشارت ہم معنی ہیں۔ دنیاوی زندگی
میں بشارت یہی مشاہدات رویا اور مکاشفات و مراقبات ہیں جن میں مژدہ خیر
کی اطلاعات عالم برزخ سے ہوتی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
بہشت میں نعلین پہنے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے جانا (گرچہ
بحیثیت خادم چوبدار تھا) سالکان طریقت کا ہوائیں اڑنا۔ ملائکہ سے مصافحہ کرنا
فرشتوں کی جماعت میں داخل ہونا۔ ہرے بھرے درخت کے سایہ میں بیٹھنا اور
لذیذ پھل کھانا۔ سبز و شاداب باغ میں سیر کرنا۔ رنگین اور خوشبودار پھول کا دیکھنا
یا سونگھنا۔ عالیشان دلکش محل کا دیکھنا یہ سب اعمال صالحہ کی بہترین اشکال د
صُور ہیں۔ جو بطور بشارت مشاہدہ میں لائے جاتے ہیں۔

روندۂ سلوک کے رویائے صادقہ (سچے خواب) کئی نوعیت کے ہوتے
ہیں۔ ہر نوع میں جداگانہ صورت تعبیر ہوتی ہے کسی میں افعال حسنہ کی جاذب
صورتیں دکھا کر قبولیت عمل کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ کسی میں ترغیب دلائی جاتی
ہے تاکہ سالک کا شوق بڑھے اور شوق میں کمی نہ آنے پائے۔ کبھی خواب میں سالک
کی باطنی کیفیات ظاہر کی جاتی ہیں۔ کبھی سالک کی فرو گذاشتوں پر تنبیہ کی جاتی ہے
کبھی آئندہ کے واقعات کی خبر دی جاتی ہے۔ کسی خواب میں دعا کی تلقین ہوتی
ہے۔ بزرگان طریقت جس طرح حیات ظاہری میں باخلاص مرید کی تربیت

کرتے ہیں۔ اسی طرح لبعد وصال بھی۔ اس عالم برزخ سے۔ اس کی کئی مثالیں دعاگو کے پیش نگاہ ہیں کہ مرید کی تربیت کی تکمیل پیر کے وصال کے لبعد عالم برزخ سے ہوئی ضلع اعظم گڑھ کے مشہور صاحب ارشاد بزرگ مولانا محمد کامل؎ نعمانی ولید پوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تربیت سلوک ناقص تھی کہ مولانا کے شیخ قدوۃ العرفاء حضرت شاہ عبدالعلیم لوہاری قدس سرہٗ کا وصال ہوگیا۔ لبعد وصال حضرت قدوۃ العرفاء قدس سرہٗ نے عالم برزخ سے مولانا کی تربیت سلوک فرمائی۔ بذریعہ خواب بقیہ اذکار اور اد آبادانیہ کی تعلیم کی۔ لبعد تکمیل تعلیم اجازت وخلافت رویا۔ (خواب) میں عطا کی مولانا رحمتہ اللہ علیہ صاحب سلسلہ بزرگ ہوئے ہیں۔ مولانا کے کئی خلفاء نے عرب شریف جاکر رشد وہدایت کی۔ مولانا نے علامہ شبلی کا نام شبلی اور ان کے بھائی کا نام جنید رکھا۔ اور علم کے حصول کی دعائیں کی۔ چونکہ علامہ شبلی کے والد بزرگوار شیخ حبیب اللہ صاحب مولانا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت شیخ الٰہی بخش صاحب۔ ساکن سیرحد ضلع جونپور کے مخلص مرید تھے۔

راقم السطور دعاگو بھی اس سلسلہ میں داخل ہے کہ مری تربیت سلوک اور تعلیم سلوک مکمل ہونے سے پہلے حضرت پیر ومرشد واصل باللہ ہو گئے۔ حضرت پیر ومرشد سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ نے عالم برزخ سے تربیت فرمائی اور تعلیمات آبادانیہ کی تکمیل کی۔ کبھی خواب میں بتایا اور کبھی مراقبہ میں ہنوز اصلاح کا فیض جاری ہے اسی عالم برزخ سے اجازت ارشاد کی عزت ملی۔

خواب فہمی اور خواب کی تعبیر بتانا ہرایک کا کام نہیں ہے۔ خواہ وہ عالم ہو یا متقی۔ تعبیر خواب کے لئے خاص نسبت وفیض درکار ہے جس کے سینہ میں طریقتی فیوض بواسطہ یا بلا واسطہ ہوں وہ خواب کے کنہہ سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ خاکسار سے کوئی رہرو طریقت کوئی خواب بیان کرتا ہے تو اس کو خاص توجہ سے سنتا ہے

؎ آپ کا ذکر "تذکرۂ علمائے حال"، مطبوعہ نول کشور مرتبہ وحشی نگرامی میں ہے۔

ہے۔ پھر لطیفہ قلب کی طرف متوجہ ہوکر غور کرتا ہے اس پر بھی صحیح تعبیر سمجھ میں
نہیں آتی تو لطیفہ مراقبہ میں دھیان کرتا ہے اس پر بھی ظاہر نہیں ہوئی تو حضرت
پیرومرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روحانیت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اب جو
فیضان ہوا اور اشارہ ہوا۔ اس پر غور کیا۔ اگر تعبیر بیان کرنا مناسب سمجھا تو
کہدی ورنہ خاموش رہا۔ اور مناسب موقع پر حسن پیرایہ میں کہدیا۔ اگر موقع دعاگوئی
کا ہے تو بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔ اگر آئندہ کی آفات سے محفوظ رہنے کے لیے
صدقہ کی ضرورت ہے تو صدقہ بتا دیا۔ اگر نیک عمل کرنے کی حاجت ہے تو اس کی رہنمائی
کردی۔ رہروِ طریقت کے لئے ضروری ہے کہ اپنا خواب طریقت کے باخبر بزرگ اور
ہم مشرب بزرگ سے کہے۔ جو ہم مشرب نہیں اور نہ راہ طریقت سے واقف ہو۔ اس
سے ہرگز نہ کہے۔ کیونکہ نااہل سے کہنے میں نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔ خواب کی
تعبیر جوئی میں عجلت نہ کرے اور نہ دیر ہونے سے پریشان ہو۔ ہمہ دم رب تعالیٰ
پر بھروسہ رکھے اور اپنے پیر طریقت کی جانب خاص التفات کرے۔ اشخاص و حال
کے لحاظ سے خواب کی تعبیر بدلتی رہتی ہے۔ ایک خواب کو مختلف درجہ اور
خیال کے آدمیوں نے دیکھا ہے تو سب کی تعبیر ایک نہ ہوگی بلکہ جداگانہ۔ فقط

حفیظ علی فریدی

خانقاہ قادریہ۔ سربیلا ضلع مونگیر۔ محرم ۱۳۵۸ھ

مکتوب - ۲۱

عزیزاز جان وعلیکم السلام ورحمۃ،
خط سے اچھے میاں اور جیا میاں کی خواندگی کا حال معلوم ہوا۔ مسرت ہوئی

تعلیم سے زیادہ نگہداشت کی ضرورت ہے۔ نگہداشت تربیت ہے۔ تربیت سے بچے ہونہار ہوتے ہیں۔ بنے میاں کی رو بصحت ہونے سے سبھوں کو خوشی ہوئی۔ دعا ہے کہ جلد رب تعالیٰ ان کو شفا کامل دے۔ اور آپ کی پریشانیاں بھی دور ہوں۔ احقر دعا گوئی سے قاصر نہیں ہے۔ سید احمد سلمہ بعافیت ہیں ذکر کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ برابر جاری رہے اگرچہ تھوڑا ہو۔ حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ عمل پسند ہے جو برابر ہوتا ہے اگرچہ مقدار میں کم ہو۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا

ذکر کے فضائل مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔ ان احادیث کی وضاحت در مظاہر حق" میں خوب ہے۔ انعزیز "اَشِعَّةُ اللَّمَعَاتِ" شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کا مطالعہ کرو۔ یہ مشکوٰۃ شریف کی شرح فارسی میں ہے اور نو لکشور پریس لکھنؤ میں چھپی ہے شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی دوسری شرح "اللمعات" ہے جو عربی زبان میں ہے اور بہت مکمل ہے اس کا نسخہ نایاب ہے۔ ایک قلمی نسخہ بانکی پور پٹنہ مولوی خدا بخش چھپروی کی لائبریری میں ہے۔ یہ لائبریری مخطوطات کتب میں مشہور ہے۔ شیخ عبدالحق قدس سرہٗ محدث دہلوی حدیث و فقہ میں امام اور صوفی مشرب بزرگ تھے۔ ہر جماعت میں مقبول ہیں۔ حضرت شیخ کی تالیفات مفید اور مستند ہیں۔ قادری۔ اور شاذلی طریقہ تھا اخیر عمر میں حضرت خواجہ باقی باللہ بخاری دہلوی شیخ خانوادہ نقشبندیہ کی صحبت میں رہے اور اکتساب فیوض کیا۔ خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں شیخ کا رہنا فرنگی محل لکھنؤ کے ایک عالم نے غازی پور یا جونپور بیان کیا تھا جس کو پچاس سال کا عرصہ ہوا۔ حضرت شیخ کا وصال دہلی ۱۰۵۲ھ میں ہوا۔ فخر العلماء مادہ سال وفات ہے۔ قطب صاحب میں حوض شمسی کے کنارہ دفن ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اور شیخ محدث دہلوی کا باہمی اختلاف بموجب حدیث شریف اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ ہے اس میں موشگافی کرنا

۱؎ مولانا مفتی عنایت اللہ فرنگی محلی رحمتہ اللہ علیہ نے مظاہر حق کے تکملہ میں بھی اس کو ذکر کیا ہے۔
(بقیہ صفحہ ۱۳۲ پر)

اور اس سے بڑا اثر لینا اور فرقہ بندی کرنا حرمان اور بدنصیبی ہے۔ دونوں بزرگ واجب تکریم اور تعظیم ہیں اور ہمارے پیشوا۔ مظاہر حق کی بابت ایک معمر صاحب تدریس عالم نے فرمایا کہ مظاہر حق جو مشکوٰۃ شریف کا اردو ترجمہ اور شرح ہے۔ یہ تالیف حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی کی ہے اگرچہ تالیف کی نسبت مولانا نواب قطب الدین خان دہلوی کی جانب ہے۔ مولانا نواب قطب الدین خان دہلوی حضرت شاہ صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق[1] صاحب محدث دہلوی حضرت شاہ عبد العزیز[2] محدث دہلوی کے ممتاز شاگرد اور نواسہ ہیں جن سے حدیث شریف کی خوب اشاعت ہوئی[3] اخیر عمر میں دہلی سے مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے اور مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ مظاہر حق کا عدد ۱۲۵۴ ہے۔

صفحہ گزشتہ سے

[1] کسی استنباطی مسئلہ میں مری امت کا باہمی اختلاف موجب رحمت ہے۔ [1] وفات ۱۲۶۲ھ میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔

[2] ۷ شوال ۱۲۳۹ھ دہلی میں ہوئی۔ دہلی بیرون ترکمان دروازہ دہلی مہدیوں میں اندرون احاطہ مسجد دفن ہیں اسی چبوترہ پہ شاہ عبد الرحیم۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث، شاہ عبد القادر، شاہ رفیع الدین صاحب محدث رحمہم اللہ تعالیٰ مدفون ہیں۔

[3] مولانا مفتی عنایت احمد کاکوری اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہما نے بھی حدیث شریف حضرت شاہ صاحب مولانا محمد اسحاق محدث سے پڑھی حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی استاذ العلماء نے جملہ علوم اور حدیث بھی مولانا مفتی عنایت احمد صاحب سے پڑھی۔ استاذی مولانا عبد السلام درانی قندھاری قدس سرہٗ نے مختلف علوم فن ہیأت و معقولات و حدیث استاذ العلماء علی گڑھی اور ان کے تلامذہ مولوی لبشیر احمد علی گڑھی وغیرہ سے حاصل کئے اور معقولات کی تکمیل مولوی ظہور حسین صاحب فاروقی رامپوری سے۔ احقر دو سال ۴۸ و ۴۹ھ مولانا ابو محمد عبد السلام قندھاری نور اللہ مرقدہ کے حضور میں رہا درس علم ہیأت و معقولات حاصل کیا۔ (رحمۃ اللہ علیہم) استاذی مولانا مولوی عبد السلام قندھاری کا درس معقولات مشہور تھا کابل بخارا۔ بلوچستان و وزیرستان کے طلباء بعد فراغ آپ کے درس میں حاضر آتے مدرسہ عالیہ رام پور، مدرسہ رحمانیہ دہلی، مدرسہ دیوبند کے فارغ طلباء علم ہیأت شرح اشارات وغیرہ کی خواندگی کے لئے حلقہ درس میں بیٹھتے اور تکمیل کر کے جاتے۔ استاذی نے یوپی کے مختلف درسگاہوں میں درس دیا۔ مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد

ذکر کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ۔ تم میرا ذکر کرو میں تمھارا ذکر کروں گا۔ اس آیات سے معلوم ہوا کہ بندہ نے جب اپنے رب کا ذکر کیا تو رب تعالیٰ نے بھی اس بندہ کا ذکر کیا۔ امام محمد غزالی کی احیاء العلوم میں ہے کہ حضرت ثابت بنانی قدس سرہٗ نے اپنے احباب سے کہا جس دم مرا رب مجھ کو یاد کرتا ہے مجھ کو معلوم ہو جاتا ہے۔ اس پر ان کے احباب حیرت زدہ ہو کے کہنے لگے اے ثابت کیسے کہتے ہو بتاؤ۔ حضرت ثابت نے فرمایا قرآن مجید میں دیکھو، فاذکرونی اذکرکم موجود ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ جو بڑے محدث اور ثقہ راوی حدیث ہیں کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے امت محمدیہ کو ایسی نعمت دی۔ اگر وہ نعمت جبریل و میکائیل (علیہ السّلام) کو دی جاتی تو ان کے لئے بڑی عظمت و قدر دانی کا باعث ہوتی وہ نعمت فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ ہے۔

صحیحین (بخاری و مسلم) میں حدیث قدسی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے اَنَا مَعَہٗ اِذْ ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ۔ یعنی اس کو مری معیت حاصل ہوتی ہے جس وقت مرا ذکر کرتا ہے۔ اگر مرا ذکر نفس (دل) میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر نفس (دل) میں کرتا ہوں۔ اگر جماعت کے حلقہ میں بیٹھ کر ذکر کرتا ہے تو میں ایسی جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ مرے ذاکروں کی جماعت بندہ کی جماعت ذاکرین سے بہتر ہے۔ ذکر نفس سے مراد ذکر قلبی اور ذکر لطائف ستہ اور ذکر باطنی ہے۔ حدیث شریف میں لفظ ملاءٍ آیا ہے[1]

حاشیہ گذشتہ صفحہ
مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ۔ مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں سالہا سال تعلیم دی۔ اخیر میں مدرسہ رحمانیہ دہلی میں شیخ المعقول رہے۔ یہیں زہر دیا گیا جس سے موت واقع ہوئی حضرت خواجہ باقی اللہ کی مسجد کے عقب میں دفن ہوئے ۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ تھی استاذی مرحوم کی تصنیفات میں دو کتابیں اسوہ۔ طلیعہ بزبان عربی۔ اسوہ حمد اللہ کی شرح۔ طلیعہ سبع شداد کی۔ اسوہ کے مقدمہ میں کابل اور قندھار کی تاریخ ہے۔ مولانا مولوی ظہور حسین رامپوری امام معقولات شمس العلماء مولوی عبدالحق عمری خیرآبادی وفات ۱۳۱۶ھ کے تلمیذ خاص تھے محمد ابراہیم فریدی تعلقی بدایونی

ملأ خیر کے معنی جماعت ہے جماعت سے مراد ذکر کا حلقہ ہے۔ جس میں سب ایک جا ہو کر ذکر کریں خواہ ذکر جہری ہو یا ذکر خفی۔ رب تعالیٰ کے ذاکرین کی جماعت سے مراد ملائکہ مقربین اور ارواح انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے۔ جو اس دنیا کے صالحین اور ذاکرین کی جماعت سے بلند ترین ہے۔ اس لئے کہ ارواح انبیاء اور ملائکہ مقربین کے مقام قرب الٰہی میں بہت بلند ہیں۔ چونکہ یہ حضرات عالم انعام میں ہیں۔ اور ہم سب عالم عمل و اکتساب میں۔ ذکر نفسی چونکہ یہ ذکر نفس یعنی دل میں ہوتا ہے اور لطائف خمسہ باقیہ سے کیا جاتا ہے جو کہ پوشیدہ اور چھپا ہوتا ہے اس کی خبر سوائے ذکر کرنے والے اور رب تعالیٰ کے جس کا ذکر کیا جاتا ہے دوسروں کو نہیں ہوتی ہے حتیٰ کہ کاتبین فرشتوں کو بھی نہیں۔ لہٰذا کہا گیا ہے۔ خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ۔ (بہترین ذکر خفی ہے یعنی بلا آواز والا ذکر) حضرت ملا علی قاری محدث شارح مشکوٰۃ شریف اور مولانا فخر الدین دہلوی نے حصن حصین کی اپنی اپنی شرح میں لکھا ہے۔ ذکر خفی ذکر جلی سے ستر درجہ افضل ہے۔ یہ دونوں شرح یکجا نول کشور پریس میں چھپی ہے۔ مولانا فخر الدین دہلوی کی شرح فارسی میں اور ملا علی قاری محدث کی عربی میں ہے جس کا نام درثمین ہے مولانا فخر الدین دہلوی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے پوتوں میں ہیں۔ مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ ذکر خفی کا اثر ذکر جلی سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ذکر خفی میں قوت تاثیر بہت زیادہ ہے اس کا تجربہ خاکسار کو بھی ہے۔

مظاہر حق جلد دوم۔ باب ذکر اللہ کے فائدے میں ہے۔ کہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے بدور السافرہ میں لکھا ہے۔ اللہ کا ذکر دل اور زبان دونوں سے ہوتا ہے۔ افضل یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے ہو اگر ایک سے ہو تو دل کا افضل ہے۔ پھر دل کا ذکر دو قسم پر ہے ایک فکر کرنی عظمت خدا اور جبروت و ملکوت میں۔ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں جو آسمان و زمین میں ہیں اس کو ذکر خفی کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے ستر درجہ افضل ہے ذکر خفی وہ جو نہیں سنتے اس کو حفظہ یعنی فرشتے اعمال لکھنے والے جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ خلائق کو حساب کے لئے جمع کرے گا۔ اور حفظہ اس چیز کو لائیں گے جن کو یاد رکھتے تھے اور لکھا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے

گا دیکھو کیا باقی رہا۔ ان کے واسطے۔ حفظہ کہیں گے ہم نے کچھ نہیں چھوڑا جو یاد رکھا اور جمع کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گا میرے پاس اس کی نیکی ہے جن کو تم نہیں جانتے ہو۔ اس کا بدلہ میں دونگا اور وہ ذکر خفی ہے۔

صحاح اور قاموس میں لکھا ہے ذکر نسیان کا ضد ہے۔ یہ دل کا فعل ہے ہاں جو کچھ کہ زبان سے ہو اس کو بھی ذکر کہتے ہیں۔ لفظ ذکر مشترک ہے دل کا فعل ہو یا زبان کا مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذکر دو نوع پہ ہے قلبی اور زبانی۔ اور اثر ذکر قلبی کا قوی تر ہے اور بزرگ تر اور بہت اثر انداز ہے ذکر زبانی سے (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف) حضرت ملا علی قاری محدث نے درثمین شرح حصن حصین میں ایک حدیث قدسی نقل کی جو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ۔ میں ذکر کرنے والے کا ہمنشین ہو جاتا ہوں۔ قرآن مجید میں ہے وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب ذکروں سے بڑا ہے۔

حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے صاحبو۔ میں تم کو بہترین اور پاکیزہ عمل کی خبر دینا چاہتا ہوں جس کے درجے بہت اونچے ہیں۔ وہ نفل خیرات سونا چاندی کے صدقہ کرنے سے بھی اچھا ہے اور اس سے بھی اعلیٰ۔ کہ تم جہاد میں کافروں کی گردنیں مارو اور وہ تمھاری گردنیں ماریں۔ یہ سن کر حاضرین صحابہ نے بیک زبان کہا کہ یا رسول اللہ اس عمل کو ضرور بتلائیے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ

سہ۔ مولانا حافظ ابو الحسنات محمد عبد الحی فرنگی محلی لکھنوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شرح عربی حصن حصین کے خاتمہ میں ملا علی قاری محدث کی شرح حصن حصین کا نام حرز ثمین لکھا ہے لیکن مشائخ اور علماء کی زبان پر دُرِّ ثمین ہے یہی نام مطبوعہ نول کشور کے نسخہ میں ہے۔ مولانا محمد عبد الحی فرنگی محلی نور اللہ مرقدہ کا انتقال ۲۹ ربیع الاول اور دوشنبہ ۱۳۰۴ ہجری میں مقام لکھنو ہوا۔ مولوی انوار صاحب کے باغ میں مسجد سے ملحق دفن کئے گئے۔

وسلم نے فرمایا کہ وہ عمل اللہ کا ذکر ہے۔

دیکھو اس حدیث میں ذکر کرنے کو جہاد اور خیرات کرنے سے افضل بتایا ہے اس حدیث کو مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بسر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک صاحب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ۔ اسلام کی نفلی عبادتیں کثیر ہیں جن کے بجا لانے سے اپنے آپ کو قاصر پا رہا ہوں۔ ایسا مختصر بتائیے کہ جس کے کرنے میں ثواب زیادہ ہو اور کرنا بھی آسان ہو۔ جہاں چاہوں پڑھ لوں اور ایسا جامع ہو جو بہت سی نفلی عبادتوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہو۔ اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تیری زبان برابر ذکر الٰہی میں لگی رہے۔ (مشکوٰۃ شریف) بزرگان طریقت فرماتے ہیں کہ زبان عام ہے خواہ منہ کی زبان ہو یا قلب و لطائف کی۔ ذکر قلبی ہو یا قالبی یا لطائف سے۔

حضرت ابوسعید خدری (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون بندہ افضل ہے اور بلند درجہ رکھتا ہے۔ اس پر آنحضرت نے فرمایا وہ مرد و عورت جو اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرے۔ اس پر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاد کرنے والے سے بھی وہ افضل ہے۔ آنحضرت نے فرمایا اگر مجاہد اپنی تلوار سے کافر اور مشرک کو مارے اور وہ تلوار ٹوٹے جس سے مجاہد خون میں رنگین ہو جائے جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اس سے بہتر ہے۔ دیکھو اس حدیث نے بتایا ہے کہ جہاد میں شہید ہونے والے سے اللہ کا ذکر کرنے والا بزرگ تر ہے۔ حضرت عبداللہ بن بسر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کون آدمی بہتر ہے۔ آنحضرت نے فرمایا وہ خوش نصیب جس کی عمر دراز ہوئی اور نیک عمل میں صرف ہوئی۔ اس اعرابی نے کہا یا رسول اللہ صلی

کون سا عمل افضل ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تو دنیا سے جدا ہو اور تیری زبان اللہ کے ذکر میں تر ہو۔ حدیث شریف کے لفظ مبارک ہیں لِسَانُکَ رَطْبٌ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ رطب کے معنی تر ہونا ہے یعنی اللہ کا ذکر زبان پر جاری رہے۔ صوفیائے کرام نے کہا ہے اس سے مراد ذکر پہ مداومت کرنا ہے خواہ ذکر خفی ہو یا ذکر جلی۔ عرفاء کے نزدیک جس لطیفہ اور جس عضو میں ذکر جاری ہو وہ لطیفہ اور وہ عضو زبان ہے سلطان الاذکار میں ہر عضو بلکہ ہر بن و مو زبان بن جاتے ہیں جس سے ذکر ہونے لگتا ہے۔ طبرانی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَوْ اَنَّ رَجُلاً فِیْ حِجْرِہٖ دَرَاھِمُ یَقْسِمُھَا۔ وَ اٰخَرُ یَذْکُرُ اللّٰہَ کَانَ الذَّاکِرُ لِلّٰہِ اَفْضَلُ۔ حصن حصین۔

ترجمہ۔ ایک آدمی اپنے گود میں روپے رکھے ہوئے بانٹ رہا ہے۔ دوسرا اللہ کے ذکر میں لگا ہوا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگا ہے وہ روپے بانٹنے والے سے بزرگ تر ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ اے اللہ ایسا کلمہ بتا دیجئے کہ اس کلمہ کا ذکر کروں اور اس کے واسطے سے دعا کروں۔ حکم ہوا کہ اے موسیٰ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اس کلمہ کو تیرا ہر بندہ کہا کرتا ہے میں چاہتا ہوں کہ کوئی خاص کلمہ بتایا جائے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ ساتوں آسمان اور اس کی نگرانی کرنے والا اور ساتوں زمین سب کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو اس ترازو کے دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے وزن سے یہ پلہ بھاری ہو جائے گا اور پہلا پلہ ہلکا۔ (رواہ شرح السنۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فضیلت ترین ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور فضیلت ترین دعا اَلْحَمْدُ

لِلّٰہِ ہے (ترمذی شریف و ابن ماجہ) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذکر کرنے کے خاص فائدہ یہ ہے کہ اس ذکر سے باطنی امراض (صفات ذمیمہ) دور ہو جاتے ہیں اور باطن میں صفائی اور پاکیزگی آتی ہے اور نفسانی خواہش جس کی اطاعت کی جاتی ہے اس کلمہ سے اس کی پوری نفی ہوتی ہے اور ایک ذات واحد جو معبود برحق ہے اس کے وجود کا اثبات ہوتا ہے جو سب پر حاکم اور آمر اور سب کا خالق رازق ہے

ترمذی شریف اور طبرانی شریف میں مذکور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی فجر کی نماز باجماعت پڑھ کر ذکر الٰہی میں لگ جائے یہاں تک کہ سورج نکل آئے پھر دو رکعت نماز پڑھے اس کو پورے حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا

یہ نماز سنت استحبابی ہے اس کا وقت سورج کا کنارہ چمکنے سے بیس منٹ پر شروع ہوتا ہے۔ اس نماز کو نماز اشراق کہتے ہیں۔ اس نماز کا پڑھنا اور فجر کی نماز کے بعد ذکر میں لگ جانا خواہ اسی جگہ جہاں نماز پڑھی ہے یا اس سے ہٹ کر اسی صف میں یا اس سے ملی صفوں کے کسی حصہ میں ہو۔ یہ طریقہ سلسلہ آبادانیہ کے معمولات میں ہے لہٰذا مرے ہر پیر بھائی کو اس کا پابند پاؤ گے۔ اس مکتوب کے جملہ احادیث کو مشکوٰۃ شریف یا اس کی اردو شرح مظاہر حق اور حصن حصین علامہ شمس الدین محمد دمشقی شیرازی محدث مشہور ابن جزری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی ہے۔ کتب تحولہ سے مقابلہ کرو۔ بفضل خدا سے آلعزیز سلکم کو حدیث شریف سے خاص لگاؤ ہے جو سلسلہ مجددیہ کی خصوصیات میں سے ہے جن احناف علماء نے اشاعت حدیث میں زیادہ حصہ لیا ہے ان میں اکثریت ان عالموں کی ہے جن کا تعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے ہے۔ اشراق کی نماز کے سلسلہ میں دو حدیث کا ترجمہ لکھ رہا ہوں اصل عبادت مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

۱۔ حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی صبح کی نماز پڑھ کے مصلے پر بیٹھا رہے اور دو رکعت نماز چاشت پڑھ کے مسجد سے نکلے تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہ کو معاف کر دے گا۔ اگر چہ یہ گناہ سمندر کے

جھاگ سے زیادہ ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ فجر کی نماز سے چاشت کی نماز تک کوئی بات خلاف شرع نہ کی ہو۔ (ابوداؤد)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی دو رکعت نماز چاشت کی برابر پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اگرچہ سمندر کے جھاگ برابر ہو۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ) حدیث شریف میں لفظ ضحیٰ ہے اس کے ترجمہ میں نماز اشراق اور چاشت دونوں داخل ہیں۔ دُرِ مختار میں نماز ضحیٰ کا وقت طلوع شمس کے مکروہ وقت نکل جانے سے نصف النہار شرعی تک لکھا ہے یہی وقت اشراق اور چاشت کی نمازوں کا ہے۔

مکتوب ۔ ۲۲

۲۲۔ لخت جگرم بعافیت باشید۔

بفضلہ تعالیٰ اچھا ہوں اور جملہ وابستگان بسلامت ہیں۔ خط کاشف احوال ہوا۔ ماشاءاللہ باطنی کیفیات قابل ترقی ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قُدِّس سرہ، بلا شبہ جلیل القدر صوفی اور کثیر العلم عالم ہیں۔ صاحب کشف اور کیف بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کی مشہور تالیف فصوص الحکم ہے۔ آپ کی تالیف فتوحات مکیہ قابل مطالعہ ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ گیا ہے۔ اصل کتاب عربی زبان میں ہے۔ حضرت شیخ نے یہ کتاب مکہ مکرمہ کے قیام کے ایام میں مسجد حرام میں اعتکاف کرکے تالیف کی ہے۔ حضرت شیخ کا فرعون کی بابت خاص مسلک ہے یعنی فرعون کے با ایمان مرنے کے قائل ہیں۔ یہ شیخ کا مسلک جملہ مجتہدین اور اولیاء کے مسلک کے غیر موافق ہے لہٰذا اس مسلک کا تعلق صرف ان کی ذات سے وابستہ ہے۔ ہمارا وہی مذہب ہے، ہمیں وہی مسلک

رکھنا چاہیئے جو مجتہدین اور اولیاء کرام بزرگان طریقت کا ہے کہ یہ سب کے سب فرعون کے کافر ہونے اور کفر پر موت واقع ہونے کے قائل ہیں۔

آرہ (شریف) کے قیام کے دوران میں ابوطالب پدر سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ما کے ایمان کا مسئلہ معرض بحث آگیا تھا اور کئی مہینہ تک چلا۔ بالآخر علمائے اہل سنت وجماعت اور اہل حدیث نے طے کیا کہ ابوطالب بالایمان نہیں مرے۔ شیعہ صاحبان بالاتفاق مومن ہونے کے قائل ہیں۔ غالباً ۱۳۱۳ھ کا یہ واقعہ ہے۔

حضرت سکندر ذوالقرنین اور حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا علمائے کرام کا اختلافی مسئلہ ہے۔

سکندر نامہ میں مولانا نظام الدین گنجوی قدس سرہٗ اور بعض کتب تفسیر میں دونوں بزرگوں کو "نبی"، لکھا ہے۔ لیکن پیر و مرشد حضرت سلطان المشائخ حافظ شاہ محمد فریدالدین آروی قدس سرہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ احتیاط اس میں ہے کہ ان دونوں بزرگوں کو ولی مانا جائے۔ میں نے تفسیر مواہب الرحمان مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ کے پارہ نمبر ۱۶ میں بڑی تفصیل دیکھی ہے، جو بحوالہ کتب تفسیر عربی درج ہے۔ سکندر رومی جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے تین سو سال قبل گزرا ہے جس کا ذکر تاریخ روما میں ہے۔ یہ غیر مسلم ہے مفسرین کرام نے اس کو کافر اور مشرک لکھا ہے۔ فقط

(جعفر علی فریدی غفرلہ۔ خانقاہ شریف محلہ میر گنج آرہ)

مکتوب ۔ ۲۳

۲۳ ۔ راحت قلبی حفظکم اللہ تعالیٰ

خوش رہو ۔ کھانسی اور تبخیر دماغ کا ساتھ ہے ان دونوں میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے ۔ ضعیفی کے سبب تکلیف کا احساس زیادہ ہے ۔ قریب کی نگاہ میں بھی فتور معلوم ہوتا ہے ۔ رب تعالیٰ کے فضل وکرم اور پیر مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے ذکر میں نہ فتور پیدا ہوا اور نہ غفلت طاری ہوئی بلکہ ذکر میں ترقی ہوتی رہتی ہے ۔ یہ سب بزرگان طریقت کے فیوض ہیں ۔ رب تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب فرمائے رات دن اسی کی فکر لگی رہتی ہے ۔ آنعزیز بھی دعا کرو ۔

راہ طریقت کا خضر پیر مرشد ہے بغیر مرشد کے تصوّف کا راستہ طے نہیں ہوتا ہے اور نہ بلا پیر کے اس راستہ پر چلنا چاہیئے ۔ یہ راہ باطن ہے اس کا شمع پیر مرشد ہے ۔ بغیر پیر مرشد کے کوئی راہ گیر نہیں ہوسکتا ہے اور نہ منزل پہ پہنچ سکتا ہے ۔ اور جو بھی پہنچا وہ پیر مرشد کے واسطہ سے پہنچا ۔ اس راہ میں یہی طریقہ اور سنت الٰہی جاری ہے ۔ یہی سلف سے ہوتا چلا آیا ہے ۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

ﻟﮯ گر ہوائے ایں سفر داری دلا — دامن رہبر بگیر و پس بیا

در ارادت باش ثابت اے فرید — تا بیابی گنج عرفان را کلید

دامن رہبر بگیر اے راہ جو — ہر چہ داری کن نثار راہ او

گر روی صد سال در راہ طلب — رہبر نبود چہ حاصل زاں تعب

بے رفیقی ہر کہ شد در راہ عشق — عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

پیر خود را حاکم مطلق شناس — تا براہ فقر گردی حق شناس

ہر چہ فرماید مطیع امر باش — طوطیائے دیدہ کن از خاک پاش

انچہ می گوید سخن تو گوش باش — تا نگوید او بگو خاموش باش

راہ طریقت کے رہرو کے لئے پیر کا ہونا ضروری ہے۔ یہ صوفیا صافیا کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اس بارے میں کسی عارف سے انکار ثابت نہیں ہے، مثنوی مولانا معنوی قدس سرہٗ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ مجاہدہ نفس کے لئے پیر مرشد نہ ہو جو اس کی رہنمائی کرے تو اس کا پیر مرشد شیطان بن جاتا ہے وہی شیطان اس کی رہنمائی کرتا ہے جس کی رہنمائی شیطان کرتا ہے وہ راہ مستقیم سے ہٹا اور دین سے گیا۔ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ کا مقولہ

مَنْ لَّمْ یَکُنْ لَہٗ شَیْخٌ فَشَیْخُہٗ شَیْطَانٌ ﻟﮯ اس مضمون کی پوری رہنمائی کرتا ہے۔ پیر میں یہ صفتیں ہونی چاہیئے۔

اوّل عقیدہ میں اہل سنت وجماعت ہو۔ دوم پابند شرع ہو۔ سوم مقلد ہو۔ چہارم اہل طریق بزرگوں کا صحبت یافتہ ہو۔ پنجم خانوادہ ہائے صوفیائے کرام

ترجمہ ﻟﮯ اے دل اگر اس سفر (طے سلوک) کی خواہش رکھتا ہے۔ مرشد کا دامن تھام پھر اس (راہ سلوک) میں قدم رکھ۔
اے فرید ارادت (خوش اعتقادی) میں ثابت قدم رہ۔ تاکہ عرفان کے خزانہ کی کنجی پالے۔
اے طالب مرشد کا دامن پکڑ۔ اور جو کچھ تیرے پاس ہو اس راہ میں قربان کر۔
اگر سو سال راہ طلب (سلوک) پر چلے۔ مرشد نہ ہو تو اوس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا سوائے درماندگی اور تھکن کے۔
بے مرشد کوئی راہ عشق میں چلا۔ عمر گزاری اور عشق سے آگاہ نہ ہوا۔ اپنے مرشد کو پورا حکم ران مان
تاکہ فقر (عشق وسلوک) کی راہ سے حق کا پہچاننے والا ہو۔ جو مرشد فرمائیں اوس کا تابعدار رہ۔ اور مرشد کے قدم کی خاک کو اپنی آنکھ کے لئے سرمہ بنا۔
جو فرمائیں اوس پہ کان دھر۔ جب تک بولنے کا حکم نہ دیں چپ رہ ﻟﮯ حاشیہ اگلے صفحہ پر

میں سے کسی خانوادہ سے وابستہ ہو۔ اور تعلیم دینے اور تربیت کرنے کا مجاز ہو۔
ششم[۶] خود ذاکر اور شاغل ہو۔ سالک ہو یا مجذوب سالک۔ یا سالک مجذوب، مجذوب محض نہ ہو چونکہ مجذوب محض خود جذبے میں مستغرق رہتا ہے۔ دوسروں کی صحیح رہنمائی نہیں کر سکتا ہے۔ ہفتم[۷] مرید کی تربیت کا خیال رکھتا ہو چونکہ سالک ہمہ دم ہوش میں رہتا ہے اور ہر آن شرع کا مکلّف ہے وہ جذبہ سے مغلوب نہیں ہوتا ہے بلکہ جذبہ پر غالب رہتا ہے لہٰذا مقام ارشاد کے لئے زیادہ لائق ہے۔

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں مجذوب سالک وہ بزرگ ہے کہ جس پر پہلے عشق کا جذبہ غالب رہا ہو۔ جس سے وہ بالکل وارفتہ ہو کے ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گیا ہو۔ یا ہوش و خرد میں کمی آگئی ہو، پھر اس نے ہوش و خرد کے ساتھ سلوک کے مقامات طے کئے ہوں۔

سالک مجذوب — وہ بزرگ ہیں جو ہوش و خرد کے ساتھ مجاہدہ نفس میں لگے ہوں پھر جذب کا غلبہ ہوا ہو جس میں مغلوب ہو گئے ہوں۔ یہ مغلوبیت کبھی گھنٹوں اور منٹوں کی ہوتی ہے کبھی ہفتوں، مہینوں اور برسوں کی۔ ظرف و استعداد کے لحاظ سے مغلوبیت کی مدّت مختلف ہوتی ہے۔ جس کی تعیین ناممکن ہے۔ ہر سالک پر ایک نہ ایک وقت آتا ہے جس میں وہ جذب کی کیفیت سے مغلوب ہو جاتا ہے اس سے بالکل دوری ناممکن ہے۔ اس کے بغیر راہ سلوک طے کرنا ممکن نہیں۔ سالک پر صحو و سکر کی کیفیتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ان لذتوں سے آشنا ہو کے وہ ترقی کی منازل سے دوچار ہوتا ہے اور اس پر ایسا مقام آتا ہے کہ جذبۂ عشق ہمہ دم مغلوب اور وہ ہمہ دم باہوش و باخرد اور ہمہ دم احکام شرع کا مکلّف۔ ایسے اشخاص بہت کم پائے جاتے ہیں۔ اس وقت ہمارے پیر بھائیوں میں حضرت حکیم سید جلال الدین ساکن جھوا حاجی پور اور حضرت شیخ نثار احمد ساکن موضع ہرلپوا ضلع مونگیر۔ بھائی حضرت مولانا محمد مبارک حسین دربھنگہ کے خلفاء میں ڈاکٹر سید

سے ۔ جس کا پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان بن جاتا ہے یعنی وہ شیطان کی رہنمائی میں چل رہا ہے۔

عبدالعظیم باردی مقیم بچھونہ کھگریا ہیں۔ حضرت شیخ نثار احمد صاحب کے فیض صحبت سے انعزیزیہ مستفید ہو رہے ہو۔ ہمارے پیرزادہ حضرت مولوی شاہ محمد مصلح الدین صاحب نوراللہ مرقدہ ورحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی بیعت سے انعزیزیہ شرفیاب ہو۔ بڑے متحمل اور اعلیٰ درجہ کے سالک تھے۔ مرید کے ذمہ احکام کی تعمیل اور اطاعت ہے اور حسن عقیدہ رہنا۔ جس قدر پیر سے لگاؤ زیادہ ہوگا اتنی ہی ترقی ہوگی۔ اس راہ میں پیر سے بدظنی اور بداعتقاد ہونا اپنے کو محرومی اور خسران میں ڈالنا ہے چونکہ اس راہ میں سوء ظنی ایسا سخت سنگ راہ ہے جس کے آگے جانا محال اور پیچھے کھڑا رہنا دشوار۔ کوئی پیر سے بدظن ہو کے طریقت کے راستہ پر چل نہیں سکتا ہے اور نہ کبھی مراد کی منزل سے آشنا ہو سکتا ہے جو بدظن ہوا وہ طریقت کے سیدھے راستہ سے بھٹکا۔ اور ٹیڑھی راہ اختیار کی جس میں فلاح نہیں۔ پیر ولی ہے۔ ولی سے بداعتقاد ہونا اور بدظن ہونا عداوت کرنا ہے اور ولی سے عداوت رکھنا سخت منع ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔ جو بخاری شریف میں ہے اور حدیث قدسی ہے۔ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ لِلْحَرْبِ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی میرے ولی سے عداوت رکھے اس کو اعلان ہے جنگ کرنے کا مجھ سے۔

میرے پیر بھائیوں میں جناب حافظ عبدالکریم آروی مرحوم جو آرہ محلہ میر گنج کی مسجد میں امام تھے۔ یہ وہ مسجد ہے جس میں مدرسہ حنفیہ قائم ہے۔ ساری عمر امامت کے فرائض انجام دیئے اور مرنے کے بعد اسی مسجد کے دروازہ کے باہر متصل دیوار دفن ہوئے افسوس کہ اب نشان قبر بھی باقی نہیں رہا۔ احقر آرہ شریف کی حاضری پر ایک بار مزار کے پاس جاکر فاتحہ پڑھ دیتا ہے۔ حافظ صاحب مرحوم نے پیر مرشد سلطان المشائخ آروی قدس سرہٗ سے مرید ہو کے سلوک کی تربیت حاصل کی اور اس میں اچھی خاصی ترقی کی ایک منزل پر پہنچے جہاں فیضان عالم بالا سے ہونے لگا۔ یک بیک حضرت مرشد قدس سرہٗ سے بداعتقاد ہو گئے بس سارا فیضان بند ہو گیا

اور ساری ترقیاں ختم ہو گئیں اور نسبتیں باطنی سب سلب ہو گئیں ۔

بزرگوں سے سُنا ہے کہ اگر کسی مرید کو پیر طریقت سے فیض باطنی حاصل نہ نہ ہو۔ جب بھی پیر سے بدعقیدہ نہ ہو اور نہ اس سے منحرف ہو کہ بلکہ حسن عقیدت رکھے۔ پیر کی اجازت سے کسی دوسرے بزرگ کو مرشد بنایا۔ یا پھر پیر کے وصال کر جانے پر کسی بزرگ سے طالب ہوا اس سے فیض پائی ہوئی۔ جب بھی اپنے پیر سے حسن عقیدت رکھے اور یہ سمجھے کہ یہ سب پیر ہی کا فیض ہے جو لبعنوان دگر مرشد سے حاصل ہو رہا ہے۔ ایک بزرگ نے اس موقع پر فرمایا کہ بیعت سلوک میں پہلی بیعت بیعت طریقت ہوئی۔ یعنی طریقت میں داخل ہوا۔ اور دوسری بیعت ارشاد ہوئی یعنی اب طریقت پر چلنے لگا۔ برادر طریقت حضرت مولوی حاجی محمد مبارک حسین قدس سرہٗ (دربھنگا) طفولیت کے ایام میں حضرت واحد اشرف کچھوچھوی سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے پھر حضرت مولانا عنبر الدین چشتی قدس سرہٗ متوفی یکم رمضان شریف ۱۳۰۳ھ مدفون چھپرہ گڑھی تیر کی صحبت میں رہے۔ چندے حضرت حافظ محمد عبد الصمد صاحب قادری آروی کی۔ پھر بحکم مولانا عنبر الدین صاحب پیر و مرشد سلطان المشائخ حافظ شاہ محمد فرید الدین آروی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلسلہ قادریہ مجددیہ آبادانیہ میں بیعت ارشاد حاصل کر کے تربیت و تعلیم لی اور صحبت میں رہ کر اور خدمت کر کے مقام "ولایت و ارشاد" پر جلوہ گر ہوئے اور صاحب سلسلہ ہوئے ۔

حضرت حبیب اللہ خانصاحب عرف داروغہ حبیب علی خاں حبیبی قدس سرہٗ چھپروی مؤلف مفید الطالبین آداب السالکین، تذکرۃ العارفین۔ گلدستہ حبیبی وغیرہ مولانا محمد فصیح غازی پوری کے مرید تھے راہ سلوک پر چلنے کا ذوق ہوا تو برادر طریقت حضرت حافظ محمد عبد الصمد صاحب کی صحبت میں رہے۔ پھر پیر مرشد سلطان المشائخ آروی کے جناب میں آکر سلسلہ قادریہ مجددیہ آبادانیہ میں بیعت سلوک حاصل کی اور اتمام سلوک کیا۔ ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ ، ۱۹۲۰ء بوقت مغرب روز

دوشنبہ واصل بحق ہوئے۔ موضع بھدپا بزرگ (پول گنج) کی قبرستان میں دفن ہوئے۔ بڑے ذاکر اور عارف باللہ ہوئے۔

آں العزیز۔ سلمکم تعالیٰ کو بیعت سلوک کے حصول کے چند مہینے بعد حضرت قبلہ مولوی شاہ محمد مصلح الدین قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوگیا جس سے تعلیم وتربیت کی تحصیل کا پورا موقع نہیں ملا اور نہ فیض صحبت سے استفادہ کا۔ تمھاری حالت مبتدی کی تھی میں نے اس کی ضرورت محسوس کی لہٰذا بھائی حضرت شیخ نثار احمد صاحب زیدکرمہ، سے کہہ کر تم کو متعلق کردیا کہ وہ تربیت وتعلیمات سے آگاہ کریں۔ اور فیض صحبت سے مستفیض فرمادیں۔ ہرچند مرید صادق الاعتقاد کو پیر واصل سے فیوض اور نسبتیں اور تعلیمات حاصل ہوتی رہتی ہیں تاہم مبتدی اور متوسط کو ظاہری رہبر کی حاجت ہے کہ پیر واصل کے ایمادات کا صحیح مفہوم بتائے اور باقی تعلیمات کا اجراء کردے۔ صوفیائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تعلیم سلوک کے لئے کسی صاحب سلوک بزرگ کی صحبت میں رہنا ضروری ہے۔ اس میں پس وپیش کرنا غیر مناسب ہے اس کے لئے اوّل پیر کی صحبت ہے۔ پیر اگر واصل باللہ ہوگئے تو پیر بھائی کی صحبت میں رہے یہ بھی نہ ہوں تو چچا پیر کی صحبت اٹھائے یہ بھی میسر نہ ہو تو سلسلہ کی شاخ کے کسی بزرگ کی خدمت میں رہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو کسی کامل کی خدمت میں حاضر رہے۔ پیر کی اجازت سے پیر کی حیات ظاہری میں بھی دوسرے بزرگ سے استفادہ حاصل کرسکتا ہے۔ کسی کا پیر صرف علم ظاہری سے واقف ہے اور علم طریقت اور تصوّف سے نہیں۔ اور مسترشد کو راہ سلوک کی طالب ہے تو وہ دوسرے بزرگ جو واقف راہ طریقت ہیں اور طریقت کی منزلوں سے آگاہ ہیں ان کو مرشد بنا سکتا ہے لیکن اس کے لیئے بھی پیر سے اجازت حاصل کرلینا چاہیئے۔ پیر سے تربیت وتعلیم کی بابت تقاضا کرنا، عجلت کرنا درست نہیں ہے۔ پیر کے فرائض منصبی میں ہے کہ مرید کی صلاحیت و استعداد کے پیش نظر اس کی تربیت اور تعلیم میں مشغول ہو اور اس کی باطنی ترقی کی تدابیر اختیار کرے۔ مرید کی تربیت سے غافل رہنا مقام شیخ (پیر) کیلئے بالکل نازیبا ہے۔

مسترشد کے آداب میں ہے کہ مرشد کا کوئی قول و فعل کسی فقہی امام کے فقہ کے خلاف ہو۔ یا بظاہر خلاف نظر آئے تو مرشد پر اعتراض نہ کرے اور نہ اس سے بدعقیدہ ہو۔ بلکہ خاموش رہ کر غور و فکر کو کام میں لائے اور حسن ظن رکھ کر اپنی تعلیمات میں مصروف رہے۔ اور اس فعل کا کوئی درست معنی نکال کر وسوسہ خاطر کو دفع کرے۔ ولی محفوظ ہوتا ہے یعنی رب تعالیٰ اس کے اعمال و اقوال کی پوری نگرانی کرتا ہے۔ اور اس کو گناہوں سے بچاتا ہے کوئی ولی معصوم نہیں ہوتا ہے۔ معصوم ہونا نبی کا خاصہ ہے۔

مسترشد کو چاہیئے کہ مرشد کے سامنے چلا کر جھنجھلا کر بات نہ کرے اور نہ کرخت آواز سے بولے جس سے مرشد کی طبیعت میں گرانی پیدا ہو بلکہ نرم آواز اور خادمانہ انداز سے بات چیت کرے پورا ادب و احترام سامنے اور پیچھے ملحوظ رکھے۔ ادب سے نام لے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب سمجھے اور اپنا رہبر۔ ہمہ دم اطاعت میں کمربستہ رہے ہم لوگوں نے پیر مرشد کی خدمت گزاری میں بڑی جانفشانی کی ہے۔ مرشد کی اطاعت میں جانفشانی اٹھانا اور تکلیف برداشت کرنا مجاہدہ نفس ہے۔ مرشد کی اطاعت میں مشقت اٹھانا اور تکلیف برداشت کرنا کچھ آج ہی سے نہیں بلکہ سلف سے یہ دستور چلا آرہا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا ہر فرد مرشد اعظم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اطاعت گزار رہا اور اپنی ہر امکانی قوت فرماں برداری میں صرف کر دی۔

مسائل اختلافیہ فقہیہ میں مرشد اور مسترشد کی ایک تحقیق نہیں ہے بلکہ جداگانہ مرشد اپنی تحقیق پر عمل کر رہا ہے اور مسترشد ذی علم اپنی تحقیق پر۔ مسترشد مرشد کے عمل پر نہ نکتہ چینی کرتا ہے اور نہ غلط بتلاتا ہے اور نہ اس کے اس عمل کو شرع کے خلاف بتلاتا ہے اور نہ آداب میں کسر کرتا ہے تو یہ بھی اطاعت گزاری ہے۔ اگر تقلید شخصی میں مرید کسی امام کا مقلد ہو اور پیر کسی دوسرے امام کا پیرو۔ اور دونوں امام ائمہ اہل سنت و جماعت سے ہیں تو یہ بھی اطاعت مرشد میں داخل ہے۔ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہٗ کے پیرو تھے اور ہم امام اعظم حضرت ابو حنیفہؓ کے۔ یعنی ہم حنفی اور حضرت غوث الاعظم حنبلی۔ اس

اختلاف مسلک و مذہب رکھنے کے سبب ہم غوث الاعظم کی اطاعت گزاری سے خارج نہیں ہوئے اور نہ ہمارے عقیدہ میں کسی طرح کا بل آیا۔ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء ذوق سماع زیادہ رکھتے تھے اور کثرت سے سماع سُنا کرتے تھے۔ اور حضرت کے خلیفہ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہٗ کو ذوق سماع نہیں تھا اس لیئے نہ حضرت کی محفل سماع میں حاضر ہوئے اور نہ پیر کے اس طریقہ کو بُرا جانا اور نہ کسی پیر بھائی کو محفل سماع میں شریک ہونے سے روکا نہ سماع کے استماع کے سبب پیر سے بد عقیدہ ہوئے بلکہ حُسن عقیدہ اور محبت و ربط بڑھتے گئے کہ جن کی بدولت حضرت خواجہ نصیر چراغ دہلوی قدس سرہٗ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے جانشین ہوئے فقط ۔ جعفر علی فریدی غفرلہ،

مکتوب ۲۴

بِسْمِ اللّٰہ ۔ بِحَمْدِ اللّٰہ ۔

سرور قلبی عزیزی مولوی محمد ابراہیم فریدی. عافاکم اللہ تعالیٰ قادری بیعتاً نقشبندی تربیتاً بخیر ہوگئے اور بچے و دلہن بعافیت ہوں گے۔ خط کاشف احوال ہوا۔ باطنی حالت ماشاء اللہ اچھی اور قابل شکریہ ہے۔ رب تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو حال سے مقام میں لے آئے اور بزرگان طریقت کی توجہات باطنی کارفرمائی کرتی رہے۔

چونکہ آنعزیز سلکم تعالیٰ کی بیعت بزمانہ طالب علمی عمل میں آئی لہذا سلوک کی تربیت کی جانب خاص توجہ مبذول نہیں کی گئی صرف ابتدائی تربیت کی رہنمائی آنعزیز کے پیر طریقت اور خاکسار کے مرشد زادہ قدوہ المشائخ حضرت مولوی شاہ محمد مصلح الدین آروی قدس سرہٗ نے کی تھی۔ درس نظامی سے فراغ کے

بعد آنعزیز نے اس راہ کی طلب کی خواہش کی تو احقر غفر لہ نے غور و خوض اور مراقبہ کے بعد برادر طریقت حضرت شیخ نثار احمد صاحب قادری ساکن ہرلوا ضلع مونگیر سے آنعزیز کی تربیت کا تعلق کر دیا۔ جو حسب استعداد اور موقع محل آنعزیز کی تربیت فرماتے ہیں۔ آنعزیز کا فرض ہے کہ جو ذکر بتایا گیا ہے اس پر مداومت کریں۔ مداومت کرنا سلوک میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حدیث شریف ہے۔ جس کو امام بخاری نے اپنے صحیح میں بیان فرمایا ہے۔
اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا اِنْ قَلَّ۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ عمل صالح زیادہ پسندیدہ ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے اگرچہ اس کی مقدار کم ہو) اس سے باطنی صلاحیت بھی رفتہ رفتہ پیدا ہوتی ہے۔ ذکر کا اثر اور نفس کی اصلاح بھی آہستہ آہستہ ہوتے ہیں اس کی بابت عجلت چاہنا گھبرانا اور اکتانا نازیبا اور ضرر رساں ہے۔ ہم لوگوں کی تربیت میں کافی عرصہ لگا ہے۔ ہم لوگوں کی تعلیم میں سبک روی کی گئی ہے۔ عمرے باید کہ یار آید بکنار۔
سلوک میں مرید کی حالت مردہ جیسی ہونی چاہیئے اور پیر مرشد کی غسال کی ایسی غسال کے ذمہ غسل دینا۔ طہارت و صفائی کرنا ہے پھر اس کے بعد جامہ پوشانی کر کے مزین کرنا۔ طریقت کا راستہ آہستگی اور سبک روی کا ہے قلب میں صفائی رفتہ رفتہ آتی ہے۔ شیخ سعدیؒ شیرازی خلیفہ سہروردی کا مشہور شعر ہے۔

تامل در آئینہ دل کنی　　صفائی بتدریج حاصل کنی۔ بوستاں

راہ طریقت میں تیزی اور جلد بازی نہیں ہے۔ اور نہ کسی ورد و وظیفہ کی تعلیم کی بابت تقاضا کرنا۔ البتہ کیفیات اور حالات جو ذاکر میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ان سے آگاہ کرنا مرشد کو ضروری ہے۔ یہ خاک پائے بزرگان اپنے پیر مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں پر پڑا رہا اور حضر و سفر میں غاشیہ برداری اور خدمت گزاری کے فرائض

ؒ آپ کا نام مصلح الدین تخلص سعدی ہے بعض تذکرہ نویس شرف الدین نام لقب مصلح الدین لکھا ہے شیراز مولد و مدفن ہے ۔ ۵۸۹ھ سال ولادت ۶۹۱ھ سال وفات ہے۔ مدفن سعدیہ سے مشہور ہے۔ والد کا نام عبداللہ۔ فاضل صوفی باصفا۔ سخنور تھے تمام علوم میں دستگاہ تھا شہرت لفوق و سخنوری میں تھی۔ مدرسہ نظامیہ بغداد شریف کے فارغ ۔

انجام دینے میں مشغول رہا۔ کبھی کسی ورد وظیفہ کی تعلیم کی بابت نہ تقاضا کیا اور نہ عرض کیا۔ خدمت میں حاضر رہنا اور احکام بجالانا ہی اپنی بندگی کے فرائض سمجھا۔

قال را بگذار مرد حال شو   پیش مردے کاملے پامال شو

میں ہمہ دم لگا رہا۔ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ نے موقع و محل صلاحیت استعداد۔ تحمل ضبط حالت و کیفیت کے ملاحظہ کے ساتھ تعلیم و تلقین فرمائی اور توجہ خاص مبذول کی۔ ایک بار برادر طریقت حضرت شیخ نثار احمد صاحب قبلہ نے ایک امر کی بابت بار بار عرض کیا تو فرمایا نثار جانتے ہو۔ سونا کتنی قیمتی اور قابل قدر چیز ہے لیکن اس کے پانچ من کا ٹکڑا تمہارے سر پر رکھ دیا جائے تو تمہارا کیا حال ہوگا اور سونا کدھر جا پڑے گا۔

حضرت پیر و مرشد سلطان المشائخ حافظ فرید الدین قادری آروی قدس سرہٗ نے راہ سلوک میں جن لطائف کی نشاندہی کی ہے اون کی تفصیل لکھ رہا ہوں۔

لطائفِ ستہ کے نام

۱ لطیفہ قلبی، ۲ لطیفہ روحی، ۳ لطیفہ نفسی، ۴ لطیفہ سری
۵ لطیفہ خفی، ۶ لطیفہ اخفی،

لطائفِ ستہ کی جگہ

۱۔ لطیفہ قلبی   بائیں چھاتی سے دو انگلی نیچے دل۔ جس کو قلب صنوبری کہتے ہیں۔

(باقی صفحہ گزشتہ) علامہ شمس الدین ابن جوزی محدثؒ سے حدیث پڑھی اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ سے تربیت سلوک حاصل کی۔ گلستان بوستان۔ کریما مشہور تصنیف ہیں۔ حضرت امیر خسرو دہلویؒ نے استاد مانا۔ امیر حسن دہلوی نے تعریف کی۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ نے کہا۔ در شعر سہ کس پیمبرانند۔ ہر چند کہ لا نبی بعدی۔ ابیات و قصیدہ۔ غزل را۔ فردوسی و انوری و سعدی۔ محمد ابراہیم فریدی۔ بدایوں محلہ کنگران۔ ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر پائی شب جمعہ ۵۔ شوال کو واصل بحق ہوئے۔

ع ابن جوزی محدث کا نام عبدالرحمان اور والد کا علی، دادا کا جوزی۔ بڑے ناقد حدیث اور واعظ تھے لیکن صوفیائے کرام سے خوش عقیدہ نہ تھے۔ ۵۱۰ھ میں پیدائش اور ۵۹۷ھ میں وفات۔ حنبلی مذہب تھا۔

۲۔ لطیفہ روحی۔ دائیں چھاتی کی دو انگلی نیچے۔

۳۔ لطیفہ نفسی ٹنڈی کے بائیں جانب دل کے نیچے سمت پر

۴۔ لطیفہ سری۔ وسط سینہ میں۔

۵۔ لطیفہ خفی۔ اس کی جگہ بیچ پیشانی (محل سجدہ) ہے

۶۔ لطیفہ اخفیٰ۔ اس کی جگہ اُم الدماغ ہے یعنی تالو۔

لطیفہ اخفیٰ کو حضرات قادریہ اور چشتیہ دل مدّور اور دل بیرنگ بھی کہتے ہیں مشائخ اس لطیفہ کو جملہ لطائف سے لطیف تر کہتے ہیں۔

لطائف ستہ کے انوار

۱۔ لطیفہ قلب کا نور زرد۔ (۲) لطیفہ روحی کا سرخ۔ (بعض پیر بھائی پر لطیفہ قلبی کا سرخ اور روحی کا زرد ظہور میں آیا)۔

(۳)۔ لطیفہ نفسی کا نیلگوں (۴) لطیفہ سری کا سفید۔ (۵) لطیفہ خفی کا اُودا۔

(۶) لطیفہ اخفیٰ کا سبز۔

بعض مشائخ لطیفہ نفس کو دل نیلوفری کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ دل تین ہیں

(۱) دل صنوبری، (۲) دل نیلوفری، (۳) دل مدّور

مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لطائف ستہ کا ہر لطیفہ ایک نبی اولوالعزم کے زیر قدم ہے ان حضرات کی مراد زیر قدم سے ولایت وفیضان ہے۔ یعنی اس لطیفہ پر اس صاحب قدم نبی کا فیض حاصل ہوگا اور وہ سالک اس نبی کی ولایت کی ماتحت ہوگا۔ اس لئے کہ نبی میں دو صفتیں لازمی ہوتی ہیں۔ ایک صفت ولایت کی۔ دوم صفت نبوت کی۔ نبی سے ولی گری کا فیض جاری رہتا ہے۔ جس سے امت کا ہر فرد ولی بن سکتا ہے اور صاحب قدم نبی کے عکس وظلال

نوٹ ہمارے سلسلے میں انوار کے رنگوں کی زیادہ اہمیت نہیں بلکہ ذکر کی اہمیت ہے۔ دوسرے سلسلوں میں لطائف کے رنگ کچھ جداگانہ ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی اختلاف نہیں جس پر جو رنگ ظاہر ہوا صحیح ہے۔

یہی رنگ "قول الجمیل" میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ذکر فرمایا ہے۔

اس پر پڑتے ہیں ۔ اور وہ ترقی کر جاتا ہے۔ لیکن کسی نبی میں نبی گری کی صفت نہیں کہ وہ دوسرے کو نبی بنا سکے اگرچہ مقام نبوت سے سالک مستفیض ہو رہا ہو۔ اور علوم نبوت سے مستفاد ۔ اور مقام قرب نبی میں نزدیک تر ہو کہ اس سے فیض نبوت جاری ہو۔

لطائف زیر قدم اور صاحب قدم انبیاء علیہم السلام کی تفصیل ۔

۱۔ لطیفہ قلب ۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ۔
۲۔ لطیفہ روح ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زیر قدم ۔
۳۔ لطیفہ نفس ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ۔
۴۔ لطیفہ سری ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ۔
۵۔ لطیفہ خفی ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ۔
۶۔ لطیفہ اخفیٰ ۔ حضرت سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

ہر لطیفہ میں شیئون الٰہی الگ الگ ظاہر ہوتے ہیں جو رہ روندہ سلوک پر ہویدا ہوتے رہتے ہیں۔ لذت مے نشناسی بخدا تا نہ چشی۔ فقط۔

جعفر علی فریدی غفر لہٗ از سمستی پور ضلع دربھنگہ (بہار)

مکتوب ۲۵

فرزند ارجمند خوش باشید

بعد دعائے صحت احقر غفر لہٗ ہا قتضائے بشریت بہ سبب گردش روزگار ضرور مضمحل اور پریشان ہے۔ لیکن پیر مرشد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہات باطنی سے ملکوتی قوت میں ازدیاد اور قلب میں طمانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس عالم حیات میں عجیب کشاکش رہتی ہے۔ کبھی تقاضائے بشری کا غلبہ ہوتا ہے تو ہم پست ہمت اور ضعیف الارادہ ہو جاتے ہیں جن سے اندیشہ ہو جاتا ہے کہ کہیں

قدم جادۂ استقامت سے ہٹ نہ جائے اور جب ملکوتی قوت کام کرنے لگتی ہے تو ہمت میں علو پیدا ہوجاتا ہے اور یقین میں ترقی ہونے لگتی ہے۔ جس سے موانعات کی پرخار وادیاں پسپا ہو جاتی ہیں۔ ہمارا بھروسہ اور اعتماد صرف رب تعالیٰ کے فضل وکرم پر ہے۔ اسی بھروسہ کا نام توکل ہے۔ توکل کرنا صوفیائے کرام کا شیوہ ہے۔ توکل کرنے سے ہی سارے معاملات انجام پاتے ہیں۔ توکل کرنے کا حکم قرآن حکیم میں ہے۔ توکل کرکے اپنے مقاصد حاصل کرنا بزرگان طریقت کا طریقہ رہا ہے۔ بزرگوں نے بتایا ہے کہ کام کے انجام پانے کے سارے سامان فراہم ہوجائیں اور ان تمام اسباب کا تقاضا بھی ہو۔ پھر بھی ان اسباب پر بھروسہ مت کرو بلکہ رب تعالیٰ کے لطف وکرم پر۔ ہمہ دم رب تعالیٰ کے کرم پر نظر رکھو۔ یقین کرو کہ کام کا انجام پانا رب تعالیٰ کو منظور ہے تو وہ کام ضرور انجام پائے گا۔ اگر اس کو انجام پانا منظور نہیں ہے تو سارے سامان اور اسباب یوں ہی پڑے رہیں گے اور کام سرانجام تک نہیں پہنچے گا۔

مسافر راہ سلوک کا رہبر توکل اور اہل اللہ کی توجہ بدرقہ اسباب مساعی ہیں۔ جب قلب میں صفائی آتی ہے تو ملکوتی قوت بڑھتی ہے اور جب ملکوتی قوت بڑھی تو بشری ظلمت کم ہوئی۔ بشری ظلمت کیا ہے نفس امارہ کی پیروی ہے اور بس۔ نفس امارہ کی ظلمتوں سے پاک وصاف رہنا صوفی کی شان ہے۔ صوفیائے کرام پر ملکوتی صفات غالب ہوتی ہیں۔ اور غلبہ اس درجہ ہوتا ہے کہ صفات ملکوتی سے فیضان جاری ہوتا ہے جس سے اصلاح خلق عمل میں آتی ہے اور ہم صحبت سے صفات رذیلہ دور ہوجاتی ہیں۔ انھیں مذمومہ صفات سے دوری کا نام تخلیہ ہے تخلیہ کے بعد تجلیہ آتا ہے۔ تجلیہ کیا ہے صفات ملکوتی کا حاصل کرنا ہے۔ صفات ملکوتی سے اتصاف کے بعد بشر مقام عبدیت پر پہنچتا ہے۔ مقام عبدیت پر پہنچنے کا راستہ راہ سلوک ہے۔ راہ سلوک پر چلنے کے طریقہ سلاسل صوفیائے کرام کی تعلیمات وتربیت بتائے گئے ہیں۔ سلاسل صوفیائے کرام میں چار پیر مانے گئے ہیں جن کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) حضرت امام حسن علیہ السلام۔(۲) حضرت امام حسین علیہ السلام
(۳) حضرت خواجہ حسن بصری رح (۴) حضرت خواجہ کمیل رح بن زیاد۔ ان سب
کے پیر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں، حضرت امام حسن اور امام حسین علیہ
السلام کو صحابہ اور نبیرہ ہونے کے شرف کے ساتھ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ہو بہو تصویر ہونے کی فضیلت حاصل ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت
امام حسن علیہ السلام سر سے ناف تک اور حضرت امام حسین علیہ السلام ناف سے
پاؤں تک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیہ تھے۔ منقول ہے کہ حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جناب کلیب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے زیارت رسول ص سے
شرفیاب ہونے کا خواب بیان کیا اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حلیہ پوچھا
حضرت کلیب نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وشکل حضرت حسن بن علی ع کی
ایسی ہے۔ حضرت ابن عباس رض نے کہا کہ آپ نے بلا شبہ سید عالم ص کی اصلی صورت
میں زیارت کی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل سب پر عیاں ہیں۔ حضرت خواجہ
حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور تابعی۔ فقیہ۔ محدث۔ صوفی ہیں۔ خواجہ کمیل بن
زیاد عابد، زاہد۔ تابعی۔ صوفی ہوئے ہیں۔

سلسلہ آبادانیہ میں شجرہ قادریہ تین طرق سے منقول ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے۔
حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت علی۔ حضرت امام حسین، حضرت امام
زین العابدین۔ حضرت امام باقر۔ حضرت امام جعفر صادق، حضرت امام موسیٰ کاظم
حضرت امام علی رضا، حضرت معروف کرخی، رحمہم اللہ تعالیٰ سے حضرت غوث اعظم
تک۔ اس شجرہ کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے اوّل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پھر
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ
سَیِّدِنَا شَفِیْعِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ لکھ کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم
شریف سے شروع کرے اور اپنے پیر کے نام پر ختم کرے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت علی
حضرت امام حسن، حضرت حسن مثنیٰ، حضرت سید ابوالحسن، حضرت سید عبداللہ
محض، حضرت سید موسیٰ جون، حضرت سید عبداللہ مورث۔ حضرت سید موسیٰ ثانی
حضرت سید داؤد، حضرت سید محمد مورث، حضرت سید یحییٰ زاہد، حضرت سید عبداللہ
حضرت سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست، حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ
اللہ علیہم اجمعین۔

اس شجرہ کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے اوّل بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ پھر درود
شریف مذکورہ۔ پھر کلمہ طیبہ لکھے پھر اپنے پیر کے نام شروع کرے اور سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ختم کرے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت علی،
حضرت خواجہ حسن بصری۔ حضرت حبیب عجمی، حضرت داؤد طائی، حضرت
معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین،

اس کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ
وَسَلِّمْ وَصَلِّ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھے پھر سید عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے نام سے شروع کرے اور اپنے پیر کے نام پر ختم کرے۔

شجرہ نویسی کے تینوں طریقے حضرت نواب مولانا سید امجد علی خان رضوی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ لکھنوی کی تالیف نور القلوب[1] (فارسی قلمی) سے ماخوذ ہے، نور القلوب کا
دوسرا نام ملحوظا میاں آبادانی/ ۱۲۰۲۶ ہجری ہے۔ جس سے سال تالیف نکلتا ہے۔
یعنی ۱۲۲۶ھ۔ آپ سادات نیشاپور سے ہیں۔ نور القلوب کے خاتمہ میں شجرہ نسب
اور خاندانی خطاب و اعزاز کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عاشق الٰہی صوفی آبادانی قدس سرہٗ

---

[1] نور القلوب کا قلمی نسخہ راقم حاشیہ کے پاس بھی ہے۔

کے خلیفہ تھے ہیں۔ لکھنؤ محلہ مقبول گنج احاطہ شکو میاں میں مزار ہے۔ غلبہ شوق میں بوقت وفات یہ شعر زبان پر جاری تھا۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم جسم بگذارم سراسر جاں شوم۔[1]

شعر مولانا رومی کا ہے۔ ۲۲۔ رجب ۱۲۴۲ھ سال وفات ہے۔ آئینہ مبارک میں بھی آپ کا ذکر ہے۔ بڑے صاحب کمال اور صاحب علم بزرگ ہوئے ہیں فقط۔

مکتوب ۲۶

بنام خدا آمرزگار

عزیزم وعلیکم السلام ورحمتہ،

بفضلہ تعالیٰ زندہ ہوں اور کھانسی کا مریض۔ خط آئے ہوئے ہفتہ سے زیادہ عرصہ گذرا لیکن جواب نویسی کی نوبت نہیں آئی۔ آج جواب نگاری کی توفیق بکرمہ تعالیٰ نصیب ہوئی

حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ قدس سرہٗ کی زیادہ توجہ اذکار خفی کی تعلیم و تلقین کی جانب تھی اور اس ذکر کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ ہمارے بعض پیر بھائی کو شروع میں ذکر جلی کی تعلیم ضرور دی گئی تھی۔ لیکن چند مہینہ کرا کے ذکر خفی کی طرف راغب کر دیا۔ "ذکر جلی" میں صرف نفی اثبات (کلمہ لاالہ الااللہ) چہار ضربی کی تلقین کی جاتی ہے اس کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے لطیفہ قلب سے باآواز بلند لا اٹھائے اور لطیفہ سری پر الا کا ضرب لگاتا ہوا لا اٹھائے "ہ"

[1] اب وہ وقت آیا کہ میں ظاہری جسم کے خالیے سے الگ ہو جاؤں۔ اور خاکی جسم کو چھوڑ دوں اور سراپا پاکیزہ روح بن جاؤں

کا ضرب لطیفہ روحی پر لگا کہ "الّا" کا ضرب لطیفہ قلبی پر لگا کہ دوبارہ للّٰہ کا ضرب قلب پر لگائے "الّا" کہنے پر آواز تیز ہو جائے۔ اس طریقہ سے کرنے پر چار ضرب تین لطیفے پر لگے پہلا ضرب لطیفہ سری پر۔ دوسرا لطیفہ روحی پر۔ تیسرا اور چوتھا لطیفہ قلبی پر اس ذکر کی تعداد طاق عدد پر پہنچے تو کلمہ کا دوسرا جز "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کہے۔ ابتدا میں تیسرے بار پورا کلمہ کہدے۔ پھر بڑھاتا جائے۔ طاق پھٹ کو کہتے ہیں یعنی جوڑا نہ ہو۔ جیسے ۳ - ۵ - ۷ - ۹ - ۱۱ - وغیرہ پھر کچھ دنوں کے بعد اسی طرح لطیفہ روحی پر کرے لطیفہ روحی پر دو ضرب لگیں گے جس طرح لطیفہ قلب پر دو ضرب لگے تھے۔

ذکر خفی میں اس روسیاہ خادم درویشاں کو پہلی تعلیم "پاس انفاس" کی ہوئی تھی پھر حبس دم کے ساتھ نفی اثبات "چار ضربی" کی۔ کئی سال بعد "سہ ضربی" کی۔ پھر درود شریف چار ضرب اور حبس دم کے ساتھ۔ پھر زبانی "درود شریف" کی کثرت کی۔ ان اذکار کو کئی سال کرنے پر اور بعد ملاحظہ کیفیات و حالات "اسم ذات" کے ذکر کی تلقین ہوئی۔ پہلے لطیفہ قلب پر۔ پھر لطیفہ روحی پر۔ پھر لطیفہ نفسی پر۔ پھر لطیفہ سری پر۔ پھر لطیفہ خفی پر۔ پھر لطیفہ اخفیٰ پر۔ جب ہر لطیفہ میں اسم ذات اثر کر گیا۔ اور اس میں ذکر ہونا محسوس ہونے لگا تو "ششش لطائف" کو ملا کر ذکر کرتے کا حکم ہوا اس طرح کہ بیک وقت "شش لطائف" میں ذکر ہونا محسوس ہو۔ شش لطائف پر توجہ کر کے ذکر کرنا ذکر اجماعی ہے۔

ان لطائف کے ذاکر ہو جانے پر قلب پر اسم ذات اللّٰہ کا تصور کرنے کا حکم ہوا۔ پھر لطیفہ روحی پر۔ اسی طرح بتدریج باقی لطیفوں پر۔ پھر ہر لطیفہ کے نور کے تصوّر پر توجہ دلائی گئی۔ جب ہر لطیفہ کا نور ہویدا ہو گیا۔ اور ہر لطیفہ کے ذکر ہونے سے جب اس میں تیزی اور جوش پیدا ہو گئے تو اس کا اثر دوسرے عضو پر پڑنے لگا اس میں بھی ذکر جاری ہونے لگا یہاں تک محسوس ہونے لگا کہ جسم کا ہر عضو اور ہر حصہ ذکر میں مشغول ہے۔ جب ذکر تمام اعضا میں اثر انداز ہوا اور ذکر ہر عضو سے ہونے لگا تو "ذکر قالبیہ" کا ایماء کیا گیا جس میں توجہ ہر عضو و بن و مو پر کی جاتی ہے

کہ ہر موُ سے اسم ذات کا ذکر جاری ہو جائے اس ذکر میں ذاکر پر عجیب عجیب کیفیتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اس میں بڑے تحمل و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے پیر کی عنایت خاص اور التفات خاص کی ہمہ دم حاجت ہوتی ہے اس میں جذبی کیفیت بھی نمودار ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ مجذوب ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر میرے پیر بھائیوں پر جذبی کیفیت پیدا ہو گئی اور جذب غالب رہا۔ خاکسار پر بھی جذب کی کیفیت آئی اور رہی اور گئی۔ اب بھی کبھی کبھی جذب کا غلبہ ہو جاتا ہے لیکن فضل خداوندی اور عنایت مرشدی سے کبھی کوئی عمل خلاف شرع سر زد نہیں ہوا اور نہ کسی وقت کی نماز گئی۔ ہمیشہ شریعت پر استقامت رہی۔ فی الحقیقت اس مقام پر بڑے ظرف و استعداد اور برداشت کی حاجت ہے۔ اس میں کبھی بے چینی، کبھی حیرانی، کبھی محویت، کبھی خاموشی، کبھی تکلم، کبھی تبسّم، کبھی گریہ، کبھی جلال، کبھی وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ ان کیفیات میں زبان سے جو کلمہ نکلتا ہے وہ بہت اثر انداز ہوتا ہوتا ہے۔ بعض وقت طبیعت میں جھنجھلاہٹ ہو جاتی ہے اور تیزی آجاتی ہے اس وقت دعا کے کلمات کم زبان سے نکلتے ہیں اور بد دعا کے زیادہ۔ ایسی حالت میں صاحب جذب کی خدمت صرف خاموشی سے کرنا چاہیئے نہ ان سے زیادہ بولنا چاہیئے اور نہ کسی چیز کی طلب کرنا چاہیئے کیونکہ یہ کیفیات بہت سخت اور دشوار ہوتے ہیں۔ جن سے صاحب جذب اتنا متاثر ہو جاتا ہے کہ وہ تحمل و ضبط سے دور ہو جاتا ہے اور زبان سیف بن جاتی ہے اس حالت میں کلام کرنا ناگوار اور کلام سننا ناپسند، کسی سے خطاب کرنا ملال خاطر ہو جاتا ہے۔ عجیب کیفیت رہتی ہے اور عجیب حالت ہوتی رہتی ہے جن میں وہ خود حیران و ششدر بنا رہتا ہے۔ لذت مے نشناسی بخدا تا نہ چشی۔ ان لطائف ستہ میں ذکر جاری ہونا اور تصور اسم ذات کا ان تمام لطیفوں پر کرنا پھر ان کے انوار کو ملاحظہ میں لانا اصطلاح طریقت میں "سیر لطائف" کہتے ہیں۔ "سلطان الاذکار" کا آغاز لطائف میں ذکر کے جاری سے ہو جاتا ہے۔

تمھاری والدہ سبھوں کو دعا کہہ رہی ہیں۔ عزیزہ مومنہ اور سید احمد بعافیت ہیں اور

تمھاری خالہ بھی اچھی ہیں۔ والدّعا۔ جعفر علی فریدی ۳؍رجب ۱۳۶۷ھ یوم پنجشنبہ ۱۳؍مئی ۱۹۴۸ء

مکتوب - ۲۷

آغاز بنام خدا مہربان ۔

فرزندم مدعمرکم وعلیکم السّلام ورحمۃ وبرکاتہ

بخیر وعافیت ہوگے اور متعلقین بھی اچھے ہوں گے۔ ہر حال میں رب تعالیٰ کا شکر اور حمد کرو ۔ ہمہ دم رضائے الٰہی کے طالب رہو۔ آفات و پریشانی سے ہمت نہ ہارو۔ اور نہ تنگدل ہوؤ ۔ "مشکلے نیست کہ آساں نشود" رب تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھو اور بس۔ تکلیف اور مصیبت پر صبر کرنا اور وحشت زدہ نہونا اور نہ پریشان خاطر ہونا طریقت کی تربیت ہے ۔ اور شریعت کی تعلیم ۔

سیر لطائف ستہ کے بعد جو تعلیم دی جاتی ہے وہ یادداشت ہے۔ یادداشت دو ہیں ۔ ۱۔ یادداشت اسمی ، ۲۔ یادداشت مسمّٰی

"یادداشت" اسمی یہ ہے کہ سیر لطائف کے بعد مرشد طالب کو پھر لطیفہ قلب پر متوجہ کرے اور کہے کہ لطیفہ قلب نوری ہے جو اللہ اللہ کر رہا ہے اور اس نور میں اسم اللّٰہ کے لا کے مد کو کھینچے جس سے صوت (آواز) مسموع ہو۔ یہ صوت رفتہ رفتہ بڑھے گی اور اتنی بلند ہوگی کہ معلوم ہوگا کہ کوئی نہائی پر ہتھوڑا مار رہا ہے جس سے آواز تیز پیدا ہو رہی ہے اور اس آواز کی تیزی کا اثر تمام جسم میں سرایت کرے گا اور تمام جسم کے اعضاء اس صوت شدید میں شریک ہو جائیں گے یہاں تک اس آواز کی شدّت کی سماعت بلا جہت ہونے لگے گی یہ صوت سرمدی ہوگی۔ اس کو صوفیاء "انحد" کا باجا بھی کہتے ہیں۔ یہ صوت سرمدی ایسی بے جہت

محسوس ہوگی جیسا کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے وادی طویٰ میں بلا جہت کے آواز سنی تھی۔ یہ آواز بھی صوت سرمدی سے تھی۔

جو صوت سرمدی گھنٹا پر مونگرا مارنے کی آواز کی مانند ہو جاتی ہے وہ صوت سلسلۃ الجرس کی آواز کے بالکل مشابہ ہے جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بارہا وحی آئی۔ اس مقام پر سالک کو الہام ہوتا ہے اور فنائے ناسوتی بھی حاصل ہوتی ہے اس مقام پر طالب کا لطیفہ قلب نوری مرشد کے لطیفہ قلب نوری کے ساتھ عالم ملکوت میں سیر کرتا ہے اس وقت طالب سمجھے کہ فنا فی الشیخ کی منزل حاصل ہوئی۔ فنا فی الشیخ کا مقام لطیفہ قلب کے فنا ہو جانے پر حاصل ہوتا ہے۔

اس یادداشت اسمی میں کبھی لطائف اس درجہ جوش زن ہوں گے کہ معلوم ہوگا کہ تمام لطائف پھٹے جا رہے ہیں۔ جس سے سالک میں کیفیت عجیبہ پیدا ہوتی رہے گی جو اس کے استعداد و صلاحیت سے وابستہ ہوں گی۔ یہ سب صلاحیتیں رفتہ رفتہ ظہور میں آتی رہیں گی چونکہ یادداشت اسمی سے تمام لطائف میں خاص قوت پیدا ہو جاتی ہے فقط

مکتوب ۲۸

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ [۱]

فرزندم نیک اطوار اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْنَا وَاِلَیْکُمْ [۲]

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔

یادداشت اسمی کا آغاز لطیفہ قلب سے ہوتا ہے یعنی پہلے لطیفہ قلب میں صوت سرمدی محسوس ہوگی جو جہت کو لئے ہوگی۔ پھر لطیفہ روحی سے پھر لطیفہ سری سے

---

[۱] اللہ کی پاکی اور اللہ کی حمد اور اللہ کی بڑی بڑائی ہے

[۲] اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے ساتھ حسن سلوک کریں۔

پھر لطیفہ نفسی سے، پھر لطیفہ خفی سے۔ پھر لطیفہ اخفیٰ سے۔ جب ان تمام لطائف سے صوت سرمدی جاری ہو جائے گی تو بیک وقت ان تمام لطائف سے صوت مسموع ہو گی۔ پھر اس صوت میں ترقی ہوتی رہے گی یہاں تک کہ یہ صوت جہت خاص سے وابستہ نہ رہے گی بلکہ بلا جہت خاص سے سنی جائے گی یعنی ہر جہت سے مسموع ہو گی۔ اس وقت سالک میں کیا کیا کیفیتیں رونما ہوتی رہیں گی۔ نہ تحریر میں آسکتی ہیں اور نہ بیان میں۔ تمام صلاحیتیں جو رب تعالیٰ نے ودیعت کی ہیں۔ روبکار آئیں گی۔ ہر کیفیت کے رونما ہوتے پر صبر و تحمل و استقلال کی ضرورت ہو گی۔ اور عنایت ربی اور التفات مرشد کی۔ ان دنوں تسخیر دماغ کی حدت تیز ہو جاتی ہے فقط والدعا۔ صلی اللہ علی النبی الامی وآلہٖ۔

مکتوب ۲۹

فواد قلبی۔ أحسن اللہ تعالیٰ مآلکم ؎

الحمد للہ علی کل حال۔ صوت سرمدی سننے کے بعد مرشد پھر طالب کو لطیفہ قلب کی طرف متوجہ کرے اور تلقین کرے کہ قلب کے لطیفہ نورانی کو دیکھو اور اس میں "لا موجود الا اللہ" کا تصور کرو اور اس تصور میں فنا ہو جاؤ کہ نہ اپنی خبر رہے اور نہ اس فقرہ کے الفاظ کی۔ بالکل محویت طاری ہو جائے اور اس میں پورا استغراق

؎ اللہ تعالیٰ آپ کا انجام اچھا کرے۔

پیدا ہو جائے۔ جب محویت ہونے لگی تو سمجھے کہ "وحدت وجود" کا آغاز ہوا۔ اسی لطیفہ نورانی میں اللہ کے وجود کا جلوہ دیکھنے کو صوفیائے کرام "شغل دید" یا "یادداشت مسمی" کہتے ہیں۔ پھر اس تصور میں کمال درجہ محو ہو کر فنا ہو جانا ہے۔ جب اپنی ذات کو اس لطیفہ نوری پر لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ ؎ کے تصور میں فنا کر دیا تو مقام عشق پر پہنچا۔ مقام عشق سے پھر مقام فنا پر۔ اس طرح ہر لطیفہ پر خدا کا جلوہ دیکھتے دیکھتے اپنے آپ کو بھول جائے اور اپنی وجود کا بھی خیال باقی نہ رکھے۔ فنا نصیب ہوتا رہے گا۔

جب لطیفہ قلب کے لطیفہ نوری پر فنا ہو گیا تو وہ فنا فی الشیخ کی منزل پر آ پہنچا اور فنا فی الشیخ سے فنا فی الرسول کی منزل پر اس وقت آئے گا۔ جب لطیفہ روحی کے نور میں فنائیت نصیب ہو گی۔ اسی طرح لطیفہ نفسی، لطیفہ سرّی لطیفہ خفی میں فنائیت حاصل کرتا ہوا۔ لطیفہ اخفیٰ میں فنا ہو جائے۔ اس دم سالک کو فنا کلی حاصل ہو گا" اور مقام "فنا فی اللہ" نصیب ہو گا۔

فنا لطیفہ میں حاصل ہوتے ہی مقام نگہداشت کا آغاز ہو گا یعنی حق کے جلوہ کا غلبہ۔ اور جب تمام لطائف میں فنائیت نصیب ہو گی جس کو فناء کلی کہتے ہیں اس وقت شہود حق کا غلبہ بہت زیادہ ہو گا۔ یہاں تک کہ مقام حضوری حاصل ہو گا اور مقام وحدت وجود یا وحدت شہود عیاں ہو گا۔ بقاء کا مقام کھلے گا۔

فقط۔ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

؎ اللہ ہی کا وجود وجود ہے

مکتوب-۳۰

۷۸۶

نور بصری - نور کم اللہ تعالیٰ

خانوادہ "مجددیہ" کے سلوک کی تربیت میں "مشائخ نقشبندیہ" کی اصطلاحات کا بھی پاس و لحاظ ہے لہٰذا اس خط میں "حضرات نقشبندیہ" کی اصطلاحات سے آگاہ کرتا ہوں تاکہ العزیز سلمکم اللہ تعالیٰ کو بصیرت ہو اور عنایت الٰہی سے قوی امید رکھتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا کہ یہ سب اشغال کے اجزاء ہوں گے چونکہ ان اصطلاحات کا لحاظ سلسلہ کی تربیت میں شامل ہے۔

کل اصطلاحات گیارہ ہیں۔ آٹھ اصطلاحیں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور تین حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ سے منقول ہیں۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے جو منقول ہیں وہ آٹھ یہ ہیں۔

۱۔ ہوش دردم، ۲۔ نظر برقدم، ۳۔ سفر در وطن، ۴۔ خلوت در انجمن
۵۔ یادکرد، ۶۔ بازگشت، ۷۔ نگہداشت، ۸۔ یادداشت

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے منقول اصطلاحیں یہ ہیں۔

۱۔ وقوف زمانی - ۲۔ وقوف قلبی، ۳۔ وقوف عددی - یہ کل گیارہ اصطلاحیں ہوئیں جن کی تشریح یہ ہے۔[1]

۱۔ ہوش دردم - ہوش کا معنی ہوشیار رہنا۔ دم کا معنی سانس ہے۔ یعنی سانس

---

[1] آٹھ کی اس مکتوب میں اور تین کی مکتوب نمبر ۳۱ میں۔

میں ہوشیار رہنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو سانس آ جا رہی ہے۔ اس میں خیال رکھنا کہ یہ سانس ذکر الٰہی میں شاغل ہے یا غافل۔

۲۔ نظر بر قدم۔ نظر کا معنی نگاہ رکھنا قدم کا معنی مشہور ہے یعنی چلنے پھرنے میں نظر کو قدم پر بیٹھنے میں سامنے رکھنا تا کہ یکسوئی حاصل ہو کیونکہ نظر اِدھر اُدھر رکھنے سے دھیان بٹتا ہے اور جمتا نہیں۔ جس کے اثر سے خیال پراگندہ ہوتا ہے اور جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی ہے۔ باطنی حالت میں جماؤ نہیں ہوتا جس سے سالک کی باطنی تنزلی ہو جاتی ہے۔

حضرت پیر و مرشد سلطان المشائخ آروی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سلوک کی ابتدائی تربیت میں اس کا لحاظ ضروری ہے۔ جب مرید میں باطنی ترقی ہوئی اور لطائف کی تعلیم دیدی گئی اور لطائف ذاکر ہو گئے تو سالک کو یہ نگاہ رکھنا چاہیئے کہ میرا حال کس نبی کے حال سے ملتا جلتا ہے اور میں کس نبی کے زیر قدم ہوں تا کہ اس نبی کے احوال پر نظر رکھے۔ جس سے اس کا حال اس نبی صاحب قدم کے موافق ہو جائے۔

۳۔ سفر در وطن؎ سفر ایک جگہ سے چلا جانا اور دوسری جگہ پہنچنا ہے وطن اصل مقام کو کہتے ہیں جہاں رہتا ہے۔ اصطلاح صوفیا میں جو صفات رذیلہ پائے جاتے ہیں ان کو دور کرنا اور صفات حمیدہ سے موصوف ہونا ہے۔ صفاتِ رذیلہ سے دوری اور صفات حمیدہ سے اتصاف کا تصور نفی اثبات میں بھی کیا جا سکتا ہے یا یں طریق کہ لا الٰہ میں صفات رذیلہ کی نفی اور الا اللہ میں صفات حمیدہ سے اتصاف صفات رذیلہ اور صفات حمیدہ کی تفصیل کی جا چکی ہے۔

۴۔ خلوت در انجمن۔ اس کو پیر مرشد سلطان المشائخ آروی نور اللہ تربتہٗ نے "با ہمہ باش و بے ہمہ باش" بھی کہا ہے۔ کبھی اس کو "دل بیار و دست بکار" سے بھی بیان فرمایا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ دل ہمہ دم خدا تعالیٰ سے مشغول رہے خواہ لوگوں میں بیٹھا ہو۔ یا کسی کام کاج میں لگا ہو۔ یہ تمام لطائف کے ذاکر ہو جانے سے ہوتا ہے۔

۵۔ یاد کرد۔ ذکر برابر ہوتا رہے تا کہ حضوری حاصل ہو۔ یعنی جو ذکر مرشد سے

؎ صفات رذیلہ کا دور کرنا گویا سفر کرنا ہے اور صفات حمیدہ سے موصوف ہونا وطن میں آ جانا ہے (محمد ابراہیم فریدی غفرلہ)

ملا ہے وہ ہوتا ہے۔ اس میں غفلت نہ ہو۔

۶۔ باز گشت ۔ رجوع کرنا۔ ذکر کے بعد رب سے مناجات کرے۔ خواہ نثر میں یا نظم میں۔ یا اپنے الفاظ میں جیسے ہو اس میں گڑگڑائے۔ حضرت مولوی شاہ محمد مصلح الدین آروی نور اللہ مرقدہٗ۔ حضرت شیخ فرید عطار قدس سرہٗ کی مناجات (بادشاہا جرم ما را در گذار والی) پڑھا کرتے تھے احقر عفر اللہ لہٗ حضرت مولانا شاہ محمد معین الدین آروی قدس سرہٗ کی مناجات کی تلقین کرتا ہے۔ شجرہ منظوم بھی مناجات ہے

۷۔ نگاہداشت ۔ دل میں خطرات وسوسہ کے جمنے سے حفاظت کرنا۔ خصوصاً بوقت ذکر اور حلقہ۔ لہٰذا ذکر کرنے اور ذکر کے حلقہ میں بیٹھنے سے پہلے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ پڑھ لینا چاہیئے۔

۸۔ یادداشت ۔ رب تعالیٰ کی جانب خاص توجہ کرنا اور حضوری میں ہونا اس کی تفصیل ہو چکی ہے۔ فقط والدعا۔

مکتوب ۔ ۳۱

ثمرہ فوادی وعلیکم السلام ورحمتہ ، نحمدہٗ ونصلی

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے جو کلمات منقول ہیں ان کی شرح ہو چکی اب اس خط میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے کلمات کی شرح لکھ رہا ہوں جو عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ آبادانی نَوَّرَ اللّٰہُ دَرَجَاتُہٗ کے ملفوظات "نور القلوب" سے ماخوذ ہے ۔

۹۔ وقوفِ زمانی ، محاسبہ کو کہتے ہیں۔ بزرگانِ طریقت سے اس کے دو طریقے منقول ہیں ایک مبتدی اور متوسط کے لئے۔ دوسرا منتہی کے لیے۔ مبتدی اور متوسط کا محاسبہ یہ ہے کہ عصر کی نماز کے بعد تنہائی میں بیٹھ کے بصورت مراقبہ تامل کرے کہ رات اور دن کی بول چال اور رات و دن کے افعال میں کون سے فعل ثواب اور خوشنودی رب تعالیٰ کے حصول کے باعث ہوئے اور کون سے ناراضگی اور گناہ کے ہوئے جو اچھے عمل ہوئے جس میں ثواب اور رب تعالیٰ کی رضا کی امید ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے اور جو فعل برے سرزد ہوئے جن میں گناہ ہیں ان سے توبہ کرے اور پشیمان ہو۔ منتہی کے لیے محاسبہ یہ ہے کہ وہ اپنی ہر ساعت پر غور کرے کہ پچھلے وقت حضوری میں گذرے یا غفلت میں۔ اگر حضوری میں گزرے تو شکر ادا کرے اور زیادہ حضوری کے حصول میں کوشش کرے یہاں تک کہ فنا نصیب ہو جائے اگر غفلت میں گزرے تو فوراً نادم ہو اور بازگشت کرے اور استغفار پڑھے۔ وقوفِ زمانی میں عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ آبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد گرامی درج ذیل ہے۔

کہ نزد اہل تحقیق طریق محاسبہ این است کہ بعد نماز عصر طالب را می باید کہ خاموش بنشیند۔ اگر خلوت باشد و جائے فارغ از اغیار باشد بطور مراقبہ بنشیند والا خلوت در انجمن دارد۔ با ہمہ باشد و بے ہمہ باشد و خیال کند و نظر تامل نماید بر اعمال و افعال خویش کہ در تمام روز از من در ظاہر و باطن چہ بعمل آمدہ ست جائے شکر ست یا موجب عذر۔ یا باعث ثواب است یا موجب عذاب۔ پس آنرا بخیال آرد در میزان تمیز بسنجد اگر عمل شائستہ و پسندیدہ کہ موجب شکر است و در رضائے حق سرزد شد شکر آں بجناب حق جل و علیٰ بجا آورد۔ و اگر ناپسندیدہ و نامشروع بعمل آمدہ است و آں باعث عذاب است ازاں توبہ کند و استغفار گوید و بذکر مشغول شود تا شومی

آں گناہ از برکت ذکر الٰہی برطرف شود مبدل بحسنات گردد ثمرا در تائبان تولید[۱]

دوم آنکہ محاسبہ کند کہ ہر ساعتے کہ برما گذشتہ است از سر غفلت گذشتہ و یا۔
در حضوری اگر در حضوری گذشتہ دراں حضوری چناں سعی بکار برد کہ
اثنینیت از میاں برخیزد و تمامی خود در بحر ہستی او سبحانہ تعالیٰ
مستغرق و مستہلک کند و اگر در غفلت و نقصان گذشتہ است بازگشت
کند و عمل از سر نو گردد استغفار گوید۔ ... (نورالقلوب ص ۱۵۶ قلمی)

۱۰۔ **وقوف قلبی** ۔ قلب صنوبری (جو بائیں چھاتی کے نیچے ہے) کی طرف پوری توجہ کرنا کہ غیر خدا کا خیال نہ آئے۔ عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ آبادانی سے وقوف قلبی کے دو طریقے منقول ہیں۔ (۱) ذاکر کا دل حق سبحانہ سے مشغول ہو غافل نہ ہو۔ جو یادداشت میں بتایا گیا ہے۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ نے ارشاد فرمایا کہ وقوف قلبی سے مراد دل کا سبحانہ تعالیٰ میں اس طرح متوجہ ہونا کہ سوائے نسبت الٰہی کے دوسری نسبت باقی نہ رہے اور نہ خطرات بیرونی و اندرونی غیر خدا پیدا ہو۔ ذکر کرنے والا اثنائے ذکر میں قلب پر متوجہ ہو کے دل کو ذاکر کرے۔ دل سے لفظ اللہ مسموع ہوئے۔ حضرت عاشق الٰہی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ذاکر اپنے تمام مشاغل میں ذکر وقوف قلبی سے غفلت نہ کرے کیونکہ قرآن مجید میں ہے سہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ طالب ہر حال میں قلب کا پاسباں رہے تاکہ فائدہ اور اثر حاصل ہو۔ قدوۃ الکملاء حضرت مولانا نواب سید امجد علی خاں صاحب رضوی لکھنوی قدس سرہ مرید و خلیفہ حضرت عاشق الٰہی صوفی شاہ آبادانی رحمۃ اللہ علیہ نورالقلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

وقوف قلبی نزد حضرت ما (عاشق الٰہی حضرت شاہ آبادانی) رحمۃ اللہ علیہ بر دو معنی
محمول ست۔ یکی انست کہ دل ذاکر واقف آگاہ باشد بحق سبحانہ تعالیٰ
دال از قولہ یادداشت است و حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ

---

[۱] ارشاد گرامی کا اردو خلاصہ اوپر درج ہے۔

سہ تھوڑے آدمی ایسے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت

در بعضی از کلمات قدسیہ خود نوشتہ اندکہ وقوف قلبی عبارت از آگاہی و حاضر بودن دل ست بجناب حق سبحانہ، بروجہیکہ دل را ہیچ نسبتے غیر حق سبحانہ نباشد۔ وجائے دیگر فرمودہ اندکہ در حین ذکر ارتباط و آگاہی بمذکور شرط است وایں آگاہی را شہود وصول و وجود وقوف قلبی می گویند۔ بمعنی دوم آنست کہ ذاکر از دل خود واقف بود یعنی در اثنائے ذکر متوجہ بایں قطعہ لحم صنوبری شکل شود کہ اورا بمجاز دل گویند کہ او در جانب الیسر محاذی پستان چپ واقع است و اورا مشغول وگویا بذکر کہ داند بلکہ ادر کہ از ذکر و مفہوم آں غافل وذاہل گردد۔ مدام منتظر حرکت قلب کہ عبارت از گویدشدن دل بلفظ مبارک اللہ است[ف] باشند ذکر قلب را بلفظ مبارک اللہ متحرک و گویا بیند بس دراں مشغولی چناں مشغول شوند کہ دل از مشغولی واز ذکر و ذاکر و مذکور ہیچ خبر نماند بالکل محو شوند۔

دیگر بار می فرمودند (یعنی عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ آبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہ ذاکر رامی باید کہ در جمیع مشغولیہا از کسب وتجارت ودیگر افعال جوارح ہیچ وجہ

ف اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے حضرت (یعنی عاشق الٰہی صوفی آبادانی رحمۃ اللہ علیہ) کے یہاں وقوف قلبی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ ذکر کا دل ہمہ دم حق سبحانہ سے لگا رہے یہ "یاد داشت" ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے بعض کلمات قدسیہ میں لکھا ہے کہ وقوف قلبی سے مراد دل حق سبحانہ کی جانب اس طرح متوجہ رہے کہ دل میں غیر خدا کا نہ خیال آئے اور نہ غیر حق سبحانہ کی نسبت رہے۔

حضرت احرار قدس سرہٗ نے پھر فرمایا کہ ذکر کے وقت رب تعالیٰ سے بالکل وابستگی ہوگی۔ ذاکر کی پوری توجہ اور دھیان رب تعالیٰ کی طرف ہو۔ اس کو شہود۔ وصول۔ وجود۔ وقوف قلبی کہتے ہیں۔

حضرت عاشق الٰہی صوفی شاہ محمد آبادانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ذاکر خواہ تجارت میں لگا ہو یا کسب معاش میں ہو یا اپنے ہاتھ پیر سے کوئی کام کر رہا ہو ہمہ دم قلب کو رب تعالیٰ کی جانب لگائے رہے چونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

از ذکر وقوف قلبی غافل نباشد زیرا کہ حق تعالیٰ می فرماید رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ خلاصہ آنکہ از ذکر در وقوف قلبی است پس در حال پاسبان دل خود باید بود تا نتیجہ حاصل شود چنانچہ خواجہ می فرمایند

مانند مرغے باش بر بیضہ دل پاسبان — کز بیضہ دل زایدت مستی و ذوق قہقہہ

حضرت سید فریدالدین عطار قدس سرہ نیز فرمایند ۔

بر در دل باش دائم پاسبان — غیر او مگذار در دل یک زمان

نورالقلوب قلمی ص۵۱، ۵۲

۱۱ ۔ **وقوف عددی** ۔ ذکر کے شمار کو کہتے ہیں اس کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ مبتدی کیلئے نفی و اثبات کا آغاز یوں ہونا چاہیئے کہ ایک حبس دم میں تین بار نفی اثبات کرے تیسری بار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہکر سانس چھوڑ دے پھر کرنا شروع کرے اسی طرح کرتا رہے جب اس کا متحمل ہو جائے تو دوبارہ بڑھا کر پانچ بار کرے ۔ پھر دوبارہ بڑھا کر سات بار کرے پھر اسی طرح دو دو بار بڑھاتا جائے کہ اکیس بار ایک حبس دم میں ہونے لگے اور ہر بار حبس دم کے ٹوٹنے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہے ۔ جب لذت اور دل بستگی محسوس نہ ہو تو آگے نہ بڑھے بلکہ وہی تین بار یا پانچ بار ۔ سات بار کرتا رہے ۔ آگے دو دو بار بڑھانا اس وقت ہے جب کہ اس عدد میں دل لگنے لگے اور جب دل نہ لگے تو ہرگز تعداد کا اضافہ نہیں کرے ۔

جب اکیس بار کے عدد پر دل بستگی اور ذکر کی لذت محسوس ہونے لگے اور توجہ بھی پوری ذکر میں حاصل ہونے لگے تو عدد کی محافظت سے آزاد ہو جائے گا ۔ عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ آبادانی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ در ذکر حبس دم رعایت عدد لازم نہ شمردہ اند، اور فرمایا حضرت خواجہ علاء الدینؒ عطار قدس سرہ می فرمایند ۔ بسیار گفتن شرط نیست باید کہ ہر چہ گوید از سر وقوف حضور گوید و بدل گوید ۔ در دل گوید تا فائدہ بر آں مترتب گردد تجلیات و جذبات الٰہی بر قلب نزول کردن گیرد (نورالقلوب ص۴۹ قلمی)

ع اس کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے

چوں تا بست و یکبار در یکنفس برساند لذتے و حلاوتے و حرارتے و سرورے یابد شکر و سپاس کہ بجناب الٰہی بجا آرد۔ اگر لذتے حاصل نشود نشان بے حاصلی ست۔ پس اولیٰ این است کہ عمل از سر نو گیرد لیکن ہمیں شرائط مرقوم و مدام عدد وتر لازم گیرد و طاقی طاق کند کہ اللہ وِتْرٌ وَ یُحِبُّ الْوِتْرَ ۔ص

نور القلوب صفحہ ۱۴۹ ۔

نیز عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ آبادانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ مبتدی نفی اثبات کے ذکر میں لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ سے کا تصور کرے۔ پھر اس کے بعد لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہ۔ کا دھیان کرے جب متوسط ہو جائے۔ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کو ملحوظ رکھے جب منتہی ہو وے اور سلوک کی آخری منزل میں ہو تو اس کے تصور میں مستغرق ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے کہ ذاکر کون ہے۔ اور مذکور کی کیا شان ہے۔ اس مقام کی تفصیل کی اجازت نہیں بلکہ ممانعت ہے۔

ع حضرت علاء الدین عطار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ذکر جتنا ہو حضور قلب سے ہو۔ دل میں ہو اور دل سے تاکہ ذکر کے فوائد مرتب ہوں اور تجلیات و جذبات الٰہی کا نزول ہو ۔ اگر ذکر ان شرائط کے ساتھ نہ ہو، تو ذکر کے فوائد سے محرومی ہوگی۔

نفی اثبات کا ذکر حبس دم سے شروع کرے اوّل تین بار سے آغاز کرے یعنی ایک حبس دم میں تین بار نفی اثبات کرے پھر حسب تحمل دو۔ دو بار بڑھائے کہ جو عدد طاق پر ختم ہو یہاں تک کہ ایک حبس دم میں اکیس ۲۱ بار نفی اثبات ہو جائے۔

اس حبس دم کے ساتھ نفی اثبات میں لذت و لطف حرارت و سرور محسوس ہوں تو رب تعالیٰ کا شکر و حمد کرے۔ اگر ان نعمتوں کا حصول نہ ہو تو سمجھے کہ ذکر کے فوائد نہیں حاصل ہوئے۔ اس صورت میں پھر دوبارہ شروع عدد سے نفی اثبات کا ذکر حبس دم سے کرے۔ یعنی تین سے آغاز کرے اکیس تک پہنچائے۔ عدد طاق ۳ ۔ ۵ ۔ ۷ ۔ ۹ ۔ ۱۱ ۔ ۱۳ ۔ ۱۵ ۔ ۱۷ ۔ ۱۹ اور ۲۱ ہیں۔ پہلے تین بار۔ پھر پانچ بار۔ پھر سات بار۔ پھر ۹ بار۔

س اللہ ہی معبود ، اللہ ہی مقصود ، اللہ ہی موجود

ص اللہ تعالیٰ وتر ہے یعنی جوڑا نہیں ہے وہ وتر (طاق) کو پسند کرتا ہے۔

در عالم نیرنگی جز یار نمی گنجد۔

نور القلوب میں اس مفہوم کو اس عبارت سے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ در ابتدائے سلوک در حین ذکر تصور لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ وَ لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہ متصور دارد۔ و در وسط سلوک ملاحظہ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ۔ ملحوظ باشد۔ و در انتہائے سلوک در تصورے مستغرق باشد کہ حضرت ما (عاشق الٰہی حضرت صوفی آبادانی دہلوی) مفصل آنرا رخصت بیان نداده اند و انمقامی است کہ نو ذکر۔ نو ذاکر نو مذکور۔ ع در عالم نیرنگی جز یار نمی گنجد۔ فہم مَنْ فَہِمَہٗ پس فہم آنرا بر حالت نیز داشتہ شد۔ سالک بے خبر بنود ز راہ و رسم منزلہا۔

حضرت عاشق الٰہی صوفی میاں قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نفی اثبات کا ذکر قبل نماز صبح یا بعد نماز صبح اور بعد نماز مغرب کرنا ضروری سمجھیں۔ حضرت پیر مرشد علیہ الرحمتہ کا بھی ارشاد گرامی یہی ہے حضرت عاشق الٰہی صوفی میاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظ یہ ہیں۔

[1] کہ دو وقت بہ مشغول ذکر نفی اثبات لازم گیرند۔ یکے صبح پیش از نماز۔ یا بعد نماز۔ دوم وقت شام بعد نماز مغرب چنانچہ قولہ تعالیٰ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا (پارہ ۲۲)[2] اے مسلمانان یاد کنید خدا را۔ یاد کردن بسیار و پاکی بخوانید او را صبح و شام۔ رباعی۔ از ذکر ہمی نور فزاید ہمہ را۔ در راہ حقیقت آورد گم را

ہر صبح و شام ورد خود ساز۔ خوش گفتن لا الٰہ الا اللہ۔

نیز حضرت ایشاں می فرمودند

کہ ہر کس کہ صبح و شام بذکر خفی مشغول باشد از جملہ ذاکراں بود نہ از غافلاں بحکم این آیت۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً[4] وَّدُوْنَ الْجَہْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ۔[3]

---

[1] نفی اثبات کا ذکر کرنا دو وقت ضروری سمجھو۔ ایک صبح (قبل نماز فجر یا بعد)۔ (۲) شام بعد نماز مغرب

[2] اے ایمان والو اللہ کا ذکر بہت کرو۔ صبح و شام تسبیح پڑھو۔

[3] اپنے پروردگار کو دل میں خوف و زاری سے یاد کرو۔ بلا آواز صبح اور شام کو اور غافلوں سے نہ ہو۔

[4] ایک قرات میں خُفْیۃ ہے خا کو پیش اور فا کو جزم۔

یعنی یاد کن اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پروردگار خود را در دل خود بتضرع و ترس۔ یاد کن خدا تعالیٰ را بے آواز بلند در بامداد و شبانگاہ یعنی صبح و شام۔ مباش اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی بمانند امت تو) از غافلاں۔ بعض مفسراں گفتہ اند کہ مراد از غدو آصال شب و روز است یعنی علی الدوام بذکر خفیہ مشغول باش از غافلاں مباش۔ نور القلوب صفحہ ۱۵

حضرت عاشق الٰہی صوفی آبادانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو کوئی صبح و شام ذکر (خفی) میں مشغول ہوگا۔ وہ ذاکرین کی جماعت سے ہوگا۔ غافلوں میں نہ رہے گا۔ ثبوت میں قرآن مجید پارہ ۹۔ رکوع کی وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ۔ کی پوری آیت تلاوت کی اور فرمایا کہ بعض مفسرنے "غدو آصال" کے معنی بجائے صبح و شام شب و روز لکھا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ ہمہ دم ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔

عزیزہ۔ یہ لطیفہ کے ذاکر ہونے سے حاصل ہوتا ہے فقط والدعا جعفر علی فریدی غفر اللہ لہٗ گرگر کھڑی

مکتوب۔ ۳۲

نُوْرَ الْعَیْنَیْنِ۔ بَارَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ حُسْنِ اَعْمَالِكُمْ۔ وعلیکم السلام ورحمتہ۔
سیر سلوک میں کبھی قبض کی حالت پیدا ہوتی ہے اور کبھی بسط کی۔ سالک کو ان دونوں حالت سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اور سالک کی ترقی ان ہی دونوں حالتوں کی وجوہ سے والبستہ ہے۔ نسبت کا کھلنا۔ لطیفہ کا ذاکر ہونا۔ ذکر سے قلب میں سرور و نشاط پیدا ہونا بسط ہے نسبت کا بند ہونا۔ ذکر جاری ہو کے رک جانا۔ کیفیت کی آمد شروع ہوئی اور پوری نہیں ہو پائی کہ بند ہو گئی۔ جس سے طبیعت نڈھال رہی۔ دل وحشت زدہ رہا قبض ہے قبض کے دفع کے کئی طریقے بزرگان طریقت نے لکھے ہیں۔ عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ

آبادانی سیالکوٹی مدفون دہلی کا یہ معمول تھا کہ اپنا دست راست صاحب قبض کے دل پر مل دیتے جس سے قبض فوراً دفع ہوتا اور بسط حاصل ہو جاتا۔ قدوۃ العرفاء حضرت شاہ عبدالعلیم علوی لوہاری مدفون جہانگیر آباد بھوپال۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دائیں ہاتھ پر درود شریف تین بار پڑھ کر صاحب قبض کے قلب پر پھیر دیتے۔ تین بار اس عمل کے کرنے سے قبض دور ہو جاتا۔ حضرت شاہ عبدالکریم خاں صاحب ساکن اسلام نگر ضلع سہارن پورؒ کا ارشاد ہے کہ قبض طاری ہو جانے پر شیخ (پیر) کی صحبت میں رہے۔ اور نفی اثبات چہار ضربی کرے۔ اس عمل سے احقر غفرلہ، کا قبض کئی بار دور ہوا۔ حضرت مرزا میڈو بیگ قادری آبادانی آلہ آبادی قدس سرہٗ کا قول ہے۔ کہ نسبت کا آنا قبض کے سبب سے بند ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ دائیں ہتھیلی پر درود شریف پڑھ کر تھُک تھُکا کے قلب پر ملے یہ عمل تین بار کرے۔ بفضلہ تعالیٰ قبض دور ہو جائے گا۔ اگر نسبت کا بند ہونا ظلمت سے ہے یعنی خلاف شرع امر کرنے سے تو اس کا علاج یہ نہیں ہے بلکہ صدق دل سے توبہ کرنا اور گڑگڑانا۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ قبض کے دور کرنے کے لئے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ[۲] گیارہ بار پڑھ کے دل پر دم کرے۔

قدوۃ العارفین حضرت شاہ عبدالعلیم لوہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وصال ۱۲۷۶ھ) نے قبض و بسط کی حالت کو پرندے کے دونوں بازو سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جب پرندہ کو دونوں پر نہ ہوں تو اس کا اڑنا ناممکن ہوتا ہے اسی طرح سالک پر اگر قبض وارد نہ ہو تو سالک کا ترقی کرنا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تصرفات الٰہی سے ہی سالک کے قلب پر قبض کا ورود ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ[۳]۔

---

[۲] پاکی اللہ کی۔ حمد اللہ کی۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ کسی میں کوئی کام کرنے کی طاقت نہیں مگر اللہ بلند عظمت والے کی توفیق دینے سے جو اللہ نے چاہا ہوا۔ اور جو نہ چاہا نہ ہوا۔

[۳] اللہ قبض کر دیتا ہے پھر اس کو دور کر دیتا ہے۔

سالک پر جب قبض محض وارد ہوتا ہے تو اسکے ورطہ سے خلاصی پانا صرف اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہوتا ہے ہم نے بہت کشتیاں دیکھیں جو بیش بہا سرمایہ سے بھری ہوئی تھیں وہ قبض کے طوفان کی زد میں آگئیں اور ڈوب گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قبض محض کی بلا سے محفوظ رکھے (آمین) جو سالک قبض محض کی بلا میں مبتلا ہوتا ہے اپنے زبان حال سے کہتا ہے کہ

کشتی شکستگانیم اے باد شرط برخیز — باشد کہ باز بینیم آں یار آشنا را

قدوۃ العرفا حضرت شاہ عبدالعلیم لوہاری قدس سرہ کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں

"عیان است کہ طالب را تا وقتی کہ قبض و بسط نباشد سیر سلوک معلوم زیرا کہ ایں احوال برائے قطع منازل سلوک مر طالب را مثل جناحین طائر اند برائے طیرانش کہ اگر یکے نباشد پریدن او نباشد از جملہ تصرفات الہی جلا جلالہ در حجابات لک می باشد باید فہمید واللہ یقبض و یبسط نص صریح است برائے اثبات ایں۔ برآمدن سالک از قبض محض موقوف است بر عنایت الہی عم نوالہ۔ بسیار کشتیہائے پرمایہ را در یں طوفان غریق دیدہ ام اللھم احفظنا من کل بلائہ۔ مبتلائے بزرگان حال می گوید۔

کشتی شکستگانیم اے باد شرط برخیز۔ باشد کہ باز بینیم آں یار آشنا را

بیاض دلکشا صد ۹۶

حضرت شیخ منصور حلاج قبض محض کی حالت میں انا الحق کہہ پڑے اور دار پر چڑھا دیئے گئے۔ قدوۃ العزیز حضرت شاہ عبدالعلیم لوہاری قدس سرہ (وصال ۱۴ ار محرم ۱۲۹۶ھ) نے فرمایا کہ قطب الاقطاب حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ "منصور میرے زمانے میں ہوتے تو نوبت دار پر چڑھنے کی نہیں آتی۔ انا الحق کی بجائے انا الباطل کہتے"

کیونکہ دونوں کا حال ایک ہے فرق اتنا ہے کہ انا الحق کہنا ترک ادب ہے اور انا الباطل کہنا عین ادب ہے۔

راقم السطور جعفر علی فریدی والد اکبر علی گورکھپوری (فریدی نسب و تربیت و بیعت قادری و نقشبندی) عفرلہ متوطن حال سمستی پور ضلع دربھنگہ صوبہ بہار عرض گزار ہے کہ حضرت خواجہ منصور بغدادی کو فنائے توحیدی میں فیض محض وارد ہوا تھا۔ جس سے ان میں کیفیت بے خودی کی آ گئی تھی اور ان پر جذب کا غلبہ تھا۔ زبان بجائے کَلَّ لِسَانُہٗ کی طَالَ لِسَانُہٗ[1] کی مظہر ہو گئی تھی۔ اسی کیف جذب میں زبان پر ایسے کلمات جاری ہو گئے۔ جو خلاف شرع معلوم ہونے لگے۔ حضرت غوث اعظمؒ کا ایماء یہ ہے کہ اپنی خداداد اور روحانی طاقت سے منصور کو مقام قبض سے مقام بسط میں لے آتا۔ اس وقت ان کی زبان سے بجائے اَنَا الْحَقُّ اَنَا الْبَاطِلُ جاری ہو جاتا۔ جو بالکل شریعت کے مطابق ہوتا۔ اس پر کسی قسم کی گرفت شرعی نہیں ہوتی چونکہ مقام بسط میں آنے سے حضرت منصور کی توجہ اپنی ذات کی جانب ہو جاتی اور ذات کا وجود فانی ہے فانی کو بقا نہیں۔ فانی اور باطل دونوں ہم معنی ہیں۔ اس وقت اَنَا الْبَاطِلُ کا معنی یہ ہوں گے کہ "میرا وجود میری ذات سب فانی ہیں باقی نہیں اس میں شرع کی لفظی گرفت بھی نہیں یہ معنی اسلامی عقیدہ کے الفاظ کے بالکل مطابق ہے قرآن مجید میں ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ۔ کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ[2]

حضرت شیخ منصور بغدادی کا فنائے توحیدی کی جذب کی حالت میں انا الحق کا زبان پر جاری ہونا اس سبب سے ہوا کہ وہ قبض کی جذبی حالت میں اپنا وجود اپنی ذات کو بھول گئے تھے۔ ان کو اپنی ہستی کی بھی خبر نہیں تھی جو جذبہ اس وقت تھا وہ صرف وجود حق کا تھا۔ لہذا وجود حق کے لئے غلبہ میں انا الحق کہہ گئے۔

سالک کو نسبت عشقیہ کی طلب رکھنا چاہیئے یہ نسبت عشقیہ محض انعام

---

[1] بجائے چپ رہنے کے زبان دراز ہوئی۔

[2] جو روئے زمین پر ہے وہ فنا ہونے والا ہے۔ باقی رہنے والا صرف جلال و عزت والا رب ہے۔ ہر چیز مرے گی سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

الٰہی ہے یہ انعام ہر شخص کو نہیں ملتا ہے اور نہ ہر ایک میں تحمل کی صلاحیت ہے۔ اس کے تحمل کی صلاحیت کا حصول لطف الٰہی اور عنایت ربانی سے ہے نسبت عشقیہ حُبّ ایمانی کے غلبہ سے پیدا ہوتی ہے۔ حُبّ ایمانی اختیاری فعل ہے یہ اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے اس حُبّ اختیاری میں جب حُبّ غالب آیا تو اختیار جاتا رہا اس وقت سالک حُبّ کی کیفیت سے مغلوب ہوا۔ حُبّ کے غلبہ کا نام عشق ہے اور عشق غیر اختیاری ہے۔ عشق میں اختیار کو دخل نہیں۔ یہ محض رحمت الٰہی ہے جو سالک پر نزول ہوتا ہے جس میں سالک کے اختیار کا دخل نہیں۔

بخاری شریف کتاب الایمان میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں صحابی سے مروی حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ؎ ہے جس میں حُبّ ایمانی کا ذکر ہے۔ عشق میں حُبّ ایمانی کا کمال ہے اس میں سوز و گداز، تضرّع زاری خشیت، عجز و، انکسار کے کرشمہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ بیاض دل کشا صک ۹ میں ایک واقعہ درج ہے جس کا مفہوم لکھا جا رہا ہے کہ حضرت مولانا نصر اللہ خان صاحب خورجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ چند بزرگوں کے ہمراہ بنارس میں قبل نماز جمعہ حضرت شاہ عبد العلیم لوہاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بآواز خوش اور ترانہ دلکش سے حضرت امیر خسرو کی یہ غزل پڑھ رہے ہیں اور مسجد میں مستانہ وار جھاڑو دے رہے ہیں جس میں گریہ بکا آہ و زاری ہویدا ہے۔ حضرت امیر خسرو قدس سرہ کی غزل یہ ہے

عشق را نازم کہ یوسف را ببازار آورد	ہمچو صنعا زاہدے را زیر زنار آورد
غمزۂ تو بہ فریبش زاہد صد سالہ را	موئے پیشانی گرفتہ پیش خمار آورد

؎ تمہارا کوئی ایمان میں کامل نہیں ہوگا جب تک میں (حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم) محبوب نہ ہو جاؤں والدین اولاد تمام انسان سے بھی زیادہ۔

دوستان من ہوس دارم بنالیدن ولے | درد چوں در سینہ باشد نالۂ زار آورد
دار را معراج می دانند سرداران عشق | عشق کے ہر بوالہوس را بر سر دار آورد
زیں دل خود کام کار من برسوائی کشید | خسروا فرمان دل بردن ہمیں بار آورد

یہ والہانہ کیف غلبہ حب میں پیدا ہوتا ہے جو سالک پر بسط کی حالت میں طاری ہوتا ہے یہ عشق کا کیف ہے۔ یہ حُبِّ ایمانی کا کامل فرد ہے جو ایمان کے کمال میں داخل ہے۔

حُبِّ عقلی وہ ہے جس میں نفع اور نقصان پر نظر رہتی ہے۔ حب طبعی غیر اختیاری فعل ہے یعنی فطری جیسے باپ کی محبت فرزند سے۔ یہ دونوں حُبّ (حُبِّ عقلی۔ حُبِّ طبعی) راہ سلوک میں نہیں ہیں بلکہ اس راہ سے دور ہٹے ہوئے ہیں راہ سلوک میں صرف حُبِّ ایمانی درکار ہے اور یہی حُبّ منازل سلوک کا رفیق و دمساز ہے۔ فقط والدّعا

جعفر علی فریدی غفرلہٗ۔ درگاہ حضرت جلال پیر چشتی۔ سمتی پور

مکتوب ۔ ۳۳

باسمہٖ تعالیٰ

رہبر طریقت مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی زاد اللہ تعالیٰ علمکم و عرفانکم

وعلیکم السلام سالک کی خوش نصیبی ہے کہ راضی برضا رہے اور جب کوئی امر پریشان کن پیش آئے تو اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَاد۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْل سہ پڑھے۔ حلول، اتحاد، توحید میں باہم فرق

سہ اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کیا بلاشبہ اللہ بندوں پر نظر رحمت رکھنے والا ہے۔ اللہ مرا کفیل اور اچھا کارساز ہے۔

ہے۔ ان سب کو ایک سمجھنا سخت غلطی ہے۔ حلول اور اتحاد کا عقیدہ کفر اور
گمراہی ہے اور توحید کا عقیدہ راس ایمان اور بنیاد حقانیت ہے، بیاض دل کشا (فارسی)
صہ ۱۸ کے مرقومہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار عارف خدا حضرت مولانا حاجی حکیم
نصر اللہ خاں صاحب خورجوی قدس سرہٗ نے قدوۃ العرفا حضرت شاہ عبدالعلیم علوی
لوہاری علیہ الرحمتہ سے اتحاد۔ حلول کی بابت استفسار کیا۔ حضرت قدوۃ العرفاء
نے فرمایا۔ حلول وہ ہے کہ بندہ سمجھے کہ خدا مجھ میں سما گیا ہے اور اس کی ذات
مری ہستی میں آگئی ہے مری ہستی نے اس کی ذات کا احاطہ کر لیا ہے جیسے فانوس شمع
کا احاطہ کر لیتی ہے۔

اتحاد۔ یہ ہے کہ بندہ اپنے کو خدا کی ذات میں بالکل پیوستہ جانے اور یہ سمجھے
کہ میرے گوشت پوست خون۔ استخوان، رگ، پٹھ میں خدا سرایت کر گیا ہے۔ بظاہر
خالق مخلوق دو معلوم ہو رہے ہیں لیکن حقیقت میں دونوں ایک۔

توحید۔ ان دونوں سے جدا ہے نہ خالق مخلوق کی ہستی میں سماتا ہے اور
نہ مخلوق کے گوشت پوست۔ استخواں میں سرایت کرتا ہے کیونکہ خالق کا وجود الگ اور
مخلوق کا وجود اس سے جدا ہے باہم کسی طرح کا اتحاد نہیں۔

فنائے توحیدی میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ سالک اپنے وجود سے بالکل
بے خبر اور غافل ہو جاتا ہے اس کی التفات محض وجود باری کی جانب ہوتی ہے۔
اپنا وجود اور ما سوی اللہ کے وجود سب نظر انداز ہو جاتے ہیں جو کچھ عالم میں
ہے وہ وجود باری ہے اس انہماک اور استغراق میں کیف سُکر پیدا ہو جاتا ہے
جس میں ایسے کلمات زباں سے نکل جاتے ہیں کہ جن کلمات کو سامع حلول کا کلمہ
سمجھنے لگتا ہے اور یہ فہم کرنے لگتا ہے کہ یہ حلول کا عقیدہ رکھتا ہے یا اتحاد کا۔
حالانکہ یہ فہم حقیقت سے دور ہے اور سامع کے فہم و ادراک کی غلطی ہے
کہ غلط سمجھا اور غلط باور کیا۔

درحقیقت شیخ منصور حلاج بغدادی کا اَنَا الحَقُّ کہنا فنائے توحیدی کے جذبہ میں تھا کیونکہ جس دم یہ کلمہ زبان پہ آیا اس دم شیخ کی پوری توجہ مشاہدۂ حق میں لگی ہوئی تھی۔ نہ اس وقت اپنی ہستی کا خیال اور نہ اپنی ذات کا تصور تھا اور نہ حق تعالیٰ کے وجود کے علاوہ کوئی دوسرا وجود نگاہ میں تھا۔ بصیرت باطنی میں ایسی حالت میں جو کلمات فانی کی زبان پر جاری ہوتے ہیں شطحیات کہلاتے ہیں شطحیات قابل گرفت نہیں ہوتے ہیں دراصل فناء کا ایک کیف ہے جو طاری ہوا اور اس میں کلمات نکل گئے۔ اس کیف کو ثبات نہیں ہوتا اور نہ یہ کیف صوفی کے مقام میں داخل ہے بلکہ یہ حال ہے۔ فنائے توحیدی میں صوفیائے کرام صرف وجود باری تعالیٰ اور صفات ربی کو حق کہتے ہیں چونکہ یہ سب باقی ہیں اور ان کے سوا سب فانی اور غیر باقی ہیں لہٰذا صوفیاء ماسوا کو باطل کہتے ہیں۔ یہ باطل بمعنی فانی اس مقام کی اصطلاح ہے۔ اصطلاح میں جھگڑنا بوالعجبی ہے۔ لَا مَشَاحَۃَ فِی الْاِصْطِلَاحِ علماء کا مشہور مقولہ ہے کتب عقائد میں ہے کہ ہر مخلوق کے حقائق تحقیقی طور سے ثابت ہیں نہ وہمی اور نہ فرضی بلکہ سب اپنی جگہ پر حقیقت ثبوتیہ وجودیہ سے وابستہ ہیں جس کا انکار بدمذہبی اور گمراہی ہے۔ صوفیاء کے باطل کہنے سے یہی سمجھنا چاہیے کہ مخلوقات کا تعلق فنا سے ہے تمام مخلوقات فانی ہیں صرف ذات خالق باقی ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۔

شیخ منصور بغدادی کو مشاہدۂ حق میں ایک ایسی حالت پیدا ہو گئی جس سے متاثر ہو

---

۵ شیخ منصور کا نام حسین ہے اور کنیت ابو مغیث والد کا نام منصور حضرت شیخ جنید سید الطائفہ اور شیخ ابوالحسین احمد نوری بغدادی کی صحبت میں رہے منگل ۲۴ ذی قعدہ ۳۰۹ھ بغداد میں شہید کر دیئے گئے۔ خلیفہ عباسی جناب جعفر بن معتضد کا عہد تھا حضرت شیخ ابوالقاسم نصرآبادی شیخ ابوالعباس بن عطاءؒ۔ حضرت محمد بن حنیف مشائخ کرام نے حضرت حسین بن منصور کی تعریف کی اور محققین کو ابرار میں شمار کیا۔ حضرت محمد بن حنیف نے کہا حسین بن منصور عالم ربانی تھے۔ (از طبقات کبریٰ امام شعرانی مطبوعہ مصری۔ عربی) محمد ابراہیم فریدی غفرلہ،

کے زبان سے یہ کلمہ نکلا جس کو حلول واتحاد سمجھا گیا اور اس پر علماء سے فتویٰ حاصل کیا گیا۔ از روئے فتویٰ شیخ منصور دار پر کھینچ دیئے گئے۔ شیخ نے جان کی قربانی شرع کے حکم پر کر دی جس سے ان کو فنا میں کمال حاصل ہو گیا اور مدارج میں ترقی ہو گئی۔ مفتی صاحبان بھی اس فتویٰ سے مستحق ثواب واجر ہوئے۔

۲۔ اسم ذات کا ذکر برابر کرتے ہو دل کے نہ لگنے کی پرواہ نہ کرو ذکر کی مداومت خود دل لگا دے گی۔ ابھی دل کو لگانے کی کوشش کرنا ہو گی اور بالقصد دل لگاتا ہو گا۔ پھر کچھ دنوں بعد رحمت خداوندی اور فیض مرشد ہو گا۔ جس سے خود بخود دل لگے گا اور قلب جاری ہو گا۔ جب تک قلب پر ذکر صیقل کا کام کر رہا ہے۔ اس وقت تک دل میں وحشت پیدا ہوتی رہے گی۔ جب یہ منزل پوری ہو جائے گی اور ذکر قلب میں مقام کرے گا تو دل چسپی پوری پیدا ہو جائے گی۔ اور بغیر ذکر دل میں اطمینان اور سکون نہ ہو گا۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ، اس دم اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو گی حدیث قدسی ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی معیت میں ہوتا ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لِکُلِّ شَیْئٍ صَقَالَۃٌ۔ صَقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ۔ یعنی ہر چیز کو چمکا دینے والی چیز کا وجود ہے

ف بابو عبدالمغنی صاحب سربیلہ خواہر زادہ چوہدری حفیظ الدین صاحب مرحوم ترپانواں ضلع سہارن نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں میدان حشر میں ہوں اور سخت گھبرایا ہوا اور پریشان۔ مارا مارا پھر رہا ہوں کہ اچانک دیکھا کہ چند بزرگ ایک جگہ جمع ہیں اور سب ذکر میں مشغول ہیں نہ ان کے پاس خوف وہراس ہے اور چہرہ بشرہ پر حزن وملال۔ میں جا کر ان بزرگوں کے پاس بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی گھبراہٹ اور پریشانی جاتی رہی اور یہ آیت جو حضرت شاہ نثار احمد صاحب قبلہ بوقت حلقۂ ذکر پڑھتے تھے خود بخود زبان پر جاری ہو گئی وہ آیت اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ہے۔ اوس ذکر کے حلقہ میں صرف دو بزرگ شناسا تھے جن کو پہچانتا اور انہیں کے پاس اپنے کو بیٹھا پایا۔ وہ بزرگ حضرت شاہ نثار احمد صاحب قادری اور حضرت مولوی جعفر علی صاحب فریدی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

اور قلب کو چمکانے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز عذاب الٰہی سے نجات دلانے والی نہیں ہے اس پر صحابہ نے کہا کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا نہیں اگرچہ تلوار مارے اور تلوار ٹوٹ جائے۔ یہ دونوں حدیث مشکوٰۃ شریف کے باب ذکر اللہ میں موجود ہے۔ مولوی نواب قطب الدین خانصاحب دہلوی مرحوم نے مظاہر حق میں اس حدیث کے فائدہ کے عنوان میں لکھا ہے کہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد اس درجہ پر پہنچے تو بھی اللہ کا ذکر افضل ہے۔ ارباب طریقت فرماتے ہیں کہ عبادت کے تین درجہ ہیں۔ اول عام مومنین اور صلحائے امت کا دوم سوم خاصان امت کا۔ اوّل درجہ یہ ہے کہ ثواب کے حصول اور عذاب سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنا یہ اصطلاح میں عبادت کہلاتا ہے دوم محض بندہ ہونے کا شرف حاصل کرنے کے لئے تاکہ عبدیت کی خلعت نصیب ہو۔ جس سے بندہ میں عبدیت کی صفت پیدا ہو۔ (یہ وصف عبدیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال درجہ محبوب تھا) اس لئے حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے "عبداللہ" کی صفت کو پسند فرمایا۔

حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے کئی جگہ قرآن مجید میں عبدہ کے وصف سے یاد کیا ہے۔ یہ عبادت اصطلاح میں عبودیت کہلاتی ہے سوم رب تعالیٰ کی شان اجلال وہیبت وعظمت ومحبت واحیاء کو ملحوظ رکھ کر اس کی پرستش کرنا۔ یہ اصطلاح میں "عبودہ" کہلاتا ہے۔ یہ عبودہ مخصوص حضرات کے حصہ میں آیا ہے۔

ان عبادت کے تینوں درجوں میں جہاد نفس ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مقام "عبودیت" پر فائز تھے تو فرمایا اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی

---

[1] بیشک میں رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے مقصود تک پہنچا دے گا۔

رَبِّیْ میں مجاہدہ نفس ہے اور عبودیت۔ اور سَیَھْدِیْنِ میں درجہ عبودہ کی طلب ہے جو درجہ عبودیت سے بالاتر ہے۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درجہ عبودہ سے بلند ہے۔ اُمّت محمدیہ میں صحابہ کرام درجہ عبدیت پر فائز ہیں۔ اور بعض عبودہ پر۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبادت میں شان اجلال وعظمت ومحبت۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبادت میں شان عظمت الٰہی اور ہیبت الٰہی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عبادت میں ہیبت حیا۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرستش میں عظمت الٰہی اور محبت کی شان نمایاں ہے۔

اسی طرح ائمہ طریقت حضرت سید عبدالقادر جیلانی غوث اعظم۔ حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبندی بخاری، حضرت خواجہ سید معین الدین سجزی اجمیری، حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں کہ ان بزرگوں کی عبادت میں شان عبودہ ظاہر ہے۔ عبودہ فی الحقیقت فضل الٰہی اور انعام ربی ہے۔ اس لیے عرفاء اس کو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ[۲] میں طلب کرتے ہیں۔

جعفر علی فریدی غفرلہٗ ولامتہ نبیہ
خانقاہ قادریہ سربیلا ضلع مونگیر[۳] صوبہ بہار

۲؎ ہمیں صراط مستقیم (مقام عبودیت) پر پہنچا دے۔
۳؎ ۱۹۶۶ء سے سربیلہ ضلع سہرسا میں داخل کر دیا گیا۔

مکتوب - ۳۴

ثمرہ فوادی وعلیکم السلام ورحمتہ،

طریقہ آبادانیہ کی تعلیمات سلوک کا ذکر کر چکا ہوں جو خاکسار کو اپنے پیر و مرشد سلطان المشائخ حافظ شاہ محمد فریدالدین آروی قدس سرہٗ سے تلقین ہوئی ہے اب طریقہ قادریہ کی تعلیمات سلوک لکھ رہا ہوں جس کی تلقین پیر و مرشد اور دیگر بزرگوں سے ہوئی ہے۔

طریقہ قادریہ میں پانچ ذکر ہیں۔ تین جلی، دو خفی، مراقبہ ہر خانوادہ میں ہے۔ طریقہ قادریہ میں پہلے اسم ذات کا ذکر ہے پھر نفی اثبات کا لعدہٗ ذکر ہُو کا پھر دورہ قادریہ۔ لعدہ پاس انفاس ہے۔

دورہ قادریہ اور پاس انفاس ذکر خفی ہے باقی جلی۔ اسم ذات کے ذکر میں ضرب لگانا پڑتا ہے۔ اس کے ضرب کی چار قسمیں ہیں۔ ایک ضربی، دو ضربی، سہ ضربی - چہار ضربی - پہلے ایک ضربی کی تعلیم ہوتی ہے۔ پھر دو ضربی۔ پھر سہ ضربی کی - اور پھر چہار ضربی کی - حسب استعداد اور قابلیت رفتہ رفتہ تلقین کی جاتی ہے -

اسم ذات ایک ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ دو زانو ہو کر قبلہ رو آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے حلق اور دل کی قوت سے اَللّٰہ کہے۔ دو ضربی نشست ایک ضربی کی طرح ہے ایک بار اَللّٰہ بلند آواز کہکر دائیں گھٹنے پر ضرب لگائے اور دوسری بار قلب پر شدت سے -

سہ ضربی میں چار زانو بیٹھے آنکھیں بند کر کے ایک بار اَللّٰہ کا ضرب بلند آواز سے دائیں گھٹنے پر۔ پھر بائیں گھٹنہ پر۔ تیسری بار قوت سے

قلب پر چہار ضربی بھی سہ ضربی کی طرح ہے چوتھی ضرب آگے کو مارے اس کے ختم کرنے پر چند منٹ قلب پر دھیان کرے۔ اَللّٰہ کا تصور کرے اور دل کی حرکت پر غور کرے کہ اس حرکت میں اَللّٰہ مسموع ہو۔

نفی اثبات کا طریقہ یہ ہے۔ قبلہ رو دو زانو بیٹھے اور آنکھیں بند کرے لا کو ناف سے کھینچتا ہوا دائیں مونڈھے پر لیجائے۔ دماغ کی جھلی سے اِلٰہ نکالتا ہوا اِلَّا اللّٰہ کا ضرب شدید بلند آواز سے قلب پر لگائے۔ عدد طاق پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہلکے آواز سے کہے۔

ذکر ہُوْ۔ اس کو ذکر روح بھی کہتے ہیں۔ اس میں ھُوْ۔ ھَاءِ۔ حَیّ کا ذکر ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے رو بہ قبلہ کر کے دو زانو (یعنی نشست التحیات) ہو کے دونوں آنکھیں بند کر کے ھُوْ کا ضرب بلند آواز اور قوت سے لطیفہ روح پر لگائے ھَاءِ کا مقام اخفیٰ پر۔ حَیّ کا مقام قلب پر۔

دورہ قادریہ ۔ یہ ذکر خفی ہے اس کے تین الفاظ ہیں۔ اَللّٰہُ سَمِیْعٌ۔ اَللّٰہُ بَصِیْرٌ اَللّٰہُ عَلِیْمٌ۔ؔ اس کے کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ دونوں آنکھیں دونوں لبیں بند کر کے دل کی زبان سے ناف تک اَللّٰہُ سَمِیْعٌ کہتا ہوا سینہ تک لے جائے پھر اَللّٰہُ بَصِیْرٌ کہتا ہوا دماغ تک پھر اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کہتا ہوا عرش تک۔ پھر اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کہتا ہوا عرش سے دماغ پر آئے۔ پھر اَللّٰہُ بَصِیْرٌ کہتا ہوا سینہ پر۔ پھر اَللّٰہُ سَمِیْعٌ کہتا ہوا ناف تک۔ یہ اتار اور چڑھاؤ ملکر ایک دورہ قادریہ ہوا۔ اس میں نشست دو زانو ہو یا چار زانو جس میں سہولت ہو۔ یہ ذکر اسم ذات مع صفات ہے۔

بعض بزرگوں نے دورہ قادریہ میں اَللّٰہُ قَدِیْرٌ کا اضافہ اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کے بعد کیا ہے اور بتایا کہ اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کہتا ہوا آسمان چہارم تک اور اَللّٰہُ قَدِیْرٌ کہتا ہوا عرش تک۔

ؔ اللہ سننے والے۔ دیکھنے والے۔ جاننے والے ہیں۔

حضرت مرزا میڈو بیگ الہ آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۶۱ھ مدفون بھدوہی ضلع بنارس نے دورہ قادری کا یہ طریقہ ارشاد فرمایا ہے کہ حبس دم کرکے اپنے دونوں پیروں کے انگوٹھے سے یا بَصِیْرُ کھینچکر ناف تک لائے ذرا دیر توقف کرکے یا سَمِیْعُ کھینچتا ہوا سر تک لے جائے۔ پھر توقف کرکے یا قَدِیْرُ درمیانی پیشانی رکھ کر ذرا توقف کرے یا عَلِیْمُ کو چہارم آسمان تک لے جائے پھر اسی صورت سے توقف کرتا ہوا نیچے کو لائے اور دونوں پیر کے انگوٹھے پر یا بَصِیْرُ کہے ۔ (بیاض دلکشا)۔

حضرت مرزا میڈو بیگ قدس سرہٗ حضرت مولانا سید امجد علی خان صاحب رضوی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۲۴۲ھ ۲۲ رجب) کے مرید وخلیفہ اور حضرت شاہ مراد اللہ نقشبندیؒ قدس سرہٗ کے بھی مجاز ہیں۔ پاس انفاس کا ذکر سلاسل قادریہ اور چشتیہ میں اخیر میں بتایا جاتا ہے ۔ دونوں سلسلوں میں پاس انفاس کا ذکر ایک ہی طریقہ پر ہے کوئی فرق نہیں ہے اور یہ ذکر بھی خفی ہے ۔اس کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب سانس باہر آئے دل کی زبان سے لا الٰہ کہے اور اندر جائے تو اِلَّا اللّٰہ ۔

شروع میں بالقصد کہا جاتا ہے پھر خیال کرنے سے خود بخود جاری ہونے لگتا ہے ۔ طریقہ قادریہ میں بھی چھ لطائف ہیں۔ تین لطائف کے مقام متفق ہیں یعنی لطیفۂ قلب ۔ لطیفۂ روح ۔ لطیفۂ اخفیٰ ۔ لطیفۂ خفی کا مقام طریقہ آبادانیہ کے لطیفۂ خفی کے مقام کے قریب ہے ۔فرق یہ ہے کہ طریقہ آبادانیہ میں محل سجدہ اور طریقہ قادریہ میں ختم پیشانی۔ لطیفۂ نفس اور لطیفۂ سر کا مقام الگ الگ ہے۔

ؒ حضرت مولوی شاہ مراد اللہ صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدفون لکھنؤ مشہور اہل سماع چشتی صابری بزرگ حضرت شیخ نظام بلخی چشتی کی نسل میں ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں قدس سرہٗ کی صحبت میں رہے اور حضرت مولوی نعیم اللہ بہرائچی کے خلیفہ ہوئے (نور القلوب)

سال وفات ۱۲۴۵ھ ہے لکھنؤ حسین گنج چوراہہ مراد علی لین کے پیچھے کلیم اللہ کے اکھاڑہ میں مزار ہے۔

قادریہ میں لطیفہ نفس کا سر حلق اور لطیفہ سرّ کا درمیان ابرو ہے۔ (یعنی دونوں بھوؤں کے بیچ میں) فقط۔

جعفر علی فریدی غفرلہ، از سمستی پور۔

مکتوب ۔ ۳۵

سراج الوالدین وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ گزشتہ خط میں طریقہ قادریہ کے سلوک کے اذکار لکھ چکا ہوں۔ اب مشائخ قادریہ کے اوراد لسانی کو حوالہ قلم کر رہا ہوں جو بزرگان قادریہ کے معمولات میں ہیں

(۱)۔ وِرد ہفت اسمائے حسنیٰ ہر اسم کے پڑھنے کی تعداد ایک لاکھ ہے

(۱)۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (۲) اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ (۳) حَیٌّ حَیٌّ حَیٌّ (۴) وَاحِدٌ وَاحِدٌ وَاحِدٌ (۵) عَزِیْزٌ عَزِیْزٌ عَزِیْزٌ (۶) وَھَّابٌ وَھَّابٌ وَھَّابٌ (۷) وَدُوْدٌ وَدُوْدٌ وَدُوْدٌ ۔(۲) پنج گنج قادریہ

بعد نماز فجر	یَا عَزِیْزُ یَا اَللّٰہُ	سو بار
بعد نماز ظہر	یَا کَرِیْمُ یَا اَللّٰہُ	سو بار
بعد نماز عصر	یَا جَبَّارُ یَا اَللّٰہُ	سو بار
بعد نماز مغرب	یَا سَتَّارُ یَا اَللّٰہُ	سو بار
بعد نماز عشا	یَا غَفَّارُ یَا اَللّٰہُ	سو بار

(۳) مسبعات عشر طلوع وغروب سے پہلے

(۴) قصیدہ غوثیہ ایک بار

قصیدہ غوثیہ کا ورد خاکسار کے معمولات میں داخل ہے اس کی اجازت حضرت

مولانا حاجی قاضی عنایت حسین صاحب پیڑیا کوئی رحمتہ اللہ علیہ (وصال ۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۰۵ھ) کے خلیفہ حضرت محمد حمید صاحب سے حاصل ہوئی قصیدہ سے پہلے یہ درود شریف پڑھا جاتا ہے جو درود غوثیہ کہلاتا ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ مَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِکَمِ وَآلِہٖ وَسَلِّمْ [1]

مسبعات عشر کی مسلسل سند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ نے حضرت غوث الاعظم ابو محمد سعید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ تک پہنچائی۔ پھر حضرت غوث الاعظم نے بواسطہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک۔ یہ مسلسل سند مطبوعہ کتابی شکل میں نول کشور پریس کا چھپا ہوا موجود ہے۔ اس جلد میں حزب الاعظم (ملا علی قاری محدث) دلائل الخیرات مطبوعہ نول کشور بھی ہیں۔ اس کے پڑھنے کا وقت فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے سے پہلے ہے۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کی وصیت حضرت شیخ ابراہیم تیمی (تابعی فقیہہ راوی حدیث عابد و زاہد) رحمتہ اللہ علیہ کو تھی کہ ایک بار صبح اور ایک بار شام کو ضرور پڑھیں طریقہ یہ ہے

سورہ الحمد	سورہ قل اعوذ برب الناس	سورہ قل اعوذ برب الفلق
سات بار	سات بار	سات بار
سورہ قل ہو اللہ احد	سورہ قل یا ایہا الکافرون	آیۃ الکرسی
سات بار	سات بار	سات بار

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ سات بار

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلِّمْ۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ [2] سات بار

---

[1] اے اللہ درود بھیج ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ بخشش وکرم کے کان اور علم و حکمت کے چشمہ ہیں۔ اور آپ کے حکم پر چلنے والوں پر۔ اور سلام نازل کیجئے۔

[2] اے میرے اللہ میرے ماں باپ اور کل مسلمان مرد و عورت کو بخش دیجئے

ـ استغفراللہ[۱] سات بار۔ پھر یہ دعا سات بار پڑھے ـ

اللّٰھم افعل بی وبہم عاجلاً وآجلاً فی الدین والدنیا والاٰخرۃ ما انت لہ اھل ولا تفعل بنا یامولانا ما نحن لہ اھل انت غفور حلیم جواد کریم برّ رؤف رحیم۔ [۲]

اس مسبعات عشر کی مختصر سند اور فوائد یہ ہیں کہ حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی نے حضرت عبد الرحمان بن حبیب حارثی بصری سے روایت کی ہے حضرت عبد الرحمان نے حضرت سعید بن سعد سے حضرت سعید نے حضرت ابوطیبہ کرز بن وبرہ حارثی سے اور حضرت کرز بن وبرہ ابدال تھے ان کو یہ ہدیہ حضرت ابراہیم تیمی سے ملا حضرت ابراہیم تیمی رحمتہ اللہ علیہ مسجد حرام میں کعبہ شریف کے روبرو بیٹھے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام آئے اور مسبعات عشر کی تلقین کی اور فرمایا کہ یہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے اس کے فوائد آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیجئے اس کے بعد حضرت ابراہیم تیمی قدس سرہٗ نے خواب میں دیکھا کہ مجھے فرشتے جنت میں لے گئے اور جنت کی زیبائش وآرائش اور سامان دکھا کر جنت کے ماکولات ومشروبات پلائے۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستر انبیاء علیہم السلام اور ستر صفوف ملائکہ کے جھرمٹ میں رونق افروز ہیں۔ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نظر کرم سے دیکھا اور سلام سے معزز فرمایا۔ اور میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کی روایت سے ایک ورد (مسبعات عشر) تلقین کیا ہے اس پر حضرت سید عالم نے ارشاد فرمایا کہ خضر سچے ہیں اور خضر کا بتایا ہوا ورد صحیح ہے وہ رئیس ابدال ہے اور جند الٰہی میں شامل ہے اس کو زمین والوں کی حالت سے آگاہی ہے میں نے

---

[۱] اللہ میرے گناہوں کو معاف کر دیجئے

[۲] اے میرے اللہ میرے اور میرے ماں باپ اور جملہ مسلمان مرد وعورت کیساتھ دنیا اور دین میں وہ حسن سلوک کیجئے جیسکے آپ اہل ہیں وہ برتاؤ نہ کیجئے کہ جسکے ہم مستحق ہیں اے میرے آقا آپ معاف کرنیوالے حلم رکھنے والے عطا کرنیوالے کرم کرنیوالے نیکی کرنیوالے مہربان۔ رحم کرنیوالے ہیں۔

عرض کیا کہ اس ورد (مسبعات عشر) کا کرنے والا اگر ان نعمتوں سے محروم رہے جن سے میں بہرہ اندوز ہوا ہوں تو اس کو کیا فائدے حاصل ہونگے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر وہ اپنی دنیاوی حیات میں میرے دیدار اور جنت کے میوہ اور پاکیزہ شراب سے محروم رہا تو اس کے گناہ کبیرہ معاف ہو جائیں گے اور غضب الٰہی سے محفوظ رہے گا اور صاحب شمال ملائکہ۔ یعنی اعمال بد لکھنے والے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کے عمل بد ایک سال کی مدت لکھنے پھر حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا کہ جو شخص "سعید" ہوگا وہ اس کو ورد میں رکھے گا۔ اور جو شقی ہوگا وہ اس کو ترک کرے گا۔ اس خواب کے بعد حضرت ابراہیم تیمی رحمتہ اللہ علیہ چار مہینے زندہ رہے اور اس مدت میں کچھ نہ کھایا اور نہ پیا۔ بلا اکل وشرب دنیا میں رہے اور تندرست (یہ سارے اثرات جنت کے اکل وشرب کے تھے) اس واقعہ کو تفصیل سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے رسالہ "الفضل المبین من حدیث النبی الامین" میں زبان عربی نقل کیا ہے۔ یہ اس کا خلاصہ ہے اردو میں۔ اس ورد یعنی مسبعات عشر کا ورد خانوادہ قادریہ اور چشتیہ میں بھی ہے۔ فقط والدعا۔

جعفر علی فریدی غفر لہٗ از سمتی پور

مکتوب ۔ ۳۶

نور الوالدین   نورکم اللہ تعالیٰ

خط نے حال بتایا جس سے دل کو راحت ملی اور آنکھوں کا نور بڑھا رب تعالیٰ سلامت رکھے اور دینی و دنیاوی مرادات پوری کرے بفضلہ تعالیٰ اچھا ہوں۔ اور تمھاری والدہ اچھی ہیں

طریقہ چشتیہ:۔ میں اہم ذکر دوازدہ تسبیح ہے جو نفی اثبات کا ذکر جہری اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو رگ کیماس کو پاؤں کے انگوٹھے اور انگلیوں سے داب کر بیٹھے (رگ کیماس ران میں گھٹنے کے پاس ہے) سر کو بائیں زانوں پر جھکا کر لا کہتا ہوا سیدھے زانوں پر لاکر الٰہ کہتا ہوا سیدھے مونڈھے پر لے جا کر اِلَّا اللّٰہ کا ضرب دل پر بڑی شدت اور قوت آواز سے لگائے

۲۔ **شغل سہ پایہ** اس شغل کو دورہ چشتیہ بھی کہتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے۔ اَللّٰہُ سَمِیعٌ دل کی زبان سے کہتا ہوا ناف سے سانس ام دماغ پر لے جائے اور اس جگہ بِی یَسْمَعُ کہنے کا خیال کرے پھر اللّٰہُ بَصِیْرٌ کہتا ہوا سانس دل پر لائے اور اس جگہ بِی یُبْصِرُ کا تصور کرے۔ دل سے اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کہتا ہوا ناف پر لائے بِی یَنْطِقُ کا خیال کرے پھر ناف سے سانس اَللّٰہُ یَعْلَمُ کا خیال کرتا ہوا دماغ پر لے جائے۔ اور دماغ سے اَللّٰہُ بَصِیْرٌ کہتا ہوا دل پر سانس لائے پھر اَللّٰہُ سَمِیعٌ کہتا ہوا سانس ناف پر لائے۔ دورہ قادریہ اور چشتیہ کے اسمائے الٰہی ایک ہیں چشتیہ میں بِی یَسْمَعُ۔ بِی یُبْصِرُ۔ بِی یَنْطِقُ کا اضافہ ہے۔ اور نشست چار زانو ہے یہ شغل ذکر خفی کا ہے

۳۔ **پاس انفاس** ۔ چشتیہ کا پاس انفاس وہی ہے جو قادریہ کا ہے۔ قادریہ کے پاس انفاس کا طریقہ لکھا گیا ہے

۴۔ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ یعنی نو ۹۹ نام کا ورد مشائخ چشتیہ کے معمول میں ہے اس خاکسار کے ورد میں بھی داخل ہے اسمائے الٰہی کے توسّل سے حاجت روائی کی دعا کی جاتی ہے۔ اسمائے حسنیٰ (اسمائے الٰہی) کے فوائد مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف جلد دوم۔ ظفر جلیل شرح اردو حصن حصین۔ حصن حصین کی شرح ملا علی قاری محدث کی عربی میں اور مولانا فخر الدین محدث دہلوی کی فارسی میں ہے۔

۵۔ **چلہ نشینی** ۔ یعنی چالیس دن ایک زاویہ میں رہ کر اشغال و اوراد میں مشغول رہنا اس کی شرائط یہ ہیں۔ (۱) روزہ رکھنا (۲) شب بیداری کرنا (۳) کم بولنا (۴) کم کھانا (۵) کم ملنا (۶) برابر باوضو رہنا (۷) شغل برزخ (تصور پیر) رکھنا۔ جب چلہ کے مقام

زاویہ پر جائے تو اَعُوْذُ۔ بِسْمِ اللہ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر زاویہ پر دایاں پیر رکھے اور بایاں پیر رکھتے ہوئے پڑھے اللھم انت ولی فی الدنیا والاخرۃ وارزقنی محبتك واشغلنی بجمالك واجعلنی من المخلصین۔ ٥ پھر دو رکعت نماز نفل پڑھے جس کی پہلی رکعت میں آیت الکرسی اور دوسری رکعت میں آمن الرسول الخ ہو پھر یَا فَتَّاحُ پڑھے بعدہ ذکر وشغل میں مصروف ہو

یہ گنہگار رمضان شریف کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں داخل ہونیکے وقت اس پر عمل کرتا ہے کہ عصر کے وقت مسجد میں داخل ہوا الخ مغرب کی نماز پڑھ کے زاویہ اعتکاف میں پہنچا۔ زاویہ میں اس طریقۂ چلہ نشینی پر عمل پیرا ہوا۔

حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے الہام ربانی سے چند ذکر پنجابی اور ہندی زبان میں تلقین فرمائے ہیں جو بزرگان چشت میں ہیں پنجابی زبان کے ذکر کے الفاظ یہ ہیں۔ اُوہل تُوں۔ اِینہل تُوں۔ تُوہیں تُوں۔ طریقہ اس کا یہ ہے۔ اوہل تو کا ضرب دماغ پر اینہل تو کا ضرب نفس پر۔ توہیں تو کا ضرب قلب پر ہندی ذکر کے الفاظ یہ ہیں اُونہاں تُوں اِینہاں تُوں

اس ذکر کا طریقہ یہ ہے۔

اُونہاں تُوں کا پہلا ضرب سیدھے جانب اُونہاں تو دوسرا ضرب بائیں جانب اُونہاں تُوں کا تیسرا ضرب آگے کو اینہاں تو کا ضرب دل پر حَقْ حَقْ کا ذکر زبانی مخدوم شیخ عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ (صاحب توشہ) سے منقول ہے

حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ کی بابت مشہور ہے کہ بابا صاحب نے بارہ سال کنواں میں لٹک کر صلوٰۃ معکوس ادا کی لیکن اس کے پڑھنے کا طریقہ حضرت بابا صاحب سے منقول نہیں وہ کنواں منٹگمری کے علاقہ میں ہنوز موجود ہے جیسا کہ اس علاقہ کے پیمائش

---

٥ اے اللہ دنیا اور آخرت میں میرے آپ والی ہیں مجھ کو اپنی محبت دیجیے اور اپنے دیدار جمال میں مشغول کیجیے اور خلوص رکھنے والوں میں کیجیے۔

کرنے والوں نے بیان کیا ہے۔ چشتیوں میں حل مشکلات کے لئے صلوٰۃ کن فیکون ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ بدھ جمعرات جمعہ کی راتوں میں دو رکعت نماز صلوٰۃ کن فیکون کی نیت سے پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ الحمد ایک بار۔ سورہ قل ہو اللہ احد سو بار دوسری رکعت میں سورہ الحمد سو بار قل ہو اللہ احد ایک بار حسب معمول سلام پھیرنے کے بعد اے آسان کنندہ دشواریہا۔ اے روشن کنندہ تاریکیہا سو بار اَستغفِرُاللہ سو بار پھر درود شریف سو بار پڑھے۔ پھر گڑگڑا کے حضور قلب سے اپنی حاجت روائی کیلئے دعا کرے۔

بعض چشتی صاحبان کا معمول بعد نماز عشا دو رکعت نماز ہدیۂ روح حضرت بابا صاحب کے پڑھنے کا ہے اس کی نیت یوں ہے

نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل برائے ہدیۂ روح پاک حضرت شیخ فریدالدین شکر قدس سرہ سہروردیہ اور چشتیہ خانوادوں میں سماع سننا بھی ہے اور یہ سماع کا سننا قلب کو رقیق کرنے اور عشق الٰہی میں سوز و گداز پیدا کرنے کے لئے ہے۔ نہ لہو اور تفریح کے لئے۔ اس لئے کہ تفریح اور لہو کے لئے سماع سننا درست نہیں فقط

جعفر علی فریدی غفر اللہ لہٗ

مکتوب ۔ ۳۷

نور چشمانم مولوی مفتی محمد ابراہیم فریدی نور کم اللہ تعالیٰ بنور معرفتہٖ[۱]

بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہو گے احقر مع متعلقین بخیریت ہے۔

اما بعد جب ذاکر کے قلب میں ذکر کا اثر ہر لطیفہ پر پڑنے لگتا ہے تو جسلہ

---

۱ اللہ تعالیٰ آپ کو نور عرفان سے تاباں کرے۔

لطائف میں کیف پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور ان کیفیات کے اثر ایک نوع کے نہیں ہوتے بلکہ مختلف انواع اور اقسام کے۔ ان اثرات میں ایک اثر عشقی ہے جس سے سوز گداز پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اس کی ابتدا رقت قلب اور گریہ سے ہوتی ہے کبھی اس کا اثر آنی اور وقتی ہوتا ہے اور کبھی دیرپا۔ جیسی صلاحیت ویسا اثر۔ جتنی استعداد میں ترقی ہوگی اتنا ہی اثر میں عروج ہوگا۔ چونکہ رہروندۂ طریقت مختلف استعداد کے حامل ہوتے ہیں اسی اعتبار سے نسبت کا حضور ہوتا ہے۔ کسی میں نسبت عشقی کا کیف پروانہ کی طرح ہوتا ہے۔ کسی میں مرغان سحر کی مانند کسی میں بلبل کی سی کسی میں حیرت زدہ البیا پھر اس میں مقام نہیں جوں جوں کیف عشق بڑھے گا تاثر بھی ترقی کرے گا۔ کبھی کبھی عشق اتنا غالب ہوگا اور وفور پر ہوگا کہ جذب و مستی پیدا ہو جائے گی۔ کبھی خاموشی چھا جائے گی۔ کبھی ایسا معلوم ہوگا کہ قلب میں چنگاری دبی تھی جو یک بیک بھڑک اٹھی اور شعلہ بن کر سارے جسم کو سوزاں کر دیا

جب ذاکر کی حالت میں اس طرح کے اثرات رونما ہونے کا ظن غالب ہو تو اس کے لئے سماع سننا مفید ثابت ہوگا۔ بظاہر ایسے اثرات کے رونما ہونے کے امکان پر سماع سننا گویا کہ دبی ہوئی چنگاری میں ہوا دے کر بھڑکانا ہے ذاکر کو مقام سلوک سے گرانا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں ہے بلکہ سماع سننے سے ذاکر کی اندرونی حالت اور باطنی کیفیت کی اصلاح ہوگی۔ مثلاً ذاکر میں جلالی حدت جو رونما ہونے والی ہوگی وہ دب جائے گی مجذوبانہ و مستانہ کیفیت پیدا ہونے سے حفاظت ہوگی۔ قبض باطنی دور ہوگا۔ دل کا اضطراب جاتا رہے گا۔ سکون و طمانیت نصیب ہوگی۔ عشقی نسبت اعتدال پر آجائے گی۔ جس سے منازل سلوک بسہولت طے ہو جائیں گے۔

ہم چو نے زہر و تریاقے کہ دید   ہم چو نے دمساز و مشتاقے کہ دید

مثنوی مولانا روم

سماع کے سامعین بزرگوں نے سماع سننے کے لئے چند شرطیں بتائی ہیں جن کو اپنانا ہر سننے والے کے لئے ضروری ہے یہ بھی وضاحت میں آچکی ہے کہ سماع کا استماع (سننا) نہ ہر رہرو طریقت کے لئے ہے نہ ہر صوفی نہ ہر پیر۔ نہ ہر مرید کے لئے درست ہے۔ بلکہ

خاص صلاحیت واستعداد رکھنے والے کے لئے

بر سماع راست ہر تن چیز نیست ۔ طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست

مثنوی مولانا روم

عوام کے لئے سماع کا سننا مباح نہیں بلکہ گناہ ہے ۔

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر اکابر جو سماع سننے کے قائل ہیں ۔ متفقہ فرماتے ہیں لہٰ ھلہ حلالٌ ولغیرہ حرامٌ (یعنی جو سماع سننے کے اہل ہیں ان کے لئے سماع سننا درست ہے اور جو اہل نہیں ان کو سننا حرام ہے) اس مقولہ میں جو لغیرہٖ حرامٌ کا فقرہ ہے اس میں عوام داخل ہیں ۔ اور وہ پیر وصوفی بھی جو عندلیبانہ کیف ومستی کے استعداد سے محروم ہیں سماع سننے کی چھ شرطیں ہیں ۔۔۔۔۔

(۱) مستمع (۲) مسموع (۳) مسمع (۴) ارادہ (۵) اخوان (۶) زمان یہ چھ شرطیں ہوئی ان کی شرح یہ ہے

(۱) مستمع (سننے والا) وہ شخص ہو جس میں نسبت عشقیہ کا غلبہ ہو ۔

(۲) مسموع (جو سنا گیا) جو کلام سنتے ہیں آتا ہو وہ کسی حریق عشق صوفی کا ہو

۳ ۔ مسمع (سنانے والا) جو کلام سنا رہا ہو وہ بالغ ہو اور پابند شرع کسی صاحب عشق کا مرید یا معتقد خاص ہو ۔

۴ ۔ ارادہ (نیت) عشق الٰہی بڑھنے یا قبض باطنی کے دور ہونے کے لئے

۵ ۔ اخوان ۔ یعنی محفل سماع میں بیٹھنے والے سب عشقی نسبت رکھتے ہوں ۔ صرف زہد وعبادت کے حامل نہ ہوں ۔

۶ ۔ زماں (وقت) فراغت واطمینان وسکون کا وقت ہو ۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی مشغولی نماز اور جماعت سے محروم کر دے

آداب سماع بھی چھ ہیں ۔

(۱) سننے والے باوضو ہوں (۲) نشست دوزانو یا چار زانو ہو ۔ (۳) لطیفہ قلب پر توجہ ہو ۔ یا اس لطیفہ پر جس پر مرشد نے توجہ کرنے کا حکم دیا ہے ۔ (۴) محفل

سماع کے آغاز و انتہا پر فاتحہ خوانی ہو۔ اس فاتحہ میں ان بزرگ کا نام خاص طور پر لیا جائے جن سے سننے کی اجازت آئی ہے۔ مثلاً سلسلہ آبادانیہ میں عاشق الٰہی صوفی شاہ آبادانی سیالکوٹی مدفون دہلی اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دہلوی کے اسماء مبارکہ خاص طور سے لئے جاتے ہیں۔ (۵) سامعین میں جو کوئی وجد میں آکر کھڑا ہو جائے۔ تو ساری محفل کھڑی ہو جائے۔ (۶) کوئی صاحب نسبت بزرگ ہو جو صاحب کیف کو سینہ سے لگا کر توجہ دے [۱] اور نسبت عشقی کا فیضان کرے فقط والدعا [۱]

جعفر علی فریدی غفرلہ ۵ محرم ۱۳۵۴ھ

مکتوب ۔ ۳۸

ثمرہ قلبی باسمہ تعالیٰ رزقکم اللّٰہ تعالیٰ رزقاً حسناً

حل مشکلات اور رفع حاجات میں بزرگان قادریہ نے پنج گنج کبیر کا ورد

---

[۱] مکتوب سماع کے عنوان سے یہ مکتوب ماہنامہ کاشانہ صابری ۱۳۸۷ھ ربیع الاول میں چھپا پھر ماہ مئی ۱۹۶۸ء میں ماہنامہ درگاہ لکھنؤ نے شائع کیا جس پر ذیل کا پیش لفظ ادارہ نے سپرد قلم کیا۔

یہ مکتوب گرامی مرشد طریقت عارف باللہ حضرت مولانا مولوی جعفر علی فریدی مدفون خانقاہ قادریہ فریدیہ سر بیلا ضلع سہرسا صوبہ بہار نے اپنے جانشیں و خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب فریدی دامت برکاتہم فقیہہ بدایوں شریف کو ۵ محرم ۱۳۵۴ھ کو تحریر فرمایا تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس مکتوب گرامی کو ماہنامہ درگاہ لکھنؤ کے فریدی نمبر کیلئے مرحمت فرمایا ہے۔ جس کو شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ صاحب مکتوب نے سماع سے متعلق بہت اہم نکات پر روشنی ڈالی ہے (ادارہ)

کیا ہے اس ورد کی برکت سے مقصد میں کامیابی ہوئی ہے۔ پنج گنج کبیر یہ ہے۔

درود شریف ۱۱۱ بار (ایک سو گیارہ بار)

(۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (ایک سو گیارہ بار)

(۲) یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ۔ (اے حی اے قیوم آپ کی رحمت کا وسیلہ لیکر فریاد کرتا ہوں) (ایک سو گیارہ بار) (۳) رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ ۱۱۱ بار

(۴) حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ایک سو گیارہ بار

(۵) اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ایک سو گیارہ بار

درود شریف ایک سو گیارہ بار

پڑھتے وقت اپنے مقصد کا خیال رکھے اور بعد ختم دونوں ہاتھ پھیلا کر گڑگڑاتا ہوا اپنی حاجت روائی کے لئے دعا کرے

بزرگان نقشبندیہ نے رفع حاجات کے لئے نماز حاجت پڑھنے کی تلقین کی ہے اس کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ حاجات مشکلہ کے لئے چار رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد

(۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ [۱] سو بار دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ [۲] سو بار تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔ چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد فَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ سو بار۔ بعد سلام رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ [۳] سو بار

---

[۱] آپکے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپکی پاکی بیان کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ میں ظالموں سے ہوں۔

[۲] اِنِّیْ کے الف کے زیر کے ساتھ بھی قرأت ہے اگرچہ حفص کی قرأت الف کو زبر سے پڑھنا ہے جو ہماری قرأت ہے۔ دعا میں بزرگوں نے الف کو زیر سے بھی پڑھا ہے۔ اے میرے پالنہار۔ مجھ کو دکھ نے گھیر لیا ہے اور آپ بڑے رحم کرنیوالے ہیں

[۳] اے میرے پالنے والے میں لاچار ہوں۔ میری مدد کیجئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیتوں کو اسم اعظم بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ ان آیتوں کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے۔ اور مراد حاصل ہوتی ہے۔ قول الجمیل میں بھی یہی طریقہ لکھا ہے۔ میں نے بعض عالم اہل اللہ کو بوقت حاجت بہ عمل کرتے ہوئے دیکھا کہ وضو کیا۔ وضو میں مسواک کیا پھر دو رکعت نماز نفل ادا کی سلام پھیرنے کے بعد استغفار تسبیح اور درود شریف پڑھا پھر یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ (سَیِّدِنَا) مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا (سیدنا) مُحَمَّدُ[عہ] اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ۔ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ[۱] - (فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ) میں اپنی حاجت کو ذکر کیا ۔

اس دعا کو حصن حصین نے ترمذی شریف اور نسائی شریف ابن ماجہ اور حاکم سے نقل کیا ہے۔ یہ دعا حضرت عثمان بن حنیف صحابیؓ کی روایت سے منقول ہے جو نابینا تھے۔ حضرت عثمان بن حنیفؓ کو حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمایا ہے۔ یہ دعا ابن ماجہ۔ ترمذی شریف میں باب صلوٰۃ الحاجہ میں مذکور ہے۔

یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ[۲]۔ کا بارہ سو بار پڑھ لینا حاجت برآری کرتا ہے

اصحاب کہف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے اسمائے مبارک کے ورد سے اللہ تعالیٰ ہر حاجت اور ہر مشکل کو آسان کرتا ہے اور اس کے ورد رکھنے سے مقبول خلائق ہوتا ہے۔ کشتی غرق اور ہلاکت کے خطرہ سے محفوظ رہتی ہے اس کے ورد کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ اوّل درود شریف۔ پھر اصحاب کہف کے اسمائے مع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سات

عہ بندگوں نے یا محمدؐ میں محمدؐ سے پہلے یا کے بعد سیدنا کا لفظ بڑھایا ہے یعنی یا سیدنا محمد پڑھا ہے لیکن بہتر ہے کہ بجائے یا محمد۔ یا رسول اللہ۔ یا۔ یا نبی اللہ کہے جیسا کہ تفسیر جلالین جمل صاوی سے ظاہر ہوتا ہے۔

[۱] اے اللہ آپ سے درخواست کر رہا ہوں اور آپ کے نبی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وسیلہ لے کر آیا ہوں جو نبی رحمت ہیں اے اللہ کے رسول آپ کے وسیلہ سے اللہ سے درخواست کر رہا ہوں کہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے اے اللہ میرے حق میں اپنے رسول کی سفارش قبول کر لیجیے۔ [۲] انوکھی چیزوں کو ایجاد کرنے والے ساتھ خیر کے۔ اے ایجاد کرنے والے

بار۔ پھر درود شریف سات بار پڑھے۔ قید سے رہائی کے لئے ہر دن اصحاب کہف کے اسماء ایک سو ایک بار مع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور اول آخر درود شریف۔

اصحاب کہف کے اسماء یہ ہیں۔

یملیخا مکسلمینا کشفوطط آذرفطیونس کشافطیونس
تبیونس یوانس بونس کلبہم قطمیر

بیاض دلکشا فارسی میں ہے کہ قدوۃ العرفاء حضرت شاہ عبدالعلیم لوہاری رحمۃ اللہ علیہ مقام نگینہ ضلع بجنور باغ نان دہندہ میں اندرون خیمہ جلوہ گر تھے کہ ایک صاحب خیمہ میں آئے اور عرض کی کہ اے مرشد عالم میری تلوار گم ہو گئی ہے۔ حضرت قدوۃ العرفاء نے فرمایا کہ "خدا کی بارگاہ میں نذر مانو کہ اے رب میری گم شدہ تلوار مل جائے تو تیرے نیک بندوں کو کھانا کھلاؤں گا اور اس کا ثواب اصحاب کہف اور ان کے کتے کو پہنچاؤں گا۔"

اصحاب کہف کے نام کاغذ پر لکھ کر کسی بھاری چیز کے تلے رکھ کر دبا دے اور جب وہ چیز مل جائے تو حسب تفصیل کھانا پکوا کر آٹھ حصے کر کے آٹھ غریب نیک عمل مسلمان کو کھانا کھلادے اور نیت کرے کہ اس کا ثواب اصحاب کہف اور ان کے کتے کو پہنچے۔

تفصیل جنس یہ ہے۔ آٹا گیہوں ۲ سیر، گوشت (خصی) ۲ سیر، گھی سوا سیر، پیاز سوا چھٹانک، مسالہ مناسب

اصحاب کہف کے اسماء دیوار پر لکھنا یا کاغذ پر لکھ کر دیوار پر چپکانا دفع جن کیلئے مفید ہے۔ نیز آسیب زدہ کے گھر میں جا بجا چسپاں کر دینا اور بچوں کا نقش گلے میں ڈالنا فائدہ مند ہے۔ وبا اور بلا کے دفع کے لئے اصحاب کہف مع اسم سگ کا نام لکھ کر آویزاں کرنا یا بازو پر باندھنا نفع بخش ہے اس کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے

۷۸۶

۸	۲	۱۰
۹	۷	۴
۳	۱۱	۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِفَضْلِكَ الْقَدِيْمِ وَطَوْلِكَ الْعَظِيْمِ وَلُطْفِكَ الْعَمِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا

اَلْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ بِحُرْمَۃِ عِبَادِكَ الْمُقَرَّبِیْنَ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَالْاَبْدَالِ وَالْاَوْتَادِ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِاَسْمَاءِ مُحِبِّیْكَ اَلْخَوَاجَۃُ عَبْدُ الْکَرِیْمِ الْمَغْرِبِیْ اَلْخَوَاجَۃُ عَبْدُ الْجَلِیْلِ الْجَنُوْبِیْ اَلْخَوَاجَۃُ عَبْدُ الرَّحِیْمِ الْمَشْرِقِیْ اَلْخَوَاجَۃُ عَبْدُ الرَّشِیْدِ الشَّمَالِیْ وَبِاَسْمَاءِ اَصْحَابِ الْکَھْفِ ۔ یَمْلِیْخَا مَکْسَلْمِیْنَا کَشْفُوْطَطْ آذَرْ فَطْیُوْنُسْ کَنْنَا فَطْیُوْنُسْ تَبْیُوْنُسْ یُوَانِسْ بُرُسْ کَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ ؏

بلا اور وباء کے دفع کے لئے ذیل کا حصن لکھ کر دروازہ پر لٹکانا مفید ہے۔
وبائی امراض میں لکھ کر اس کو دروازہ پر لٹکائیں ۔

تَحَصَّنْتُ بِذِی الْعِزَّۃِ وَالْجَبَرُوْتِ ۔ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّ الْمَلَکُوْتِ ۔ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ ۔ اِصْرِفْ عَنَّا ھٰذَا الْبَلَاءَ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؎

یَا مَنْ لَطِیْفٌ کَمْ یَزَلْ ۔ اُلْطُفْ بِنَا فِیْ مَا نَزَلْ
اَنْتَ قَوِیٌّ نَجِّنَا ۔ عَنْ قَھْرِكَ یَوْمَ الْخَلَلْ

وبائی امراض اور ہیضہ کے دفع کے لئے درود تاج بکثرت پڑھنا اور بستی کے چاروں طرف آواز سے پڑھنا، گھر کے دروازہ میں دم کرنا سب فائدہ بخش ہیں ۔ بزرگان قادریہ نے درود تاج پڑھنے اور مل کر اجتماعی آذان دینے کو فائدہ مند بتایا ہے درود تاج میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت شریف ہے ۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سرتاپا رحمت عالم اور باعث دفع وبا والم ہیں ۔ دَافِعِ الْبَلَاءِ کا معنی یہ ہے کہ آپ بلا دور ہونے کے سبب ہیں ۔ آپ کے ذکر اور نعت گوئی اور درود پڑھنے سے آفتیں، مصیبتیں سب ٹل جاتی ہیں اور وبائی امراض دور ہوجاتے ہیں ۔ اگرچہ ٹالنے والا مصائب کو دور کرنے والا "اللہ تعالیٰ" ہے

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا ۔ سیرت بیان کرنا ۔ سیرت کا سننا ۔ سیرت کی کتابیں پڑھنا اور سنانا ۔ درود شریف پڑھنا ۔ نعت گوئی کرنا ۔ ذکر میلاد شریف کرنا سب

؏ اے اللہ آپ کے قدیم فضل اور عظیم نعمت اور عام لطف کے واسطہ سے پناہ ڈھونڈھتا ہوں ۔ اے اللہ ہم سب سے ہر طرح کی بلاء اور وباء دور کر دیجئے ۔ اپنے مقرب بندے انبیاء مرسلین، شہداء، صالحین ۔ ابدال ۔ اوتاد کے طفیل میں ۔ اے اللہ آپ کے محبین بندے خواجہ عبد الکریم مغربی ۔ خواجہ عبد الجلیل جنوبی ۔ خواجہ عبد الرحیم مشرقی ۔ خواجہ عبد الرشید شمالی اور اصحاب کہف کے اسماء مبارکہ کا وسیلہ لے کر عرض کر رہا ہوں ۔

؎ بڑی قوت اور زبردست طاقت والے کی پاسبانی میں آیا ہے اور بڑی سلطنت والے کی پناہ میں ۔ اور اس حی پر بھروسہ کیا جو کبھی بھی نہیں مرے گا ہم سب سے اس بلا کو دور کیجئے ۔ بلاشبہ آپ دور کرنے پر قدرت رکھتے ہیں ۔

موجب رحمت اور نزول برکت رفع آفت ہیں۔ اس کا تجربہ احقر خادم اہل اللہ کو اور میرے کئی پیر بھائیوں کو ہے۔ قصیدہ بردہ کا ورد بھی نافع ہے۔

دفع بلیات اور شفائے بیماران کیلئے امام بخاری کی ثلاثیاتؒ کا ورد مفید ہے۔

امام بخاری کی ثلاثیات کی تعداد سولہ ہے اور مکررات کو لیجئے تو بائیس ہیں نول کشور پریس میں علیحدہ چھپی ہے مع ترجمہ کے۔

دلائل الخیرات کا ورد ظہر کی نماز پڑھ کے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کیا کرتے تھے۔ یہ دینی اور دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے نفع بخش پایا گیا ہے اور دلائل کا ورد بزرگان قادریہ۔ نقشبندیہ۔ چشتیہ کے معمولات میں داخل ہے اس کے فوائد کثیر ہیں۔ دلائل الخیرات حضرت محمد بن سلیمان جزُولی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ہے جو شاذلی طریقہ کے شیخ اور علم حدیث و فقہ کے جید عالم تھے۔ جزول کے رہنے والے۔ جزول ملک بربر کا قصبہ ہے۔ یکم ربیع الاول ۸۷۰ھ مقام سوس میں فجر کی نماز کی پہلی رکعت کے سجدہ میں وفات پائی۔ سوسؒ میں دفن ہوئے۔ سوس علاقہ بربر کا قصبہ ہے۔

بارہ ہزار مرید اور بارہ ہزار شاگرد حدیث و فقہ میں تھے۔

ہندوستان میں دلائل الخیرات کے دو نسخے مروّج ہیں۔ ایک مغربی دوسرا احمر نیری حضرت مولانا مولوی حاجی محمد شکور اور مولانا مولوی حاجی محمد ظہور رحمتہ اللہ علیہما ساکنان مچھلی شہر ضلع جونپور نے فرمایا۔ ہماری حاضری کے ایام میں مدینہ طیبہ میں دو بزرگ شیخ

ؒ بخاری شریف میں جہاں جہاں ثلاثیات ہیں ان کی تصریح کتب بخاری میں (جو درس میں داخل ہے) ملے گی

ؒ دفن کے ۷۷ سال بعد قبر سے لاش نکال کر مراقش میں بمقام ریاض العروس میں دفن کیا گیا۔ لاش اسی حالت میں۔ وہی جیسی سوس میں دفن ہوئی تھی۔ ۷۷ سال کے مدید زمانے نے لاش مبارک میں کسی قسم کا تغیر پیدا نہیں کیا۔ صلحا کہتے ہیں کہ آپ کے مزار سے مشک کی خوشبو برآمد ہوتی ہے۔

مزرع الحسنات فارسی مطبوعہ نول کشور پریس ۱۲۸۸ھ۔

آپ نسبتاً حسینی سید ہیں۔

الدلائل تھے۔ دونوں ایک استاد کے شاگرد تھے۔ ایک حضرت سید محمد بن احمد بن عبدالرحمن مغربی رحمۃ اللہ علیہ دوم حضرت علی بن یوسف مالک باشلی حریری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ اول کا مروی نسخہ مغربی سے دوم کا حریری سے مشہور ہے حضرت سید محمد مغربی علیہ الرحمۃ صبح میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت کے وقت مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور روضہ منورہ کے مواجہہ میں بیٹھ کر عشا کی نماز تک جماعت کثیرہ کو دلائل الخیرات کا درس دیتے جس سے روزانہ پندرہ ختم دلائل کے ہوجاتے حضرت علی حریری رحمتہ اللہ علیہ مسجد نبوی کے **باب السلام** کے قریب مکان کی چھت پر مواجہہ روضہ شریف بیٹھ کر دلائل کے ورد میں مشغول ہوجاتے اور جو طالب آتا ان کو دلائل کا درس دیا کرتے۔ دوپہر سے پہلے اپنے حریر (ریشم) کی دکان پر بیٹھتے اس وقت بھی جو طالب آتا درس دلائل کا دیتے۔ یہ حریری کی دکان باب السلام کے پاس تھی۔ مسجد نبوی میں پنجگانہ نماز کے بعد خصوصاً مغرب سے عشا تک مسجد نبوی میں رہ کر دلائل میں مشغول رہتے یہ دونوں بزرگ ایک استاذ کے شاگرد اور دونوں حافظ دلائل تھے۔ دونوں بزرگ کے مروی نسخوں میں باہم اختلاف ہے۔ جناب مولوی محی الدین زینبی الہ آبادی نے (جو مولانا مولوی محمد ظہور اور مولانا مولوی محمد شکور مچھلی شہری[1] رحمتہ اللہ علیہما کے مجاز ہیں) ۱۳۰۹ھ مطبع انوار[2] احمدی الہ آباد میں دلائل الخیرات کا مغربی نسخہ چھاپا اور آخر میں جدول ضم کر کے دونوں نسخوں یعنی مغربی اور حریری کے اختلاف اور کم و بیش کو بقید صفحہ اور سطر لکھا۔ کانپور کے مشہور اور مستند پریس مطبع نظامی[3] میں حاجی روشن خان اور ان کے صاحبزادہ حاجی عبدالرحمان خان شاکر مرحوم نے مغربی نسخہ کو بار بار اچھے اہتمام اور صحت سے چھاپا۔ حضرت پیر مرشد علیہ الرحمۃ بھی دلائل الخیرات بروایت مغربی ورد فرمایا کرتے تھے آپ کو اجازت حضرت مولانا مولوی محمد شکور مچھلی شہری سے حاصل تھی۔ مولانا مولوی محمد شکور صاحب کا سلسلہ اسناد یہ ہے۔

---

[1] مولانا کا انتقال ۱۳۰۰ ہجری میں مچھلی شہر ضلع جونپور (یوپی) میں ہوا۔ [2] اس طباعت کا ایک نسخہ احقر محمد ابراہیم فریدی غفراللہ لہٗ کے پاس بھی ہے [3] افسوس کہ مطبع نظامی کا پنور مرحوم ہوگیا۔ ۱۹۲۸ء میں اس کے مالک مولوی ابوسعید خان صاحب کا نپور میں سے ملاقات ہوئی تھی۔ محمد ابراہیم فریدی سستی پوری۔

مولانا محمد شکور مچھلی شہری کو اجازت حضرت سید محمد بن احمد بن عبد الرحمٰن الشریف حسنی مغربی ملقب صاحب دلائل الخیرات سے۔ آپ کو حضرت محمد بن احمد المثنیٰ سے۔ آپ کو حضرت احمد بن الحاج سے۔ آپ کو حضرت احمد مقری سے۔ آپ کو حضرت عبد القادر فارسی سے۔ آپ کو حضرت احمد بن ابی العاس صمعی سے۔ آپ کو حضرت سملال سے۔ آپ کو حضرت عبد العزیز تباعی سے۔ آپ کو حضرت مؤلف دلائل الخیرات جناب محمد بن سلیمان جزولی حسنی قطب ربانی سے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ دلائل الخیرات کے ہر نسخہ میں خواہ مغربی نسخہ ہو یا حریری سات حزب ہیں جن کو سات منزل کہتے ہیں۔ ہر حزب (منزل) کے پڑھنے کا دن مقرر ہے یہ تقرر محض پڑھنے کی سہولت کیلئے کیا گیا ہے۔ ورنہ ہر روز پوری دلائل الخیرات پڑھی جا سکتی ہے۔ بلکہ توفیق نصیب ہو تو ایک دن میں دلائل کی کئی ختم کی جا سکتی ہے۔ سات حزب (منزل) کی تفصیل یہ ہے کہ دوشنبہ (پیر) کو پہلا حزب۔ سہ شنبہ (منگل) کو دوسرا حزب۔ چہارشنبہ (بدھ) کو تیسرا۔ پنجشنبہ (جمعرات) کو چوتھا۔ جمعہ کو پانچواں۔ شنبہ (سنیچر) کو چھٹا۔ یکشنبہ (اتوار) کو ساتواں۔ دوشنبہ (پیر) کو دلائل الخیرات کا اخیر حصہ یعنی آٹھواں حزب پڑھ کے اسمائے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پڑھے پھر پہلا حزب (منزل) پڑھے اسمائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دلائل الخیرات میں دو سو ایک ہیں۔

ہر اسم کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ وَعَلٰی سَیِّدِنَا اَحْمَدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ وَعَلٰی سَیِّدِنَا حَامِدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اسی طرح آخر اسم شریف تک۔ دلائل الخیرات میں جہاں کہیں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف آیا ہے۔ وہاں اسم شریف سے پہلے سیدنا کہے اگرچہ دلائل میں چھپا

سہ آپ کانپور کے مطبوعہ دلائل الخیرات میں سیدنا چھاپ دیا گیا ہے۔ اب عموماً حریری نسخہ دستیاب ہو رہا ہے مغربی نسخہ کالعدم ہے چونکہ مولانا عبد الحق الہ آبادی قدس سرہٗ شیخ الدلائل مہاجر، مدینہ طیبہ مؤلف اکلیل شرح تفسیر مدارک التنزیل الدر المنظم فی مولد نبی المعظم وغیرہ حضرت علی پاشلی حریری کے مجاز تھے۔ آپ ہی کی تصحیح کے مطابق کانپور میں دلائل الخیرات چھپتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجازت میں مغربی، حریری نسخوں کی کوئی تخصیص نہیں۔ جو نسخہ دستیاب ہو ورد میں رکھے۔

نہیں ہے

جعفر علی فریدی۔ از خانقاہ شریف آرہ (شاہ آباد) صوبہ بہار

مکتوب - ۳۹

راحت القلوب زیدحکم اللہ تعالیٰ

بفضلہ تعالیٰ اس اطراف میں امن دامان ہے۔ بقرعید کے ایام امن وسلامتی سے گزر گئے ہیں مدھوبنی کے علاقہ تھانہ بینی پٹی میں قربانی کے دنوں میں ہنگامہ ہوئے جس سے اس علاقہ کے مسلمانوں میں خوف وہراس پھیلے ہوئے ہیں مدھوبنی سے بھائی مولوی[1] نثار الدین صاحب کا خط خیریت کا آگیا ہے۔

برادر طریقت حضرت مولوی تصدق حسین صاحب قادری آروی علیہ الرحمۃ والغفران بزرگ صاحب دل خوش بیان واعظ اور میرے محسن تھے۔ مجھ کو مولوی صاحب مرحوم ہی گورکھپور سے آرہ لائے۔ اور حضرت پیر مرشد سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے دست پاک میں مرا ہاتھ دیا۔ آپ ہی کے صاحب زادہ مولانا عبد السلام آروی ہیں۔ جو برابر احقر کے یہاں

---

[1] آپ فارسی کے استاد خوشنویس نیکدل پابند شرح واقف طریق قادری بزرگ تھے۔ ۱۳ شعبان ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء در بھنگہ محلہ میر سنجن میں فوت ہوئے حضرت بھیکا سلانی رح کی قبرستان میں دفن کئے گئے۔ تاریخ وصال یہ ہے معنفہ قاضی نوشہ عباسی مرحوم

آمدہ برلب فغان چون دست بیدا داجل۔ مولوی سید نثار الدین را از ما بُرد۔ بُرد ذاتش مایۂ فخر و مباہات وطن۔

احترام او بقلب ہر جوان و پیر و خرد۔ منزل حرمان غم در بھنگہ شد از رفتنش۔ شہریاراں از تپ ہجراں او دلہا فسرد۔

در جوار حضرت بھیکا سلانی ؒ بعد مرگ۔ خلق زیر خاک این گنج گراں مایہ سپرد۔ بہر سال رحلتش نوشہ بقلب زار گفت۔

سیزدہ شعبان و روز شنبہ اے وائے بمرد۔ (از گورستان تاریخ)
۱۹۵۹ء

قدم رنجہ فرماتے ہیں۔ اچھے واعظ اور صاحب ذکرو مراقبہ بزرگ ہیں۔ حضرت مولوی تصدق حسین کا مزار شہر آرہ محلہ دودھ کٹورا کی قبرستان میں ہے جناب ڈاکٹر سید عبدالعظیم صاحب[1] بازوی مقیم بھیدتہ آپ ہی کے مرید ہیں۔ آپ کے ورد زبان دو رباعیاں رہتی تھیں جن کو اکثر سنایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان دو رباعیوں میں تصوف کی تعلیم ہے ان کو یاد کر لو۔

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ ۔۔۔ دہ چیز برون کن از درون سینہ
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت ۔۔۔ بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

رباعی دوم

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم ۔۔۔ نہ چیز بنفس خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین ۔۔۔ تفویض و توکل و رضا و تسلیم

اور فرماتے تھے کہ تہجد پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر سوچو کہ آج فلاں فلاں کار خیر کرنا ہے پھر دن بھر ان سوچے ہوئے کاموں کی نگہداشت کرو اور سونے کے وقت فکر کرو کہ آج کون کون عمل خیر ہوئے۔ اور کون کون بد عمل خیر ہونے پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اور عمل بد ہونے پر نفس کو ملامت کرو۔ اور استغفار پڑھو۔ سوتے وقت کاموں کی فکر جو دراصل اپنے دن بھر کاموں کا حساب لینا ہے اس کو تصوف کی اصطلاح میں محاسبہ۔ اور کاموں کی نگہداشت کو مراقبہ۔ اور کاموں کے سوچنے کو مشارطہ کہتے ہیں۔ حضرت مولوی تصدق حسین صاحب ذاکر۔ عاشق پیر اور شیدائی تھے۔ سمستی پور کئی بار تشریف لائے اور خاکسار کے مہمان ہوئے۔ حضرت حاجی نتھو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کو داتا نتھو شاہ بھی کہتے ہیں۔ صاحب نسبت پابند شرع نقشبندی بزرگ تھے۔ ایک سو پانچ یا ایک سو چھ سال کی عمر پائی۔ سالہا سال مکہ شریف میں رہے آپ کے صاحبزادہ حاجی حافظ عبدالقادر صاحب مکہ مکرمہ میں ہی پیدا ہوئے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی مہاجر مکہ معظمہ کے مرید تھے ۸ رجمادی الاولیٰ کو ظہر کی نماز میں بحالت سجود وصال فرمایا۔ ۱۳۲۲ھ تھی۔ جنازہ کی نماز مولانا

---

[1] آپ حضرت مولانا حاجی شاہ محمد مبارک حسین صاحب دربھنگوی کے خلیفہ اور صاحب رشد و سلسلہ بزرگ ہوئے ہیں بھیوتہ قریب کھگڑیا ضلع مونگیر میں خانقاہ و مزار ہے۔

شاہ ابوالخیر غازی پوری نے پڑھائی۔ جنازہ اور تدفین میں مجمع کثیر تھا۔ مولانا ابوالخیر غازی پوری کی تشریف آوری سمستی پور یوں ہوئی تھی کہ سمستی پور میں مقلدین اور غیر مقلدین کا جھگڑا مچا ہوا تھا۔ پیشوائے نامقلداں مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی مرحوم کا زور تھا۔ اہم مسئلہ جمعہ کی نماز کی نزاع تھا۔ بڑی ردّ و کد کے بعد جانبین سے طے پایا کہ غیر مقلدین (اہل حدیث) کے جمعہ کی نماز چھوٹی مسجد (قریب اسٹیشن) میں ہوگی۔ جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے نہیں آئیں گے۔ اس نزاع کے فیصلہ کے حکم مولانا ابوالخیر صاحب کو طرفین نے تسلیم کر لیا تھا۔ تین علماء اور بھی شریک مشورہ تھے۔ اس وقت سمستی پور کے مسلمانوں کی ایک انجمن تھی۔ جو انجمن حمایت اسلام سمستی پور سے نامزد تھی اس انجمن کا ممبر کوئی غیر مقلد نہیں صرف احناف تھے

حضرت حاجی نتھو شاہ صاحب قدس سرہٗ دن اور رات میں صرف ایک وقت دن کو کھانا کھاتے تھے۔ نمازی کے ہاتھ کا دھلا کپڑا پہنتے تھے کمر خمیدہ ہوگئی تھی پہلے املی کے تنہ کے کھول میں رہا کرتے تھے املی کا پیڑ بڑا تناور اور پھیلا ہوا تھا۔ جو آپ کے مزار کے اتر کچھ فاصلہ پر تھا۔ آغا صاحبان یعنی سرحدی پٹھان اور افغانی، مسلمان ہندو، سنی، شیعہ سب آپ کے معتقد تھے۔ ایک شیعہ ڈپٹی مجسٹریٹ سمستی پور نے جو ڈپٹی غوثی کے نام سے مشہور تھے حجرہ بنا دیا۔ جس میں آپ رہنے لگے۔ اسی میں مدفون ہیں۔ دربھنگہ محلہ میر مجن کے رہنے والے تھے جب میں آرہ سے آکر سمستی پور میں مقیم ہوا تو فرمایا اے بیٹے مولوی جعفر علی تم رہو کیونکہ میرا وقت اب آگیا ہے۔ اس وقت محمد سعید مرحوم گود میں تھے۔ اور محمد حسن مرحوم چلتے پھرتے تھے۔ حضرت حاجی نتھو شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خادم درگاہی میاں تھے۔ اور مرید حاجی ابوالحسن صاحب ساکن موضع اکبر پور پتیونجیا ہیں۔

عزیزہ کلثوم سلمہا بنت منشی عبدالواحد داناپوری مرحوم کے مکان کے پاس قبرستان میں ایک قدیم بزرگ کا مزار ہے جن کا نام شہید الدین ہے۔ حضرت مخدوم جلال الدین عرف جلال پیر قدس سرہٗ چشتی بزرگ ہیں۔ مزار پاک ایک کھجور کے پیڑ تلے تھا جو پیڑ بڑا اور تناور تھا۔ اس کے قریب پختہ کنواں اور ایک مسجد کی ٹوٹی تھی جو عہد مغلیہ کے درمیانی عہد کی تعمیر کا پتہ دے رہی تھی۔ افسوس کہ حوادث روزگار سے دونوں نشان جاتے رہے۔ حضرت مخدوم جلال صاحبؒ

کے پہلو میں متصل جانب غرب حضرت شاہ بدرالدین چشتیؒ کا مزار ہے اور چند قبور پرانی اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں۔ خودرو کھجور کے درخت ہر طرف اگے ہوئے تھے۔ مزار کے چاروں طرف سے لے کر گنڈک کے کنارے تک کھجور ہی کھجور تھے ان کھجوروں کے بن میں کئی پکے کنویں بھی تھے۔ کھجوروں کا جنگل کاٹ کر عید گاہ بنی اور دینیات کا مدرسہ بنا۔ مدرسہ اور عید گاہ کی تعمیر کے محرک مولانا مولوی امام الدین صاحب پیلی بھیتی واعظ اور پیر تھے۔ اور ریلوے لائن بچھی مغلوں کے عہد کے کاغذ دیکھنے سے پتہ چلا کہ یہ کل آراضی قبرستان تھی۔ یہاں مسلمانوں کی آبادی تھی۔ اس کا نام بنگرا تھا۔ بنگرا کاشی پور کہا جاتا تھا۔ احقر نے مخدوم جلال پیر کا عرس ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱) سے شروع کیا ہے۔ جو بفضلہ تعالیٰ ہنوز قائم ہے۔ قرآن خوانی، میلاد شریف۔ فاتحہ۔ چادر پوشی۔ عرس کے معمولات ہیں۔ کئی سال کے جدوجہد پر۔ بی۔ این۔ ڈبلو ریلوے سے میرے نام (جعفر علی فریدی ولد اکبر علی) ۱۹۳۵ء میں آراضی مزار کا بیعنامہ ہوا۔ رجسٹری لہریا سرائے دربھنگہ سے ہوئی آہنی احاطہ کھنچ گیا ہے۔ چبوترا پختہ بن گیا ہے دروازہ بن رہا ہے۔ نالہ پر آمدورفت کے لئے پختہ پل بن گیا ہے۔ ؎

بداندیش آتش حسد میں ہنوز سوزاں و بریاں ہیں۔

بہادر پور میں جمن میاں کے گھر کے سامنے ایک بزرگ کا مزار ہے جو قلندری سلسلہ کے درویش ہیں سرمست نام رکھتے تھے۔ پرانے لوگ سمستی پور کو سرمستی پور کہا کرتے تھے۔ پھر تخفیف ہو کے اب اسی نام سے مشہور ہے۔ قدیمی کاغذات میں موضع سمستی پور لکھا ہے۔ یہ چند گھروں کی چھوٹی بستی تھی۔ سرمست قلندر کے مزار کے پاس بانس کے پیڑوں کی کوٹھیاں تھیں جس میں ایک بڑا سانپ لمبا موٹا رہا کرتا تھا۔ مگر کسی کو کبھی نہیں ستایا۔ جب اس خاکسار کی فہمائش سے مزار پختہ بنا اور بانس کاٹے گئے اسوقت بھی سانپ موجود تھا۔ جس کو سب لوگوں نے دیکھا کئی دنوں تک چپ چاپ زمین پر مزار کے پاس پڑا

؎ ۱۹۶۲ء میں پختہ حجرہ مزار شریف کے پائیں میں تعمیر ہوا۔ پھر مزار شریف پر پختہ چھت ۱۹۶۶ء میں بنی منتظم مولوی سید احمد ادیب فریدی سلمہٗ ہیں۔ محمد ابراہیم فریدی غفرلہ یکم ستمبر ۶۹ء۔

رہا پھر غائب ہوگیا۔ جناب بھائی مولوی نثار الدین صاحب[1] نے مزار پر نام کندہ کر دیا۔ خاکسار کے کہنے پر ۱۱۔ ربیع الآخر تاریخ عرس مقرر کیا گیا۔ جس کو جمن میاں برابر کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں پر پرانا قبرستان تھا۔ یہ مزار بھی قدیم ہے سمستی پور بیٹھیا گاچھی کے پیچھے اتر کی طرف ڈھاپ کے شروع کنارے پر ایک بزرگ کا مزار ہے جن کا نام محمد افضل پیر ہے یہ سمستی پور کے قرب وجوار کے کسی موضع کے باشندہ تھے۔ مزار شکستہ ہوگیا تھا جسکو کچھی بیوپاریوں نے درست کرکے پختہ چھت بنا دیا ہے۔ جس آراضی پر ہر اتوار کو بازار (ہاٹ۔پیٹھ) لگتا ہے پرانا قبرستان ہے۔ العزیز کے نانا حضرت سید احمد علی رضوی قمی ولد میر معصوم علی رضوی قمی لاہوری پابند شرع اور صاحب عملیات تھے جن کے ایک نظر سے بھوت پلید دور ہو جاتے تھے[2]

مجی حکیم نعمت علی خاں صاحب قاضی پورہ (ڈومراؤں) ضلع آرہ شاہ آباد کے ساکن ہیں آپ کے والد چھدو خان کے نام سے مشہور تھے حضرت مفتی محمد وحید صاحب قادری قاضی پوری کے مرید خلیفہ تھے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ حضرت مولانا حاجی قاضی عنایت حسین عباسی چڑیا کوٹی کے مرید وخلیفہ اور حضرت شاہ عبد العلیم صاحب آسی سکندر پوری غازی پوری کے ماموں زاد بھائی اور سمدھی تھے۔ مفتی صاحب کو نسبت قادریہ میں بڑا غلبہ تھا۔ حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے عاشق اور بڑے فدائی تھے۔ یکم ربیع الآخر سے ۱۷ ربیع الآخر تک سترہ دن برابر آپ کے یہاں محفلیں ہوتیں

---

[1] مولوی سید نثار الدین ولد انسار الدین ولد سید شاہ اقبال الدین ساکن مفتی محلہ۔ دربھنگہ۔ احقر نے آپ سے فارسی پڑھی اور لکھنا سیکھا۔ ۱۹۴۱ء میں رحلت کی۔

[2] اس سلسلہ کے دو واقعہ درج ذیل ہیں۔ (۱) کریم بخش صاحب انباپوری مرحوم مقیم سمستی پور کے عزیزہ پر آسیب کا سخت اثر تھا جس کے دور کرنے کے لئے بہت تدبیریں کیں لیکن کوئی کارگر نہیں ہوئیں ایک دن آپ کو بلا کے لے گئے۔ آپ نے جاتے ہی فرمایا کہ تو چلا جا میں فاطمی سید امام رضا کی نسل میں ہوں جلا کر خاک کر دوں گا۔ یہ فرماتے ہی اثر جاتا رہا اور آسیب زدہ بالکل آرام پاگئی۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ وزیر علی صاحب خلیفہ ساکن بہار شریف ضلع پٹنہ کے والد میرے جاکر ایک عزیزہ کو دکھایا دیکھتے ہی آسیب بھاگا۔ اور آسیب زدہ اچھی ہوگئی یہ بھی خاندانی روایت ہے کہ نسل میں آسیب کا اثر نہیں ہوگا

اور فاتحہ خوانی۔ اخیر تاریخ میں عام کھانا ہوتا تھا حضرت مولانا قاضی عنایت حسین صاحب چڑیاکوٹی رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولوی شاہ عبدالکریم[ملہ] خان صاحب ساکن اسلام نگر ضلع سہارن پور کے مرید و خلیفہ تھے۔ عرصہ تک قدوۃ العرفاء حضرت شاہ عبدالعلیم علوی لوہاری علیہ الرحمتہ کی صحبت و تربیت میں رہے۔ اور خلافت طریقت سے نوازے گئے۔ حضرت قاضی صاحب کا وصال[سنہ] ۲۰ ربیع الاول ۱۳۰۵ ہجری میں بمقام چڑیاکوٹ ضلع اعظم گڑھ ہوا۔ بوقت وصال یہ مصرع خودبخود زبان پر جاری ہوا۔

"من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی"

مدفن چڑیاکوٹ ضلع اعظم گڑھ (یوپی) ہے۔ حکیم نعمت علی خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے قدیم دوستانہ تھا۔ اس سبب سے آرہ سے آنے پر آپ کے یہاں قیام کیا اور آپ کے صاحبزادوں کا معلم اور اتالیق ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک مذہبی مدرسہ قائم کیا گیا جس میں مدرس ہوا۔ اب اس مدرسہ کی زمین پر مسجد بن گئی ہے جو گدڑی کے قریب ہے۔ اس مسجد کی تعمیر ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔ حکیم صاحب مرحوم عابد ذاکر غریب یتیم پرور بزرگ ہوئے ہیں۔ کئی یتیم اور غریب بچوں کو پالا اور تربیت دی۔ دھورا جو دھرم پور میں ہے اور گوشت فروشی کا کام کرتا ہے اس کی پوری کفالت اور پرورش حکیم صاحب نے کی ہے۔

بدرالدین ہوٹل والے حکیم صاحب کے مرید اور حکیم صاحب کی دعا سے خوش اقبال ہوئے۔ حکیم صاحب ۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں فوت ہوئے تاریخ وفات پر میلاد شریف اور فاتحہ خوانی ہو جاتی ہے۔

اکبر[ملہ] خانصاحب مرحوم ریٹائرڈ ڈرائیور انبالہ کے قریب رہنے والے تھے۔ بہت دن گورکھپور میں رہے پھر بستی پور آئے ان سے تعلق میل وجول گورکھپور سے ہوا۔ میرے بعض عزیزان

[ملہ] خان صاحب کی نسل سے بستی پور میں کوئی نہیں ہے تقسیم کے بعد خانصاحب کا پوتا محمد حسن مشرقی پاکستان چلے گئے

[ملہ] حضرت شاہ عبدالکریم خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ اسلام نگری مرید و خلیفہ امام الزاہدین حضرت حافظ احسان علی فریدی پاک پٹنی کے اور حضرت امام الزاہدین مرید و خلیفہ عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ آبادانی دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے۔ حضرت شاہ عبدالکریم صاحب اور امام الزاہدین کے حال اور قاضی صاحب کے ارادت بیعت و اجازت کا ذکر بیاض دلکشا مؤلفہ حضرت مولانا حاجی نصراللہ خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔ خویشگی خورجوی میں ہے۔ ۷ ۔ از آئنہ مبارک مؤلفہ مولوی سید حسن صاحب مرحوم

کے ساتھ کام کرتے تھے۔ حاجی گھسیٹا صاحب مرحوم میرے پیر بھائی تھے۔ ۱۳۱۷ھ میں مرید ہوئے۔ بابو امان خان صاحب اور ہیگن خان صاحب سمستی پور کے قدیم باشندہ ہیں۔ جس رقبہ میں ان صاحبوں کا مکان ہے۔ وہی سمستی پور کہلاتا ہے۔ اس کا رقبہ اسٹیشن کے آگے تک ہے۔ جامع مسجد گدری بازار۔ مون چند لین اس کے آگے تک مگر دہی کہلاتا تھا۔ مگر دہی سمستی پور کے مقابل میں بولا جاتا تھا۔ اب محلہ کی صورت میں ہے اور سمستی پور پورے ٹاؤن کا نام ہے۔ جس کے محلے۔ مگر وہی۔ بہادر پور بنگرہ کاشی پور وغیرہ ہیں مگر دہی کا نام کاغذات میں کریم آباد بھی ہے۔ چھوٹی مسجد کی زمین ان صاحبان کی تھی شمس الدین صاحب نے مسجد بلا اجازت بنائی۔ حکیم مولوی محمد عمر صاحب اور دیگر صاحبان کے کہنے پر جن میں یہ بد نام کنندہ اسلاف جعفر علی فریدی بھی تھا خان صاحبان نے مسجد کی زمین وقف کر دی۔ سمستی پور کی جامع مسجد ۱۳۰۶ھ میں بنی ہے شیخ فضل علی صاحب مرحوم ساکن متھرا پور نے گنبد والا حصہ بنایا باقی حصے چندے سے بنے۔ کنواں حاجی گھسیٹا صاحب کی وفات پر ایصالِ ثواب میں ان کی اولاد نے بنایا۔ لوہے کی چادروں کی چھت حاجی رحمت علی صاحب نے بنائی۔ جو ۱۹۳۴ء کے زلزلہ میں جاتی رہی۔

شیخ فضل علی صاحب مرحوم کا ارادہ موضع چکنور میں مسجد کی تعمیر کرانے کا تھا۔ لیکن سمستی پور کے باشندوں کے اصرار پر ارادہ فسخ کیا۔ مسجد کی اراضی قبرستان کی ہے۔ جناب فضل علی صاحب کا ارادہ حج کا ہوا۔ بیوی نے ہمراہ جانے کی آرزو ظاہر کی۔ روپے کی کمی سے نہیں جا سکے۔ اسی رقم سے مسجد بنائی۔ شیخ فضل علی صاحب جامع مسجد کے دروازہ کے متصل دفن ہیں۔[۱]

اندرون شہر دربھنگہ ڈیوڑھی پر مسجد کے حجرہ میں ایک ولایتی بزرگ اقامت گزیں تھے۔ جو غزنین کے ساکن اور سلسلہ مجددیہ سے متعلق تھے نام عبدالکریم اور مشہور مولانا

---

[۱] موضع اعظم گڑھ کے رہنے والے سمستی پور میں طبیب تھے اور جامع مسجد میں امام الجمعہ تھے طویل علالت سے مئو میں ۱۹۳۴ء میں انتقال کیا۔

سمرقندی سے ہیں۔ جب حضرت پیر مرشد قدس سرہٗ دربھنگہ رونق افروز ہوا کرتے تو ملنے آیا کرتے تھے۔ اچھے ذی علم بزرگ تھے۔ حضرت بھیکا سلانی رحمتہ اللہ علیہ کی گنبد میں مدفون ہیں۔

اصغر علی خان مرحوم جو مظفر پور میں داتا کمل شاہ سے مشہور ہیں۔ شہرت کمل شاہ صاحب کے نام سے اس سبب سے ہوئی کہ ہمہ دم کاندھے پر کمل رکھا کرتے تھے۔ درویش غیر متشرع تھے۔ شہر دربھنگہ محلہ قلعہ کے پاس کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سکونتی مکان بالو محمد حسن صاحب ساکن پکری کے باغ میں آگیا۔ جو اب مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ کے قبضہ اور ملک میں ہے۔ کمل شاہ صاحب خواندہ تھے۔ مولوی عبد القادر صاحب (دربھنگہ) ساکن قدیم محلہ شاہ سوپن۔ مدفن موضع پر کھوپٹی قریب لہریا سرائے نے کہا کہ کمل شاہ صاحب نے میرے والد (مولوی محمد جان) سے پڑھا ہے۔ حکیم سید جلال الدین صاحب ساکن جرھوا حاجی پور نے فرمایا کہ جب حضرت پیر و مرشد مظفر پور میں قدوم میمنت لزوم فرمایا کرتے تھے۔ تو فوراً آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ہماری قیام گاہ پر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جائے حضرت صاحب آگئے۔ کمل شاہ صاحب کا شغل ذکر لوم کرنے کا تھا جہاں قبر ہے۔ وہ ایک ناظر جی کا مکان تھا۔ جن کا نام بھول گیا۔ غازی پور میں ایک بزرگ رہا کرتے تھے جن سے غازی پور کے قیام کی مدت میں برابر ملا کرتا تھا حضرت پیر و مرشد سلطان المشائخ آروی رحمتہ اللہ علیہ جب غازی پور تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ تو ان سے ملا کرتے تھے۔ وہ بھی حضرت سے ملنے آیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت سے کہا "مولوی جعفر علی کو ایک ہفتہ میرے پاس رہنے کی اجازت دیجئے۔ میں ایک ہفتہ آپ کی خدمت میں رہا وہ عالم اور شاعر درویش بھی تھے۔ مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور میں عربی کا درس لیا۔ اور دیا۔[1] عبد العلیم نام آسی تخلص کرتے تھے۔ سکندر پور ضلع بلیا کے اصلی باشندہ تھے قادری سلسلہ میں منسلک حضرت شاہ محمد طیب صاحب بنارسی مدفون مروہ ڈیہہ بنارس سے نسبت رکھتے تھے۔ گورکھپور کے سبز پوش جناب شاہد علی صاحب آپ سے متعلق

---

[1] آپ خانقاہ رشیدیہ جونپور کے سجادہ نشیں تھے۔ غازی پور میں دفن ہیں۔ علمائے فرنگی محل لکھنؤ سے تلمذ تھا۔

ہیں۔ مولوی عبدالحی صاحب چاٹگام بنگال کے باشندہ چشمۂ رحمت ہیں۔ پڑھایا کرتے تھے۔ صوفی بزرگ عالم چھپرا کریم چک کے بزرگوں کے سلسلہ میں مرید تھے فقط برادرِ طریقت مولوی فضل حق صاحب وکیل مونگیری جو باشندہ موضع جینا ضلع مونگیر کے تھے۔ بڑے صاحب عرفان۔ ذکر الٰہی میں فانی۔ غربا پرور بزرگ ہوئے ہیں۔ آمدنی کا بڑا حصہ کارِ خیر، مہمان نوازی، غربا کی امداد میں صرف کیا کرتے۔ باوجود زمیندار متمول معزز شہر و ضلع ہونے کے درویشانہ زندگی گذاری۔ نہ اپنا مکان جینا میں بنایا اور نہ شہر مونگیر میں۔ نہ کروفر، نہ شیخی و شان ظاہر کی۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ انجمن اسلامیہ مونگیر کا جلسہ ہو رہا تھا۔ کہ حضرت مولانا شاہ محمد معین الدین احمد قادری آروی قدس سرہٗ کی آمد کی خبر جلسہ میں ملی ممتاز جگہ سے اٹھے۔ سیدھے رہائش گاہ پر آکر مولانا کے دست بوس ہوئے اور دو گھوڑے کی پالکی گاڑی میں مولانا کو سوار کر کے خود پیچھے سائیس کی جگہ کھڑے ہو گئے۔ پالکی گاڑی بازار ہوتی ہوئی جلسہ گاہ میں پہنچی۔

ذکر خدا میں فنا ہونے کی شان موت کے بعد یہ نمایاں ہوئی کہ موت واقع ہو گئی لیکن مرحوم وکیل صاحب کی شہادت کی انگلی برابر ہلتی رہی۔ جب غسل کے لئے تختہ پر لاش رکھی گئی اور غسل شروع ہوا تو برادرِ طریقت جناب حامد علی خاں صاحب جیلر ساکن توپ خانہ مونگیر نے کہا کہ بھائی صاحب اب تسبیح خوانی کی جنبش انگشت شہادت بند کیجیے کہتے ہی فوراً حرکت بند ہو گئی۔[۲] فقط جعفر علی فریدی غفر اللہ۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۵ء
درگاہ مخدوم پیر جلال چشتی سمنی پور

---

[۲] جناب عبدالجبار صاحب معینی ساکن جینا ضلع مونگیر اور دیگر صاحبان نے احقر غفرلہ سے کئی بار کہا کہ مفتی عبداللطیف صاحب سنبھلی نے جو مولانا محمد علی مونگیری کے پیر بھائی اور استاذ بھائی تھے۔ حج کی واپسی پر فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب کو میں نے صحابہ کرام کے قدم بقدم پایا۔ مولوی فضل حق صاحب کا وصال دسمبر ۱۹۱۸ء بمقام مونگیر ہوا۔

مکتوب ۔ ۴۰

۷۸۶

تبارکت یا اللہ ربی لک الثنا | فحمد المولنا وشکر السربنا
صل وسلم سیدی کل لحیتہ | علی المصطفی خیر البرایا نبینا

پارۂ دل وجگر مولوی مفتی محمد ابراہیم صاحب ابقاکم اللہ تعالیٰ۔

وسلام اللہ ورحمتہ علینا وعلیکم۔

رحمت الٰہی شامل حال ہوگی اور التفات بزرگان رفیق حیات۔ بچوں کی تعلیم وتربیت کی پوری نگرانی رکھو۔ اور خود ہی دیکھ بھال کرو۔ اس کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ روز قیامت بازپرس آپ سے ہوگی حدیث شریف میں ہے۔

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔

دلائل الخیرات وحی الٰہی اور الہامی درودوں کا مجموعہ ہے اس میں وہ درود شریف بھی ہیں جو سید عالم صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان پاک سے نکلے ہوئے ہیں جو وحی الٰہی ہیں۔ اور وہ بھی ہیں جو صحابہ کرام۔ تابعین عظام۔ اولیا مشائخ کی زبان پر جاری ہوئے۔ جو الہامات ربانی ہیں اس کتاب کی تالیف کی بابت واقعہ مشہور ہے جو مشائخ کی زبان پر جاری ہے۔ کہ حضرت شیخ محمد بن سلیمان جزولی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (مؤلف دلائل الخیرات) کسی سفر میں تھے کہ وضو کی حاجت ہوئی اور پانی موجود نہیں تھا۔ دور سے ایک کنواں میدان میں نظر آیا کنواں پر گئے دیکھا کہ کنواں میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے جس سے سخت پریشان اور حیران ہوئے ایک لڑکی دور سے حضرت شیخ کے اس حیرانی کو دیکھ رہی تھی، وہ بھاگ کر آئی۔ اور کنوئیں میں تھوکا۔ تھوک گرتے ہی کنوئیں میں جوش آیا۔ اور اس کا پانی کنارے پر آگیا حضرت شیخ نے پانی لے کر وضو کیا۔ اور لڑکی سے اس کرامت کے ظہور کا سبب پوچھا لڑکی نے جواب

میں کہا یہ کثرت سے درود پڑھنے کی برکت ہے اس کہنے کا شیخ پر گہرا اثر ہوا شیخ نے درود خوانی کا خاص اہتمام کیا اور اس کے جمع کرنے کی حسن سعی کی۔ ماثورہ۔الہامیہ درودوں کو اکٹھا کر کے کتاب کی شکل دی جسکا نام "دلائل الخیرات" شوارق الانوار فی ذکر صلوۃ نبی المختار۔ رکھا جو مقبول علماٗ اور صلحا ہے۔ حضرت شیخ زورق قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مؤلف دلائل الخیرات کے درود خوانی کے سبب مؤلف کی قبر شریف سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی۔ دلائل الخیرات کے ورد کا دوسرا طریقہ جو بزرگان قادریہ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ دلائل الخیرات کو منگل سے شروع کرے۔ منگل کے دن ابتدائیہ دعا دلائل الخیرات اور اسماء حسنیٰ اور اسماء نبی صلے اللہ علیہ وسلم پڑھ کر پہلا حزب صلی اللہ علی سیدنا سے حزب دوم کے حتّٰی تبلغنی اجلی معانی تک پڑھے۔ بدھ کو اللّٰھمّ صلِّ علٰی محمّدٍ سے شروع کرے اور حزب سوم کے الحمد للہ ربّ العالمین تک پڑھے جمعرات کو حزب سوم کے اللّٰھمّ صلِّ وسلّم سے حزب چہارم کے ربّنا انّک رؤفٌ رّحیمٌ تک پڑھے۔ جمعہ کو حزب چہارم کے اللّٰھمّ صلِّ علی النّبیّ الھاشمی سے حزب ششم کے والحمد للہ ربّ العالمین تک پڑھے سنیچر کو حزب ششم کے اللّٰھمّ ربّ الارواح والاجساد البالیۃ سے حزب ششم کے وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین تک پڑھے اتوار کو حزب ششم کے فاسئلک یا اللہ یا اللہ یا اللہ سے حزب ہفتم کے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تک پیر کو حزب ہفتم کے اللّٰھمّ صلِّ علٰی محمّدٍ سے آخر دلائل الخیرات یعنی حزب ہشتم کے بفضلک یا رحمٰن تک پڑھے۔ ہر روز حزب کے ختم پر ایک بار دعائے ختم دلائل الخیرات پڑھے۔ پڑھ کے آنکھیں بند کر لے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کا تصور کرے۔

درود تنجینا۔ درود تنجینا کے الہام کی وجہ علامہ شیخ مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کتاب الصلات والبشر میں مع سند استماع لکھا ہے کہ مجھ کو حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن حسین نے فرمایا جو مسجد نبوی میں

درس حدیث دیا کرتے تھے۔) کہ مجھے حضرت امام عمر بن علی لخمی مالکی نے بتایا کہ حضرت شیخ صالح موسیٰ ضریر نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ نے فرمایا کہ ایک بار دریائے شور کے جہاز پر سوار تھا کہ اچانک مخالف ہوا تیز چلی جن کو اہل عرب "اقلابیہ" کہتے ہیں یہ ہوا بڑے خطرہ اور ہلاکت کی ہوتی ہے۔ اس کی زد میں آنے سے بہت کم جہاز غرقابی سے نجات پاتے ہیں۔ جب یہ ہوا چلی تو تمام جہاز پر بیٹھنے والے خوف زدہ ہو کے مضطرب ہو گئے۔ جب جہاز خطرہ میں آیا تو سب کے سب زلیست سے ناامید ہو کے واویلا کرنے لگے اسی پریشانی میں حضرت شیخ پر زبردست غنودگی کا ہجوم آیا۔ جس سے حضرت شیخ کو نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور میں حضوری میں ہوں۔ حضرت سید عالم نے اس درود شریف کی تلقین کی اور فرمایا کہ سب سے کہو کہ اس درود کو ہزار بار پڑھیں۔ حضرت شیخ بیدار ہوئے اور جملہ حاضرین کو درود سکھایا اور کہا پڑھو سب پڑھنے لگے ابھی تین سو بار پورا نہیں ہوا تھا کہ ہوا موافق چلنے لگی جس سے جہاز خطرہ سے نکل آیا۔ اور سبھوں کے قلوب سے خوف دہراس جاتے رہے۔ دلوں میں اطمینان اور سکون نے جگہ لی مصیبتیں راحتوں سے بدل گئیں

حضرت ابو عبداللہ محمد بن یوسف شیخ الحدیث مسجد نبوی سے علامہ فیروز آبادی نے کتاب الصلوٰۃ والبشر میں لکھا ہے کہ جو مسلمان اس درود کو ہزار بار پڑھے۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور مصیبت سے نجات پائے اس درود شریف کا نام درود تنجینا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مدفون حوض شمسی دہلی ۱۰۵۲ھ) نے جذب القلوب (فارسی) میں تحریر فرمایا ہے کہ درود تنجینا دنیا اور آخرت کے جملہ مقاصد حسنہ میں مفید ہے اور مشکلات کے حل کیلئے پر اثر۔ حل مشکلات کے لئے کم از کم ۳۰۰ بار (تین سو بار) پڑھے۔ حضرت شیخ محدث دہلوی نے دفع مصائب اور قضائے حاجات کی بابت اپنا کئی مرتبہ کا تجربہ لکھا ہے۔ کنز البرکات

قلمی شرح دلائل الخیرات میں امام شیخ محی الدین سے نقل ہے کہ جو مسلمان پابندی سے دس بار صبح اور دس بار شام درود تنجینا کا ورد رکھے وہ قہر خداوندی سے محفوظ ہے اور رحمت الٰہی کا مستحق ہو اور اسے رب تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور جملہ امور میں سہولت درود تنجینا یہ ہے جو دلائل الخیرات حزب سوم مطبوعہ میں مذکور ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ؕ

ترجمہ (اے اللہ وہ درود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیج کہ جس سے تمام خوف دہشت اور آفت سے نجات ملے۔ اور ہماری ساری حاجتیں پوری ہوں۔ اور جملہ گناہوں کی گندگیوں سے صفائی حاصل ہو۔ اور اعلیٰ درجات میں پہنچ ہو۔ دنیاوی زندگی میں مقاصد حسنہ اور اُخروی حیات میں اعلیٰ منزلوں پر رسائی ہو۔)

مشائخ کرام نے بَعْدَ الْمَمَاتِ کے بعد اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ بڑھایا ہے لہٰذا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ کو درود تُنَجِّیْنَا کا آخری فقرہ تصور کرنا چاہیئے۔ مشائخ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنا بحرمتہا) نے لفظ تُنَجِّیْنَا کے جیم کو تشدید سے پڑھا ہے اور فرمایا ہے کہ جیم کی تشدید سے ہی حضرت سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقین فرمایا ہے اگرچہ قواعد صرفی کے لحاظ سے تُنْجِیْنَا بلا تشدید جیم اور زبر نون کے یعنی جیم کو زیر اور نون کو جزم کے ساتھ پڑھنا درست ہے فقط والسلام خیر ختام۔

رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ (ترجمہ):۔

اے رب ہمیں یہ عطا کیجیے کہ ہماری زوجات اور اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہم سب کو خدا ترسوں کا پیشوا بنائے۔ (پارہ ۱۹ سورہ فرقان ع ۶)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُومِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

جعفر علی فریدی خانقاہ قادریہ سربیلا ڈاکخانہ سمری بختیار پور ضلع مونگر صوبہ بہار

روز جمعہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۰ء

خاتمہ

بفضلہ تعالیٰ عارف باللہ حضرت مولوی جعفر علی فریدی سربلوی قدس سرہٗ کے چالیس مکاتیب تمام ہوئے۔

رب تعالیٰ ان جملہ مکاتیب کو حسن قبول کا درجہ عطا فرمائے اور خاک نشین محمد ابراہیم فریدی وناشر مکتوبات ہذا عزیز گرامی قدر حاجی محمد رضا فریدی سلمہٗ کو انوار عرفان سے درخشاں کردے نیز اس کے اخلاف محبین اور ناظرین ہذا کو دنیا اور آخرت میں حسنات سے نوازے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

سراپا ناچیز محمد ابراہیم فریدی سعد اللہ اعمالہ

۱۳۹۰ ہجری

محلہ کمان گراں شہر بدایوں۔ یوپی یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۷۰ء یوم چہار شنبہ

مکتوباتِ عالیہ

حضرت مولوی جعفر علی فریدی قُدس سرّہٗ

بنام

حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی سِمستی پوری

ثم البدایونی مدظلہٗ تعالےٰ